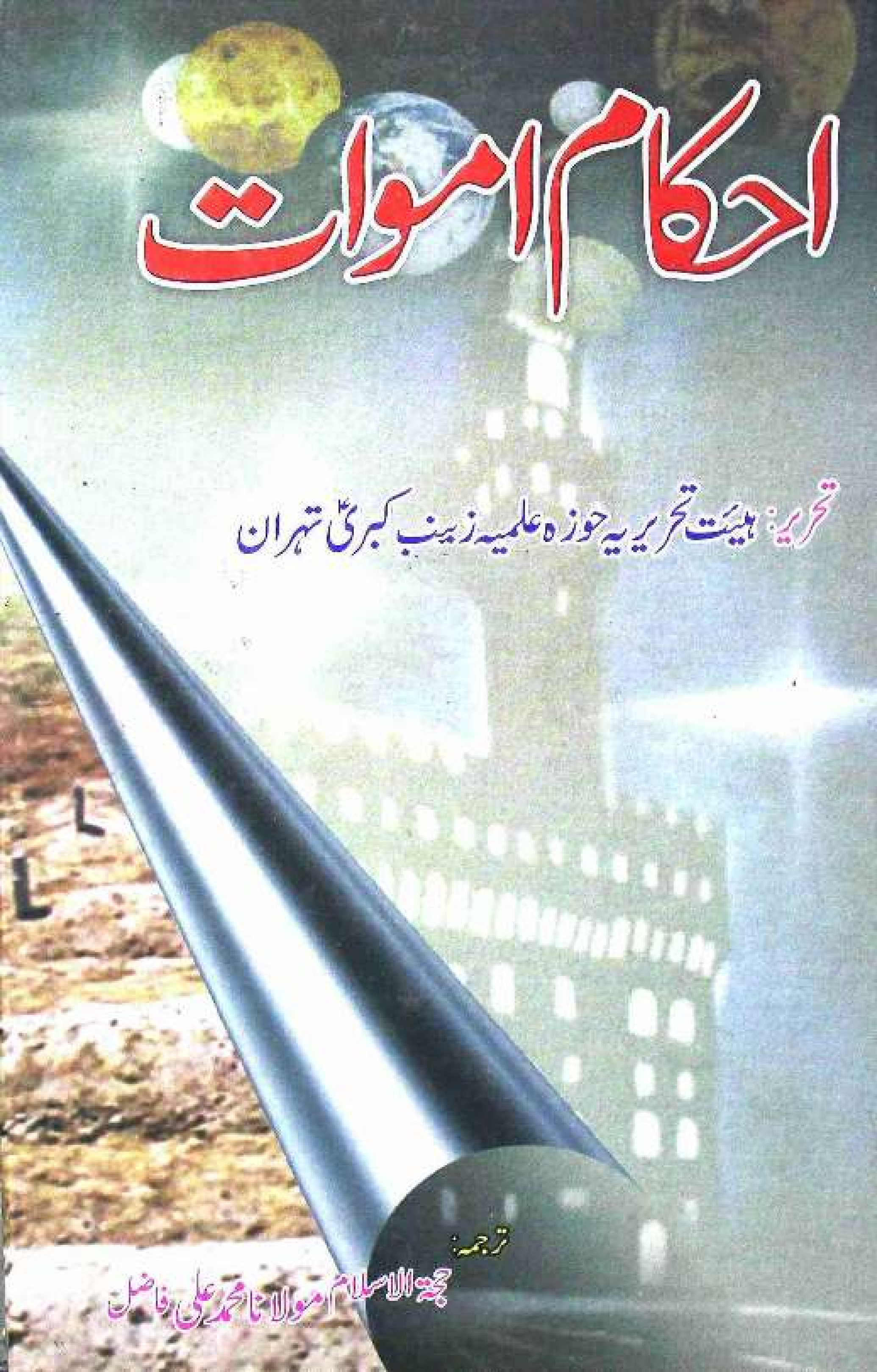

احکام اموات

تحریر: ہیئت تحریریہ حوزہ علمیہ زینب کبریٰ تہران

ترجمہ:
حجۃ الاسلام مولانا محمد علی فاضل

Acc No. 10474 Date 13/12/06
Section .... Status ....
D.D. Class ....
NAJAFI BOOK LIBRARY

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

286
26126

اَلنَّاسُ نِیَامٌ اِذَامَاتُوْا اِنْتَبَهُوْا (نہج البلاغہ)

لوگ سوئے ہوئے ہیں جب مریں گے تو بیدار ہوں گے (حضرت علی علیہ السلام)

NAJAFI BOOK LIBRARY
Shop No. 11
M.L. Heights
Soldier Bazar #2
KARACHI
Ph. 7211795

احکام اموات

ترجمہ: حجۃ الاسلام الشیخ محمد علی فاضل مدظلہ العالی

پرنسپل جامعہ امام جعفر صادق علیہ السلام، سرپرست حوزہ علمیہ زینبیہ

راجن پور

تعارف کتاب

نام کتاب ☆☆☆☆☆ احکام اموات

ترتیب و تنظیم ☆☆☆☆☆ ہیئت تحریریہ حوزہ علمیہ زینب کبریٰ _ تہران

پتہ: قم خیابان آیت ا...... نجفی پاساژ قدس۔ پلاک ۴۷ موسسہ فرہنگی انتشاراتی انصاری

فون نمبر: 0098-251-7731137

ترجمہ ☆☆☆☆☆ حجۃ الاسلام الشیخ محمد علی فاضل مدظلہ العالی

تطبیق و نشر ☆☆☆☆☆ محمد لقمان ڈار F/212 سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

فون: 051-4417877

تعاون و پروف ریڈنگ ☆☆☆☆☆ حوزہ علمیہ زینبیہ، جامعہ امام جعفر صادقؑ راجن پور

کمپوزنگ ☆☆☆☆☆ شیخ علی رضا فاضل۔فون: 0333-4754975

ہدیہ ☆☆☆☆☆ -/150 روپے صرف

ملنے کے پتے

1: صادق آل محمد پبلی کیشنز پوسٹ بکس نمبر 5179 لاہور۔فون: 0333-4754975

2: F/212 سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔فون: 051-4417877

3: اسلامک بک سنٹر 362/C گلی نمبر 12 سیکٹر G/6-2 اسلام آباد۔فون 051-2870105

4: کاظمی بک ڈپو نیو کتاریاں مارکیٹ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی۔

5: پاک کتب خانہ اردو بازار راولپنڈی۔

6: عابد بک ڈپو اردو بازار راولپنڈی۔

7: خراسان بک سنٹر سنیعہ آرکیڈ بریٹو روڈ سولجر بازار کراچی۔

8: افتخار بکڈپو مین بازار اسلام پورہ لاہور۔فون: 042-7223686

فہرست مطالب

کتاب ''احکام اموات''

نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ
1	عرض ناشر	1	18	وصی کا تقرر	38
2	مقدمہ از مترجم	3	19	نگران کا تقرر	41
3	مقدمہ مؤلف	5	20	نگران کا فریضہ	41
4	فصل اول: بستر بیماری پر	12	21	سرپرست کا تقرر	42
5	بیمار کے آداب و مستحبات	15	22	سرپرست کے شرائط و فرائض	43
6	عیادت اور بیمار پرسی	17	23	مال کو بے مقصد ضائع نہیں کرنا چاہیے	44
7	مریض کی عیادت کے آداب	19	24	ضروری نوٹ	46
8	فصل دوم: ملاقات کی تیاری	22	25	فصل چہارم: جدائی کی گھڑی	51
9	موت کی یاد	24	26	قبلہ رخ لٹایا جائے	54
10	بے جا لمبی آرزوئیں	24	27	ولی کی اجازت	55
11	کفن وغیرہ کا تیار رکھنا	24	28	مختلف مراحل میں مختلف انداز	55
12	موت کی آرزو	25	29	احتضار کی حالت میں مکروہ کام	60
13	موت کو ناپسند کرنا	25	30	فصل پنجم	61
14	فصل سوم: ملاقات کے وقت کا سامنا	27	31	پرواز ملکوتی کے بعد کے لمحات	61
15	وصیت کے بارے میں چند احادیث	28	32	چند مستحب امور	61
16	توبہ کے احکام	29	33	یہ مکروہ ہے	63
17	مرنے کی تیاری	31	34	فصل ششم: چیر پھاڑ، پیوند کاری	64

نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ
35	پوسٹ مارٹم	66	55	صنفیت کے احکام	115
36	پیوندکاری	67	56	اسلام اور ایمان کی شرط	116
37	فصل ہفتم: تجہیز وتکفین	70	57	غسل میت کی کیفیت	118
38	چند استثنائی صورتیں، شہید	75	58	بیری اور کافور کا پانی کس قدر ہو!	120
39	سنگساری اور قصاص	80	59	میت کو تیمم دینے کے احکام	122
40	مُحرِم کا غسل	82	60	توضیح وتحقیق	123
41	بدن سے جدا شدہ عضو	83	61	غسل میت کے شرائط	125
42	میت کا متولی اور اولیاء	87	62	غسل میت کے کچھ اور احکام	128
43	ولی میت کی اجازت	87	63	غسل میت کے آداب ومستحبات	130
44	اجازت کیا ہے	89	64	غسل کے مکروہات	136
45	توضیح وتشریح	89	65	فصل نہم: صفائی اور پاکیزگی	138
46	ورثاء میت کے مراتب	91	66	احکام مس میت	138
47	تجہیز وتکفین کے اخراجات،	98	67	جسم سے جدا شدہ عضو کا حکم	142
48	تجہیز وتکفین کے کونسے اخراجات	99	68	مزید وضاحت اور تحقیق	143
49	واجب اخراجات کا اندازہ	100	69	مس میں شک کرنے کے احکام	144
50	اگر میت کا ترکہ ہی نہ ہو	103	70	غسل مس میت کی کیفیت	146
51	نیت اور قصد قربت	107	71	مس میت کے احکام	146
52	تجہیز، تکفین اور تدفین کی ترتیب	110	72	چند قابل توجہ نکات	149
53	فصل ہشتم: غسل میت	111	73	فصل دہم: حنوط میت	150
54	غسل دینے والے کے شرائط	112	74	کافور کے شرائط	151

نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ	نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ
75	کافور کس قدر ہو؟	151	95	ایک وقت میں کئی جنازے	213
76	حنوط کے مستحبات	152	96	باجماعت نماز جنازہ	216
77	حنوط کے مکروہات	153	97	امام جماعت کے شرائط	216
78	گیارہویں فصل: کفن	155	98	نماز جماعت کے کچھ اور احکام	218
79	کفن دینے کے احکام	156	99	نماز جنازہ کے آداب و مستحبات	220
80	کفن کے شرائط	157	100	پندرہویں فصل	224
81	کفن کے آداب و مستحبات	162	101	منزل مقصود کو رواں دواں	224
82	کفن کے مکروہات	172	102	میت کی تدفین سے پہلے نقل و حمل	224
83	بارہویں فصل: جریدتین	175	103	تدفین کے بعد نقل و حمل	225
84	جریدتین مستحب ہیں	176	104	سولہویں فصل	227
85	جریدتین کے احکام	177	105	پہنچ گئے تنہائی کے گھر	227
86	تیرہویں فصل: آخری وداع	182	106	دفن کے احکام	228
87	تشییع جنازہ کی فضیلت	183	107	سمت قبلہ	230
88	تشییع جنازہ کے آداب و مستحبات	187	108	کشتی میں موت	231
89	تشییع جنازہ کے مکروہات	189	109	کنویں میں موت	233
90	چودہویں فصل: نماز اور دعا	192	110	جہاں پر مسلمانوں کا دفن جائز نہیں	233
91	نماز میت کے شرائط	193	111	دفن کے آداب و مستحبات	236
92	نماز پڑھنے والے کے شرائط	194	112	میت کو کیونکر لٹایا جائے	238
93	میت پر کب نماز پڑھی جائے	202	113	تدفین کے وقت کی دعائیں	239
94	نماز میت کیسے پڑھیں	203	114	دفن کے بعد کی نماز	252

نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ نمبر	نمبر شمار	تفصیل مطالب	صفحہ نمبر
115	دفن کے مکروہات	253	135	حنوط کے بغیر تدفین	284
116	سترہویں فصل	257	136	ایک اہم نکتہ	284
117	نماز وحشت کے احکام	257	137	قبلہ رخ کیے بغیر تدفین	285
118	کچھ اور احکام	258	138	اثبات حق	285
119	اٹھارہویں فصل	262	139	نامناسب جگہ پر تدفین	285
120	بچھڑنے والے کا سوگ	262	140	میت کی وصیت	286
121	صاحبان عزا کے احکام	265	141	ولی کی اجازت کے بغیر تدفین	287
122	میت پر نوحہ خوانی	266	142	قبر کے اکھاڑے جانے کا خوف	287
123	میت کے سوگ کے مستحبات	268	143	خاص اہم ضرورت کیلئے قبر کشائی	288
124	انیسویں فصل	270	144	انہدام قبور	288
125	پسماندگان سے تعزیت	270	145	اکیسویں فصل: زیارت قبور	290
126	تعزیت کیسے کی جائے	271	146	احکام زیارت	292
127	توضیح وتحقیق	272	147	آداب زیارت	293
128	بیسویں فصل	275	148	بائیسویں فصل	298
129	نبش قبر یا قبر کشائی	275	149	اظہار تشکر اور ادائے حقوق	298
130	غصبی جگہ میں تدفین	278	150	میت کیلئے عبادتی اعمال بجالانا	301
131	غصبی کفن کے ساتھ تدفین	281	151	مالی واجبات کے اخراجات	303
132	میت کے ساتھ غصبی مال	281	152	نماز اور روزے کی قضا	305
133	بغیر کفن کے تدفین	282	153	باپ کیلئے بیٹے کی نماز	311
134	غسل کے بغیر تدفین	283	154	بیٹے کیلئے باپ کی نماز	311

اھداء:

اپنی اس مختصری کاوش کو

سیدة نساء العالمینؑ

صدیقہ کبریٰؑ

یگانہ دختر رحمت للعالمینؐ

زہرائے مرضیہؑ

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

کی بارگاہ اقدس میں پیش کر کے اپنے اور اپنے والدین کے گناہوں کی بخشش چاہتا ہوں۔

بسمہ سبحانہ تعالیٰ

عرض ناشر:

عرصہ دراز سے میں ایسی کتاب کی تلاش میں تھا جو موت سے متعلق تمام امور پر حاوی ہو، اس سلسلہ میں تہران، قم المقدسہ، مشہد مقدس کے مختلف بازاروں کی گرد چھاننا پڑی آخرکار جوئندہ یابندہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے بطفیل معصومین علیہم السلام غیبی امداد فرمائی کہ اپریل، مئی 2004 کی زیارات کے دوران یہ کتاب ایران سے مل ہی گئی اسے پڑھنے کے بعد طے کرلیا کہ اس کا ترجمہ اردو میں چھپ جائے، جس کے لئے ایک معیاری مترجم کی تلاش شروع ہوگئی۔

پاکستان میں فارسی سے اردو میں معیاری مترجموں کی بہت کمی ہے جس کی گواہی مختلف ترجمہ شدہ کتابیں خود دے رہی ہیں فارسی اور اردو زبانوں میں لاتعداد الفاظ ایسے ہیں جو بظاہر ایک ہیں لیکن ان کے معنی فارسی میں الگ اور اردو میں الگ ہیں، چند مثالیں درج ذیل ہیں:

الفاظ	فارسی معنی	اردو معنی
آب پاشی	پانی چھڑکنا	آبیاری کرنا
آبدیدہ	پانی یا نمی سے تباہ شدہ	آنکھوں میں آنسو آنا
آری	جی ہاں	لکڑی چیرنے والی آری
آلو	خوبانی	آلو
آمیزش	لوگوں کا باہمی میل جول	چیزوں میں ملاوٹ
آوارہ	بے گھر	بے مقصد پھرنے والا
اسامی	اسم کی جمع	نوکری کیلئے خالی جگہ

الزام	لازمی، ضروری	کسی کے نام قصور لگانا
انحصار	اجارہ داری محدود، گھرا ہوا ہونا	دار و مدار
اندازہ	سائز، ناپ، ماپ وغیرہ	تخمینہ
انکسار	ٹوٹا ہوا	عاجزی
انگارہ	رف حساب	آگ میں جلتا ہوا کوئلہ
عادی	معمولی، عام	عادت والا

اب قارئین کرام خود ہی اندازہ لگائیں کہ فارسی اردو میں الفاظ بظاہر مشترکہ ہیں لیکن معنوی طور پر مختلف الفاظ اگر ویسے ہی استعمال ہوتے رہیں تو نتیجہ اس کے سوا کیا نکلے گا؟:

وہ دعا دیتے رہے ہم دغا پڑھتے رہے☆ایک نقطہ نے مجھے محرم سے مجرم کر دیا

پاکستان میں ناشر اور پبلشر حضرات اس مسئلے پر توجہ ہی نہیں دے رہے جس کے نتیجہ میں قرآن مجید جیسی مقدس کتاب مختلف قسم کی غلطیوں سے محفوظ نہیں رہی۔ جو کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے اسے حتی الوسع مذکورہ قسم کی غلطیوں سے پاک رکھنے کی کوشش گئی ہے لیکن چونکہ انسان خطا کا پتلا ہے اس لئے یہ دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ یہ کتاب ہر طرح کی غلطیوں سے پاک ہے، قارئین کرام سے عرض ہے کہ وہ غلطیوں کی نشاندہی فرمائیں تا کہ بشرط زندگی آئندہ ایڈیشن میں تصحیح ہو سکے۔

آخر میں حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقای محمد علی فاضل صاحب دامت برکاتہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اپنی گونا گوں مصروفیات سے وقت نکالا اور کتاب ہذا کو دن رات ایک کر کے معیاری اردو کے قالب میں ڈھالا، اللہ تعالیٰ بطفیل معصومینؑ انہیں عمر خضر عطا فرمائے، توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے اور ہم سب کو ان کی مخلصانہ، عالمانہ اور دیندارانہ خدمات سے فائدہ اٹھانے کی اہلیت، صلاحیت اور قابلیت عطا فرمائے آمین۔

الاحقر محمد لقمان ڈار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ از مترجم:

ارشاد رب العزت ہے ''وَلَا تَمُوتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ'' ''تم مسلمان ہو کر مرو (بقرہ/۱۳۲) مرنا تو ہر ایک نے ہے، یہ تو ہر ایک کی مجبوری ہے، اس میں کسی کا کمال نہیں، نہ چاہتے ہوئے بھی مرے گا، بہت بڑا کمال مسلمان ہو کر مرنا ہے اور ہر ایک کو یہ بھی جاننا چاہئے کہ میں نے دنیا میں کس طرح رہنا ہے؟ اور دنیا سے کس طرح جانا ہے؟ مرنے سے پہلے کیا کرنا چاہئے؟ خود مر رہا ہے تو کیا کرنا چاہئے؟ دوسرا مر رہا ہے تو اس کا کیا فریضہ بنتا ہے؟ یہ سب کچھ آپ کو اسی کتاب میں ملے گا، اس کتاب میں بسترِ بیماری سے لے کر لحظات جدائی تک خود مرنے والے کے احکام ہیں اور اس سے تعلق رکھنے والے دوسرے حضرات سے بھی اس کے امور کا تعلق اس کے متعلقین سے اور دوسرے مسلم مومنین سے۔

مجھے ایک ضروری کام کے سلسلے میں راولپنڈی میں کچھ دن قیام کرنا پڑا اس دوران میرے مخلص دوست جناب محمد لقمان ڈار نے بڑے افسوس کے ساتھ اس بات کا اظہار کیا کہ ہر انسان دنیا کی دھن میں مگن ہے آخرت کی کسی کو فکر نہیں اور اس طرف کوئی بھی متوجہ نہیں کہ اسے بھی آخر مرنا ہے اور سب کچھ یہیں چھوڑ جانا ہے اور نہ ہی اس موضوع پر اردو میں کوئی ایسی جامع کتاب موجود ہے جس میں مرنے والے کیلئے اول سے لے کر آخر تک سب احکام یکجا موجود ہوں، لے دے کر توضیح المسائل میں چند ایک مسائل ہیں لیکن وہ بھی اس ضرورت کو پورا نہیں کرتے لہٰذا انہوں نے مجھے ایک کتاب بنام ''احکام اموات'' دکھائی جو مذکورہ تمام احکام پر مشتمل تھی لیکن اس کی زبان فارسی تھی موصوف نے مجھ سے اس کے اردو میں ترجمہ کی فرمائش کی میں

نے بھی ترجمہ کی حامی بھر لی اور اولین فرصت میں اس کا ترجمہ مکمل کر کے دینے کا وعدہ کیا کیونکہ موصوف نے فرمایا ''زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں میں یہی چاہتا ہوں کہ جلد از جلد یہ کتاب چھپ جائے اور میری زندگی ہی میں شائع ہو کر قارئین کرام تک پہنچ جائے''۔

کتاب حاضر ہے میرا ایمان ہے کہ اسے ہر شخص کو پڑھنا چاہئے اور پڑھے بغیر نہیں مرنا چاہئے، ورنہ دست افسوس ملنا پڑیں گے لیکن اس وقت اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

ہم نے اپنا فریضہ ادا کر دیا ہے اب آپ کا فریضہ ہے کہ کس حد تک اسے پڑھ کر اور اس پر عمل درآمد کر کے کس حد تک دنیا اور آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ آخر میں یہی استدعا ہے اگر کتاب پسند آجائے تو ہمیں دعائے خیر میں یاد فرمالینا، اگر ہم اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہوں تو ایک فاتحہ پڑھ کر ثواب کے طور پر ایصال کر دینا۔ بہت بہت مہربانی۔

دعاؤں کا طالب:

محمد علی فاضل

مقدمہ مولف:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''تَجَهَّزُوا رَحِمَكُمُ اللهُ فَقَدْ نُودِيَ فِيكُمْ بِالرَّحِيلِ'' خدا تم پر رحمت کرے! سفر کی تیاری کرلو کیونکہ تمہارے درمیان کوچ کا نقارہ بج چکا ہے (نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۳) اگرچہ موت، قیامت اور عالم آخرت کے بارے میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں لیکن ''اموات'' کے احکام کے بارے میں نہایت مختصر گفتگو ہوئی ہے اور وہ بھی صرف رسالہ عملیہ (توضیح المسائل) جیسی کتابوں تک محدود ہے حالانکہ عمل کے لحاظ سے ایسا پہلا کام کہ جس کی مرنے والے کے پسماندگان یا ورثاء کو اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے احکام کا علم ہے۔ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی خاندان کا پیارا بستر مرگ پر احتضار یا جان کنی کی حالت میں ہوتا ہے اور اس کے اردگرد کے لوگ مع اس کے اہل خانہ اس سوچ میں پڑے حیران و سرگردان ہوتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے؟ حتیٰ کہ وہ ان لحات کے واجب احکام تک کو نہیں جانتے چہ جائیکہ کسی مستحب یا مسنون عمل کو بجالائیں، ان کا کام صرف مردہ کی طرف دیکھ کر رونا دھونا اور آہ و بکا کرنا ہی ہوتا ہے حالانکہ اگر وہ اپنے دل کے کانوں اور آنکھوں سے اپنے اس عزیز کی زبان بے زبانی سے توجہ کے ساتھ سنیں تو وہ رو رو کر اور ہزاروں التجاؤں کے ساتھ انہی اطراف والوں سے التماس کر رہا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ شارع مقدس کے فرامین کے مطابق سلوک کیا جائے تاکہ اسے قدرے سکون ملے، کیونکہ وہ زندگی کے سخت ترین لحات سے گذر رہا ہے۔

حضرت امام سجاد زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں: ''انسان کو تین لحات بہت ہی

سخت اور دشوار پیش آتے ہیں ایک اس وقت جب وہ ملک الموت کا مشاہدہ کرتا ہے، دوسرے جب وہ اپنی قبر سے دوبارہ اٹھایا جائے گا اور تیسرے جب وہ اپنے اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور اسے نہیں معلوم کہ۔ جنت میں جائے گا یا دوزخ میں؟'' (خصال صدوق جلد ا ص ۱۱۹)

آیا جب وہ پیدا ہو رہا تھا تو سب لوگ اس کی ولادت سے پہلے اس کی ہر طرح کی خدمت کیلئے حاضر نہیں تھے؟ تا کہ وہ صحیح وسالم اس دنیا میں قدم رکھے اور کسی بھی ناخوشگوار حادثہ سے محفوظ رہے البتہ اُس دن میں اور آج کے دن میں فرق ضرور ہے، وہ اس کا پہلا جنم تھا اور یہ اس کا دوسرا جنم ہے آج کے دن کیلئے اس کے اطراف میں بیٹھنے والوں کو چاہئے کہ اس کی مدد کریں تا کہ وہ صحیح وسالم دوسرے عالم میں قدم رکھے اور شیاطین کے شر سے محفوظ رہے، اس دن تمام لوگ اس کے معصومانہ اور طفلانہ گریہ کو دیکھ کر اس کیلئے دنیوی آسائش کا سامان فراہم کر رہے تھے لیکن آج اس کی عاجزانہ آہ وبکاء کو کوئی نہیں سن رہا، اس کی تنہائی اور غربت پر کوئی آنسو نہیں بہا رہا اور نہ ہی اس کے آخرت کے سفر کو مدِ نظر رکھ رہا ہے بلکہ ان سب کی سوچ اور غور خوض اس بات پر ہے کہ اسے کہاں دفن کیا جائے؟ مجلس ترحیم کیسے منعقد کی جائے؟ تدفین کہاں اور کیسے ہو، سوگ کیونکر منایا جائے؟ حالانکہ مرنے والے کے کسی رشتہ دار کے کم از کم حقوق کی صحیح طریقہ سے اس زمانے میں ادائیگی ہوتی ہے جبکہ مرنے والے کے اختیار میں کسی قسم کے واجب یا مستحب کی ادائیگی ناممکن ہوتی ہے اب مرنے والا خواہ غریب ہو یا امیر اس کی نگاہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے۔ اگر اس اہم امر میں صحیح توجہ دی جائے تو مرنے والے کی دعائے خیر کا براہِ راست مثبت اثر پسماندگان کی دنیوی اور اخروی زندگی پر ہوتا ہے۔

یہ بات بھی یاد رہے کہ صاحبان حقوق خاص کر والدین کی رضامندی یا ناراضی صرف ان کی دنیوی زندگی پر ہی منحصر نہیں بلکہ جیسا کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں ''بعض

اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان اپنے ماں باپ کی زندگی میں ان کا فرماں بردار اور نیکو کار رہتا ہے لیکن مرنے کے بعد ان سے متعلق اپنے فرائض کو انجام نہیں دیتا - ان کے ذمہ واجب الادا قرض ادا نہیں کرتا ان کیلئے استغفار نہیں کرتا - تو ایسی صورت میں وہ خداوند عزوجل کے نزدیک والدین کا عاق (نافرمان) شمار ہوتا ہے، جبکہ اس کے برعکس ایک شخص ان کی زندگی میں ان کا عاق (نافرمان) ہوتا ہے، ان کی خدمت نہیں کرتا لیکن ان کے مرنے کے بعد اپنے اوپر لازم شدہ فرائض کو انجام دیتا ہے، ان کے واجب الادا قرضے ادا کرتا ہے، اوران کے لیے استغفار کرتا ہے اس طرح والدین کی محبت اور رحمت کا مستحق قرار پاتا ہے اور خداوند کریم اسے والدین کے فرمانبرداروں میں لکھ دیتا ہے۔ (اصول کافی جلد۲ ص ۱۶۳)

ان تصریحات کی روشنی میں قارئین کرام کو ان احکام کے جاننے کی اہمیت کا اندازہ ہو جانا چاہئے، چنانچہ زیرِ نظر کتاب تقریباً ایک تحقیقی اور جامع کتاب ہے جس میں معتبر کتابوں سے استفادہ کر کے اسے ترتیب دیا گیا ہے جو اس منزل کے مختلف مرحلوں کو دلکش انداز میں بیان کر رہی ہے۔ امید ہے قارئین گرامی اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے یاد دہانی کے طور پر ہم مندرجہ ذیل نکات کی طرف آپ کی توجہ کے خواہشمند ہیں:

1۔ اس کتاب کیلئے جن اصل کتب کی طرف رجوع کیا گیا ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

الف: تحریر الوسیلہ از امام خمینی رضوان اللہ علیہ، زیرِ نظر کتاب میں جہاں اس کا حوالہ دیا جائے گا وہاں پر لفظ "تحریر" لکھا جائے گا۔

ب: رسالہ توضیح المسائل از مختلف مراجع عظام، جسے جامعہ مدرسین قم نے شائع کیا ہے کتاب ہذا میں اس کتاب کو بطور خلاصہ "رسالہ" کہا جائے گا۔ ج: استفتائات امام خمینیؒ: نیز عروۃ الوثقیٰ کے حاشیہ پر مرقوم آپ کے فتاویٰ، البتہ کتاب ہذا میں کتاب عروۃ الوثقیٰ کو بطور خلاصہ

''عروہ'' کہا جائے گا اور ''مسئلہ'' کو ''م'' کی علامت سے واضح کیا جائے گا۔

2۔ ہر مسئلے کا حوالہ اسی کے ذیل میں دیا جائے گا یا چند دوسرے مسائل کو باہم بیان کر کے بعد میں ان کا یکجا حوالہ پیش کیا جائے گا۔

3۔ جو مستحبات مذکورہ کتب میں موجود نہیں ہیں لیکن اس کتاب میں درج کئے گئے ہیں تو وہ عظیم محقق مرحوم مامقانی کی کتاب ''مراۃ الکمال'' سے لئے گئے ہیں جو آداب زندگی اور اس کے مستحبات کے لحاظ سے ایک جامع ترین کتاب ہے اور اس کا حوالہ کتاب کے حاشیہ میں دیا گیا ہے

4۔ کتاب کا اخلاقی پہلو بھی نظر انداز نہ ہو اسی لئے ہم نے ہر فصل کے آغاز میں اسے روایات اہل بیتؑ سے مزین کیا ہے۔

5۔ کتاب میں بیان ہونے والے احکام کی ترتیب اس ''الٰہی سفر'' کی ترتیب کے مطابق ہے۔ (بستر بیماری سے لے کر مرنے والے کے واجبات شرعیہ کی ادائیگی تک)

آخر میں اس مقدمہ کو شمس تبریزی کے دیوان سے منتخب موت کی یاد دلانے والے بعض اشعار کے ساتھ ختم کرتے ہیں:

تا کی گریزی از اجل، در اغوان و ارغنون
نک کش کشانت می برند انا الیه راجعون
تا کہ زنی بر خانہ ھا، تو قفل بادندانه
تا چند چینی دانه ها؟ دام اجل کردت زبون
شد اسب و زین نقره گین برمرکب چوبین نشین
زین برجنازه نه، ببین دستان این دنیای دون
برکن قباو پیرهن، تسلیم شو اندر کفن
بیرون شو از باغ و چمن ساکن شو اندر خاک و خون

دزدیده چشمک می زدی،همراز خوبانمی شدی
دستك زنان می آمدی، کویك نشان زانهاکنون؟
ای کرده بر پاکان زنخ، امروز بستند زنخ
فرزندواهل خانه ات ازخانه کردندت برون
کو عشرت شبهای تو؟کوشکّرین لبهائی تو ؟
کو آن نفس کززیرکی برماه می خوانی فسون؟
کوآن فضولیهای تو؟ کوآن ملولهای تو؟
کوآن فغولیهای تو،در فعل ومکر ای ذوفنو ن؟
این باغ من، آن خان من ، این آنِ من، آن آنِ من
ای هر منت هفتاد من، اکنون کَهی ازتو فزون
کوآندم دولت زدن بر این وآن سیلت زدن
کو حمله پا ومشت تووآن سرخ گشتن ازجنون
هرگز شبی تا روزتو،درتوبه ودرسوزتو
نابوده مهراندوزتو،ازخالق ریب المنون
امروز ضربتاهی خوری وز رفته حسرتهای خوری
زآن اعتقادسرسری،وآن دین سستِ بی سکون
وآن سست بودن دروفا، بیگانه بودن باخدا
زآن ماجراباانبیاء کین چون بودی ای خواجه چون
چون آیینه باش ای عموخوش بی زبان افسانه گو
زیراکه مستی کم شود،چون ماجرا گردد شجون

ترجمہ: تم اپنی اس عیش وعشرت میں مگن موت سے کب تک دور بھاگتے رہو گے؟ آخر ایک دن آئے گا جب تمہیں انا للہ وانا الیہ راجعون کہہ کہ قبر کی طرف لے جائیں گے۔

تم کب تک گھروں پر اپنے دانتوں کے تالے لگائے رکھو گے؟
اور کب تک اپنی روزی کے دانے چنتے رہو گے؟ جب کہ موت کے دام نے تمہیں زبوں حال کر دیا ہے!۔

سواری کے گھوڑے اور سنہری روپہلی زینوں کو چھوڑ کر اب لکڑی کی سواری پر سوار ہو جاؤ، جنازے پر زین کسو اور اس پست دنیا کے ہتھکنڈوں کو ملاحظہ کرو۔

اپنی قبا اور قمیص کا لباس اتار کر کفن کے اندر داخل ہو جاؤ اور باغ و چمن کو چھوڑ کر خاک وخون کے اندر جا ٹھہرو۔

چوری چھپے آنکھیں مارتے تھے، معشوقوں کے ساتھ خلوت کرتے تھے، تالیاں بجاتے تھے، اب بتاؤ کہ یہ سب کہاں ہیں؟۔

اے وہ انسان! جو نیک لوگوں کے ساتھ بکواسیں کرتے تھے! آج دیکھ کہ تجھے ایک دھاگے سے باندھا ہوا ہے، تیری اولاد اور اہل خانہ نے تجھے گھر سے باہر نکال دیا ہے۔

کہاں ہیں تیری راتوں کی عشرتیں؟ کہاں ہیں تیرے شکر جیسے شیریں لب؟ کہاں ہیں تمہاری وہ سانسیں جن کے ساتھ تم چاند پر بھی سحر کیا کرتے تھے؟۔

اے فنکار! تمہاری بیہودہ باتیں اب کہاں ہیں؟ کہاں ہیں تمہاری دل کو ستانے والی باتیں؟ کہاں ہیں تمہارے فعل اور مکر میں نپی تلی باتیں؟۔

یہ میرا باغ ہے، وہ میرا گھر ہے، یہ میری چیز ہے، وہ میری چیز ہے او خیالوں کی دنیا میں بسنے والے! اب یہ ساری چیزیں تیرے اٹھانے سے زیادہ ہیں!۔

کہاں گئے ہیں تمہارے مال و دولت کے دعوے؟ اِس کو اور اُس کو تمہارے تھپڑ اور طمانچے وہ سب کہاں ہیں؟ اب تمہارے ہاتھوں اور پاؤں کے ساتھ حملے کہاں ہیں؟ اور غصے میں لال پیلا ہونا کہاں گیا؟۔

کبھی تم نے نہ رات کو توبہ کا دروازہ کھٹکھٹایا، نہ دن کو اور کسی بھی وقت تو نے خالق کائنات کی مہربانی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی!۔

آج تم ہر ایک سے مار کھا رہے ہو اور سب کچھ ہاتھوں سے نکل جانے پر حسرت کر رہے ہو، اپنے اس سرسری عقیدے اور اپنے کمزور دین کی وجہ سے تمہارا سکون ختم ہوگیا ہے۔

خدا کے ساتھ وفا میں کمزور تھے، خدا سے بے خبر تھے، انبیاء کے ساتھ تو نے کیا سلوک کیا؟ حضور والا! اب کیا بنے گا؟۔

جان من! آئینے کی مانند بالکل شفاف بن کر رہو اور زبان کے بغیر سارے افسانے سنا دو، کیونکہ جب حالات حد سے زیادہ بگڑ جاتے ہیں تو مستی کم ہو جاتی ہے۔

حوزہ علمیہ زینب کبریٰ۔ تہران

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل اول (۱)

بستر بیماری پر

روایات معصومینؑ سے رہنمائی:

۱۔روایات میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: ''اِذَامَرِضَ الْمُسْلِمُ کُتِبَ لَهُ بِاَحْسَنِ مَاکَانَ یَعْمَلُ فِیْ صِحَّتِهٖ وَتَسَاقَطَتْ ذُنُوْبُهٗ کَمَا تَسَاقَطُ وَرَقُ الشَّجَرِ'' جب کوئی مسلمان بیمار ہو جاتا ہے تو اس کے ان اعمال کو جو وہ تندرستی کے زمانہ میں انجام دیا کرتا تھا بہترین صورت میں لکھا جاتا ہے اور درخت کے پتوں کی مانند اس کے گناہ جھڑ جاتے ہیں۔ (وسائل الشیعہ جلد اول ص۶۲۴ روایت ۱۸)

۲۔ایک اور روایت میں حضرت امام محمد باقر یا امام جعفر صادق علیہما السلام فرماتے ہیں: ''سَهْرُ لَیْلَةٍ مِنْ مَرَضٍ اَوْ وَجَعٍ اَفْضَلُ وَاَعْظَمُ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ'' کسی بیماری یا درد کی وجہ سے ایک رات کے جاگنے کا اجر ایک سال کی عبادت سے کہیں زیادہ ہے (ایضاً روایت ۶ ص ۶۲۲)

۳۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خداؐ نے فرمایا ''جو شخص ایک شبانہ روز بیمار رہے اور اپنے عیادت کرنے والوں سے اس کا گلہ شکوہ نہ کرے تو ''بَعَثَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَعَ خَلِیْلِهٖ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ الرَّحْمٰنِ حَتّٰی یَجُوْزَ الصِّرَاطَ کَالْبَرْقِ اللَّامِعِ'' خداوند عالم اسے قیامت کے دن اپنے خالص دوست

حضرت ابراہیم خلیل الرحمان علیہ السلام کے ساتھ محشور فرمائے گا یہاں تک کہ وہ پل صراط سے بجلی کے کوندے کی مانند گزر جائے گا (ایضا جلد اول ص ۶۲۸ روایت ۸)

۴۔ابن مسعود روایت کرتے ہیں۔ایک دن۔حضرت رسولؐ خدا مسکرائے،عرض کیا گیا۔میں نے پوچھا۔یا رسولؐ اللہ! آپ کس لئے مسکرائے ہیں؟ فرمایا:''عَجِبْتُ لِمُؤْمِنٍ وَجَزَعِهٖ مِنَ السُّقْمِ ، وَلَوْ يَعْلَمُ مَالَهُ فِي السُّقْمِ مِنَ الثَّوَابِ ، لَاَحَبَّ اَنْ لَّا يَزَالَ سَقِيْمًا حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهُ عَزَّوَجَلَّ'' مومن اور اس کی بیماری سے گھبراہٹ سے تعجب کرتا ہوں، کیونکہ اگر اسے معلوم ہو جائے کہ اس کی بیماری کا کس قدر ثواب ہے؟ تو وہ اس بات کو دوست رکھے کہ ہمیشہ تا ہنگام۔مرگ و۔ملاقات پروردگار بیمار ہی رہے۔(ایضا جلد ۲ص ۶۲۵)

۵۔ایک اور حدیث میں ہے،امام محمد باقر علیہ السلام اپنے پدر بزرگوار سے ہونے والی گفتگو کو بیان فرماتے ہیں کہ:''ایک دن میں سخت بیمار ہوا،والد بزرگوار نے فرمایا:''مَا تَشْتَهِي؟'' کیا چاہتے ہو؟'' میں نے عرض کیا''اَشْتَهِي اَنْ اَكُوْنَ مِمَّنْ لَّا اَقْتَرِحُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّي مَا يُدَبِّرُهُ لِي''میں چاہتا ہو کہ میں اللہ تعالیٰ پر۔جو کہ میرا پروردگار مالک اور میرے امور کو چلانے والا ہے۔حکم نہ چلاؤں اس چیز کے بارے میں جو میرے لئے وہ مناسب سمجھتا ہے!'' یہ سن کر انہوں نے فرمایا''اَحْسَنْتَ ضَاهَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلَ حَيْثُ قَالَ جِبْرَائِيْلُ : هَلْ مِنْ حَاجَةٍ؟ فَقَالَ: لَا اَقْتَرِحُ عَلٰى رَبِّي بَلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ نِعْمَ الْوَكِيْلُ'' شاباش،بہت اچھے! اس طرح سے تم حضرت ابراہیم خلیلؑ اللہ کے ہم پلہ ہو گئے ہو، کیونکہ جب انہیں نار نمرود میں ڈالا جا رہا تھا تو جبرائیلؑ نے ان سے کہا: آیا آپ کو۔میری۔ضرورت ہے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا: میں اپنے پروردگار پر حکم نہیں چلا سکتا، بلکہ خداوند عالم خود ہی میرے لئے کافی ہے اور وہ کیا ہی بہترین کارساز ہے''۔(مستدرک الوسائل جلد ۲ص ۱۴۸ روایت ۱۶۶۸)

۶۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے معصوم اباء و اجداد علیہم السلام سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''خداوند عالم بروز قیامت کچھ بندوں کی سرزنش کرتے ہوئے انہیں فرمائے گا: ''عَبْدِیْ مَامَنَعَکَ اِذَامَرِضْتُ اَنْ تَعُوْدَنِی ''میرے بندے! جب میں بیمار ہوگیا تھا تجھے کیا ہوجاتا اگر تو میری عیادت کرلیتا؟ ''بندہ عرض کرے گا - خداوندا - تو پاک اور منزہ ہے، پاکیزہ اور بے آلائش ہے تو لوگوں کا پالنہار ہے تو کب بیمار ہوتا ہے، یا کب تجھے تکلیف ہوتی ہے؟'' تو خداوند عالم فرمائے گا: ''مَرِضَ اَخُوْکَ الْمُؤمِنُ فَلَمْ تَعُدْہُ، وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِی لَوْعُدْتَہٗ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَہٗ ثُمَّ لَتَکَفَّلْتُکَ بِحَوَائِجِکَ فَقَضَیْتُھَا لَکَ وَذَالِکَ مِنْ کَرَامَۃِ عَبْدِیَ الْمُؤمِنِ وَاَنَاالرَّحْمَانُ الرَّحِیْم ''تیرا مومن بھائی بیمار ہوا تھا تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی، مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر تو اس کی تیمارداری کو جاتا تو مجھے یقیناً اس کے پاس موجود پاتا اور تو اس وقت میں یقینی طور پر تیری حاجات کو پورا کرتا اور یہ سب میرے اس مومن بندے کی عزت وشرف کی وجہ سے ہوتا اور میں تو رحمان ورحیم خدا ہوں ہی۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۶۳۵ روایت ۱۰)

۷۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے مقدس آباواجداد سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: رسولؐ خدا نے فرمایا: ''جو شخص کسی بیمار کی حاجت پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے، خواہ وہ حاجت پوری ہو یا پوری نہ ہوسکے'' خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ'' اس دن کی مانند ہوگا جس دن اپنی ماں کے شکم سے باہر آرہا ہے'' اس پر ایک انصاری نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں ''اگر بیمار، انسان کے اپنے خاندان کا کوئی فرد ہو تو اس کا ثواب تو اور بھی زیادہ ہوگا؟'' فرمایا ''ضرور!'' (ایضاً ص ۶۴۳ روایت ۱)

بیمار کے آداب و مستحبات

نوٹ: امام خمینیؒ یہاں پر اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ اس ضمن میں بیان ہونے والے آداب و مستحبات نیز عیادت اور بیمار پرسی رجائے مطلوبیت کے قصد سے بجالانا بلا اشکال ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ: ''امید ہے اللہ تعالیٰ کو منظور ہو جائے'' جس سے ان کا یہ مقصد ہے کہ وہ ان میں سے بعض آداب کو شرعی نہیں مانتے، لہٰذا انہیں شرعی حکم سمجھ کر بجالانا نہیں چاہیئے۔

○ مسئلہ ۱: مریض کیلئے مستحب ہے کہ وہ جس مرض میں مبتلا ہے اس میں صبر و شکر اختیار کرے اور خداوند عالم کا شکر ادا کرتا رہے۔

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۶۹ میں ہے، مکروہ ہے کہ اگر انسان بیمار نہ ہو اپنے آپ کو بیمار ظاہر کرے۔

○ مسئلہ ۲: بیمار اپنی بیماری کی شکایت، مومن کے علاوہ کسی اور سے نہ کرے۔

○ مسئلہ ۳: گلہ اور شکایت سے مراد یہ ہے کہ مثلاً بیمار کہے'' میں ایسی بیماری میں مبتلا ہوں کہ جس میں کوئی دوسرا مبتلا نہیں ہوا'' یا کہے کہ: ''جس مصیبت میں مَیں گرفتار ہوا ہوں اس میں کوئی دوسرا مبتلا نہیں ہوا'' لیکن اگر کہے کہ مثلاً ''رات مجھے نیند نہیں آئی یا بخار رہا'' وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں اور یہ شکایت شمار نہیں ہوتی۔

○ مسئلہ ۴: مستحب ہے کہ مریض اپنی بیماری کو تین دن تک دوسروں سے چھپائے رکھے، اور کسی پر ظاہر نہ ہونے دے، جبکہ یہ بھی مستحب ہے کہ تین دن کے بعد مومنین کو اپنی مرض سے آگاہ کرے۔

○ مسئلہ ۵: توبہ کی (از سر نو) تجدید کرے۔

○ مسئلہ ۶: وصیت کرے کہ اگر اسے موت آجائے تو اس کی رقم کی کچھ مقدار ضرورت مند رشتہ داروں اور دوسرے ضرورت مند افراد کو دی جائے۔

○ مسئلہ ۷: مومنین کو عیادت اور بیمار پرسی کی اجازت دے۔

○ مسئلہ ۸: دوائی کے استعمال اور معالج کی طرف رجوع کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لے، لیکن اگر اس کے بغیر تندرستی کی امید نہ ہو تو پھر ضرور رجوع کرے۔

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۳۶۳، ۳۶۴ میں ہے کہ اگر صبر کرنے کا امکان ہو اور اس کے لئے خطرے کا موجب بھی نہ ہو تو مستحب ہے کہ علاج معالجہ کو ترک کرے خصوصاً جب مریض کو سردی لگ جائے اور کھانسی آنے لگے یا بخار زور سے آجائے یا آنکھوں میں درد ہو، لیکن اگر دوا دارو کا استعمال ضروری ہو جائے تو پھر معالجہ واجب ہو جائے گا۔

○ مسئلہ ۹: کسی چیز کے کھانے یا کسی کام کے انجام دینے سے یہ احتمال ہو کہ اس سے اسے نقصان پہنچے گا تو اس سے پرہیز کرے۔

نوٹ: مریض کا رفع حاجت کیلئے خود چل کر جانا مکروہ ہے لہٰذا بہتر ہے کہ اسے اٹھا کر لے جایا جائے۔ (مراۃ الکمال ایضا)

○ مسئلہ ۱۰: خود مریض اور اس کے رشتہ داروں کو چاہئے کہ بیمار کی صحت و تندرستی کیلئے صدقہ دیں، کیونکہ روایت کے مطابق حضرت رسولؐ خدا فرماتے ہیں کہ ''دَاوُوا مَرضَاکُم بِالصَّدَقَةِ'' اپنے مریضوں کا علاج صدقہ سے کرو۔ (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۶۲۸)

نوٹ: ایک اور مسئلہ بھی مراۃ الکمال میں مذکور ہے اور وہ یہ کہ بیمار کیلئے مستحب ہے کہ وہ اپنے گھر میں بلند آواز کے ساتھ اذان دے، کیونکہ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں اپنی بیماری کی شکایت کی کہ اسے اولاد نہیں ہوتی، تو امام علیہ السلام

نے فرمایا: ''اپنے گھر میں بلند آواز کے ساتھ اذان دو'' چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی بیماری کو بھی دور کر دیا اور اولاد کثیر سے بھی نوازا۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۲۶۸ منقول از مستدرک الوسائل جلد اول ص ۹۵ باب ۳۹ ابواب الاحتضار حدیث ۹)

○ مسئلہ ۱۱: مومنین کی موجودگی میں اصول دین - توحید، عدل، نبوت، امامت اور قیامت - نیز دوسرے عقائد حقہ کا اقرار کرے۔

○ مسئلہ ۱۲: مریض کیلئے اہم امور میں سے یہ امر ہے کہ اپنے وصیت سے متعلقہ امور کو مرتب کرے، ان امور کو واضح طور پر متعین اور اپنے مقرر کردہ ''وصی'' اور ''ناظر'' کو کھلے الفاظ میں بتادے۔

نوٹ: اس مسئلہ اور دوسرے آنے والے مسئلوں کی مزید وضاحت کیلئے کتاب ہذا کی فصل سوم کا مطالعہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۱۳: مستحب ہے کہ بیمار شخص اپنی نابالغ اولاد کیلئے کسی کو ''قیّم'' یعنی سرپرست مقرر کرے اور ایک دوسرے شخص کو ''ناظر'' یعنی نگران مقرر کرے۔

○ مسئلہ ۱۴: اگر بیمار صاحب ثروت ہو تو اسے چاہئے کہ اپنی ثروت کے ثلث - یعنی ایک تہائی - مال کیلئے وصیت کرے۔

○ مسئلہ ۱۵: مستحب ہے کہ بیمار شخص اپنے لئے کفن - بروقت - تیار رکھے۔

عیادت اور بیمار پرسی

○ مسئلہ ۱۶: بیمار کی عیادت مؤکد مستحبات میں سے ہے حتیٰ کہ بعض روایات کے مطابق ''مریض'' کی عیادت، خداوند متعال کی عیادت ہے، کیونکہ خداوند بیمار مومن کے پاس موجود ہوتا ہے۔

نوٹ: بظاہر مقصود وہی روایت -٦- ہے جو اسی فصل کے آغاز میں بیان ہوئی ہے، نیز سادات اور بنی ہاشم کی بیمار پرسی مستحب مؤکد ہے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ "بنی ہاشم کی عیادت فریضہ اور واجب ہے، ان کی زیارت سنت اور مستحب ہے" (مراۃ الکمال جلد۳ ص ۴٦٦ منقول از مستدرک الوسائل جلد اول ص ۸۳ باب ٦ روایت ۲۱)

○ مسئلہ ۱۷: جو شخص درد چشم میں مبتلا ہو یا جسے تیز بخار ہو یا جس کی بیماری سخت اور طولانی ہو چکی ہو اس کی عیادت مستحب تو ہے لیکن مستحب مؤکد نہیں۔

نوٹ: اسی طرح مراۃ الکمال جلد۳ ص ۴٦٦ میں ہے کہ ایک عیادت کے دو یا تین دن گزر جانے سے پہلے عیادت بھی مستحب مؤکد نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۱۸: بیمار کی عیادت مستحب ہے، اس کا دن یا رات سے کوئی تعلق نہیں۔ یعنی ہر وقت کی جاسکتی ہے۔ بلکہ صبح اور شام کے وقت بھی مستحب ہے۔

نوٹ: اس لئے کہ روایات میں ہے کہ: "جو مومن صبح کے وقت کسی مومن کی عیادت کو جائے تو ستر ہزار فرشتے اس کے پیچھے اس کے ہمراہ ہو جاتے ہیں، جب وہ مریض کے پاس جا بیٹھتا ہے تو "غَمَرَتْهُ الرَّحمَةُ وَاستَغفَرُوا لَهُ حَتّٰى يُمسِيَ" رحمت پروردگار اس کے سراپا وجود کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہے اور وہ فرشتے رات ہونے تک اس کیلئے مغفرت طلب کرتے رہتے ہیں اور اگر رات کو اس کی عیادت کیلئے جائے تو اس کیلئے صبح تک یہی سلسلہ جاری رہتا ہے"۔ (مراۃ الکمال جلد۳ ص ۴٦۵ منقول از کافی جلد۳ ص ۱۲۱ باب ثواب عیادۃ المریض حدیث ۸)

○ مسئلہ ۱۹: عیادت کا کیا مفہوم ہے اور وہ کب صادق آتی ہے؟ اور اس مستحب کو کیونکر بجالایا جاسکتا ہے۔ بس اتنا سمجھ لیں کہ ضروری نہیں ہے کہ مریض کے پاس بیٹھے بلکہ یہ بھی لازم نہیں کہ اس سے اس کا حال دریافت کرے، بلکہ فقط حاضری دینا ہی کافی ہے (عروہ جلد ۱ ص ۲٦۵)

مریض کی عیادت کے آداب

○ مسئلہ ۲۰: جو شخص بیمار کی عیادت کیلئے جارہا ہے اس کیلئے مستحب ہے کہ اپنے ساتھ تحفے کے طور پر کوئی پھل وغیرہ لیتا جائے جس سے بیمار خوش ہو۔

نوٹ: مراۃ الکمال میں ہے کہ (الف) مستحب ہے کہ جب عیادت کرنے والے کی نگاہ مریض پر پڑے تو کہے "اُعِیذُکَ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ ، رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مِنْ کُلِّ عِرْقٍ نَفَّارٍ وَمِنْ شَرِّ النَّارِ" تجھے ہر بہت سی سوجنے والی رگ اور آتش جہنم میں جلنے سے خداوند عظیم کی پناہ میں دیتا ہوں جو عرشِ عظیم کا پروردگار ہے۔

(ب) جب انسان کی نگاہ کسی مرض میں مبتلا شخص پر پڑے تو مستحب ہے کہ اس طرح آہستہ سے یہ دعا پڑھے جسے مریض نہ سن سکے: "اَلْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی کَثِیْرٍ مِمَّنْ خَلَقَ" خدا کا شکر ہے کہ اس نے جس مرض میں تجھے مبتلا کیا ہے اس سے مجھے بچائے ہوئے ہے اور مجھے تجھ پر اور دوسری بہت سی مخلوق پر برتری عطا کی ہے (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۶۸ ص ۴۶۹ منقول از مستدرک الوسائل جلد اول ص ۹۵ باب ۳۹ حدیث ۸،۹)

○ مسئلہ ۲۱: مستحب ہے کہ عیادت کرنے والا بیمار کے پاس بیٹھے مگر زیادہ دیر بھی نہ بیٹھے، لیکن اگر مریض خود اس کا تقاضا کرے تو پھر بیٹھا رہے۔

○ مسئلہ ۲۲: بیمار پرسی کرنے والا مریض کے حق میں دعا کرے۔

○ مسئلہ ۲۳: بہتر ہے کہ عیادت کرنے والا اس طرح دعا کو پڑھے: "اَللّٰھُمَّ اشْفِہٖ بِشِفَائِکَ وَدَاوِہٖ بِدَوَائِکَ وَعَافِہٖ مِنْ بَلَائِکَ" خداوندا! اسے تو اپنی شفا کے ساتھ

تندرستی عطا کر، اپنی دوا سے اس کا علاج فرما اور اپنی بلا سے اسے محفوظ رکھ۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ص ۸۵ روایت ۵۱۴۸۶) البتہ کئی اور بھی دعائیں ہیں جو حضرات معصومین علیہم السلام سے منقول ہیں، ملاحظہ ہو وسائل الشیعہ جلد۲ص ۶۳۹ باب ۱۴ مستدرک جلد۲ص ۸۴ باب ۱۰)

○ مسئلہ ۲۴: عیادت کرنے والے کیلئے مستحب ہے کہ مریض کو دعا کرتے وقت یا مطلق طور پر- خواہ دعا نہ بھی کرے- اپنے ہاتھ کو مریض کے بازو پر رکھے۔

○ مسئلہ ۲۵: مستحب ہے کہ عیادت کرنے والا مریض کی شفایابی کیلئے ستر مرتبہ یا چالیس مرتبہ یا سات مرتبہ حتیٰ کہ کم از کم ایک مرتبہ سورہ فاتحہ- الحمد- کی تلاوت کرے۔ کیونکہ روایات کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں ''لَوْ قُرِأَتِ الْحَمْدُ عَلٰی مَیِّتٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً ثُمَّ رُدَّتْ فِیْہِ الرُّوحُ مَاکَانَ عَجَبًا'' اگر سورہ حمد کو- مردہ کے زندہ کرنے کیلئے- اس پر ستر مرتبہ پڑھا جائے اور روح اس کے جسم میں واپس آجائے تو تعجب کی بات نہیں ہوگی۔

ایک اور روایت کے مطابق کہ: ''مَاقُرِأَ الْحَمْدُ عَلٰی وَجَعٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً اِلَّا سَکَنَ بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاِنْ شِئْتُمْ فَجَرِّبُوا وَلَاتَشُکُّوا'' اگر سورہ حمد کو- بیماری سے شفا- یا درد سے امان کے لئے ستر مرتبہ پڑھا جائے تو وہ خدا کے حکم سے ٹھیک ہو جاتا ہے، اگر تم چاہو تو آزما لو اور کسی قسم کا شک وشبہ نہ کرو۔

نیز ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''مَنْ نَالَتْہُ عِلَّۃٌ فَیَقْرَأُ فِی جَیْبِہٖ الْحَمْدَ سَبْعَ مَرَّاتٍ'' جو کسی درد یا بیماری میں مبتلا ہو تو اسے چاہئے کہ اپنے گریبان میں سات مرتبہ سورہ حمد کو پڑھے۔

○ مسئلہ ۲۶: جو چیز مریض کا دل کھانے کو چاہتا ہے مگر وہ اس کیلئے مضر ہو تو اس سے بچنا چاہئے۔

○ مسئلہ ۲۷: جن باتوں سے مریض کو غصہ آتا ہو اور وہ اس کے مزاج اور طبیعت کے خراب ہونے کا موجب ہوں تو ان سے پرہیز کیا جائے۔

○ مسئلہ ۲۸: عیادت کرنے والے کو چاہئے کہ مریض سے التماس دعا کرے کیونکہ مریض کی دعا قبول ہوتی ہے اور روایات میں ہے کہ: ''ثَلاثَةٌ یُسْتَجَابُ دُعَائُهُم، اَلْحَاجُّ وَالْغَازِیْ وَالْمَرِیضُ '' تین قسم کے لوگوں کی دعا منظور ہوتی ہے حاجی، مجاہد اور بیمار کی۔ (وسائل الشیعہ جلد۳ ص ۶۳۷، عروہ جلد اول ص ۲۶۵، ص ۲۶۶ اور مراۃ الکمال جلد۳ ص ۲۶۷ میں ہے کہ مریض، نابینا اور خصوصاً اپنے رشتہ داروں کی حاجات پوری کرنا مستحب ہے)

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل دوّم (۲)

ملاقات کی تیاری

کچھ احادیث مبارکہ:

۱۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''اَکْثِرُوا مِنْ ذِکْرِ ھَادِمِ اللَّذَّات'' لذتوں کو مٹا دینے والی چیز۔ موت۔ کو زیادہ یاد کیا کرو۔ (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۶۴۹ روایت ۵)

۲۔ روایات میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''موت! موت!!۔ یعنی موت کی فکر میں رہو، موت کو ہر وقت یاد رکھو'' یہاں تک کہ فرمایا ''جب انسان خداوند عالم کی ولایت، سرپرستی اور دوستی کا مستحق ہو جاتا ہے اور سعادت مندی اختیار کرتا ہے تو موت ہمیشہ اس کی آنکھوں کے سامنے اور مدنظر رہتی ہے اور لمبی بے جا آرزوئیں اس کے پس پشت چلی جاتی ہیں لیکن جب شیطان و بدبختی کی ولایت، سرپرستی اور دوستی کا مستحق ہو جائے تو بے جا طولانی آرزوئیں اس کی آنکھوں کے سامنے جلوہ گر ہو کر ہمیشہ اس کے مدنظر رہتی ہیں اور اجل۔ یا موت۔ کو پس پشت ڈال دیتا ہے''۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ: ''آنحضرتؐ سے سوال کیا گیا کہ ''کونسا مومن زیادہ سمجھدار ہوتا ہے؟'' تو حضورؐ نے فرمایا: ''اَکْثَرُھُمْ ذِکْرًا لِلْمَوْتِ وَاَشَدُّھُمْ اِسْتِعْدَادًا'' جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھتا ہے اور دوسروں سے زیادہ خود کو اس

کیلئے تیار رکھتا ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۶۴۹ حدیث ۴)

۳۔ ایک روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''مَا اَنْزَلَ الْمَوتَ حَقَّ مَنْزِلَتِهِ مَنْ عَدَّ غَدًا مِنْ اَجَلِه'' جس نے آئندہ کل کا دن اپنی زندگی میں شمار کیا اس نے موت کو اپنا حقیقی مقام نہیں دیا۔ (ایضاً ص ۶۵۱ روایت ۱)

نیز یہ بھی حضرت امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ''مَا اَطَالَ عَبْدٌ الاَمَلَ اِلَّا اَساءَ الْعَمَلَ'' جو بندہ طولانی آرزوئیں کرتا ہے وہ اپنے کردار اور عمل کو داغدار کر دیتا ہے۔

آپؑ ہی کا ارشاد مبارک ہے جو آپ بار بار دہرایا کرتے تھے کہ: ''لَوْرَایَ الْعَبْدُ اَجَلَهُ وَسُرْعَتَهُ اِلَيْهِ لَابْغَضَ الْعَمَلَ مِنْ طَلَبِ الدُّنْيَا'' اگر انسان اپنی عمر کی مقررہ مدت اور اس کے تیزی کے ساتھ اس کی طرف آنے کو دیکھ لے تو یقیناً حصول دنیا کی تمام تگ و دو کو چھوڑ دے بلکہ وہ اسے برا لگے۔ (ایضاً)

۴۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے آبا و اجداد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام سے موت کے بارے میں آمادگی اور تیاری کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: ''اَدَاءُ الْفَرائِضِ وَاجْتِنَابُ الْمَحَارِمِ وَالْاِشْتِمَالُ عَلَى الْمَكَارِمِ، ثُمَّ لَايُبَالِي اَوَقَعَ عَلَى الْمَوْتِ اَمْ وَقَعَ الْمَوتُ عَلَيْهِ، وَاللهِ مَايُبَالِي ابْنُ اَبِي طَالِبٍ اَوَقَعَ عَلَى الْمَوْتِ اَمْ وَقَعَ الْمَوتُ عَلَيْهِ'' اس سے مراد یہ ہے کہ واجبات کو ادا کیا جائے، محرمات سے پرہیز کیا جائے اور خود کو اخلاق سے آراستہ کیا جائے اور بزرگیوں کی منشاء کی تکمیل کی جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر انسان کو کوئی پروا نہیں کرنا چاہئے کہ اس پر موت آپڑے یا وہ موت پر جا پڑے، خدا کی قسم! ابوطالب کا بیٹا اس بات کی پروا نہیں کرتا کہ وہ موت پر جا پڑے یا موت اس پر آن پڑے۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ ص ۱۰۰ روایت ۱۵۳۴)

موت کی یاد

○ مسئلہ ۲۹: مستحب ہے کہ انسان موت کو بہت زیادہ یاد کرے۔

نوٹ: یہ حکم مریض اور تندرست دونوں کیلئے ہے۔ (مراۃ لکمال جلد ۳ ص ۴۶۹)

بے جا لمبی آرزوئیں

○ مسئلہ ۳۰: مکروہ ہے کہ انسان بے جا لمبی آرزوئیں رکھتا ہو اور اپنی موت کو دور خیال کرے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۸)

کفن وغیرہ کا تیار رکھنا

○ مسئلہ ۳۱: نہایت ہی مناسب ہے کہ مومن اپنے لئے قبر آمادہ رکھے۔ خواہ تندرست ہو یا بیمار۔ نیز یہ امر بھی مستحب ہے کہ اس میں داخل ہو کر قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے۔ (عروہ جلد اول ص ۳۳۴ م ۱۶)

○ مسئلہ ۳۲: انسان اپنی تندرستی کے زمانے اور موت سے پہلے اپنا کفن تیار رکھے اور اسے اپنے گھر میں محفوظ رکھے، اسے بار بار دیکھا کرے، کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا ہے کہ: ''جو شخص اپنا کفن تیار رکھے گا'' کَانَ مَاجُوْرًا کُلَّمَا نَظَرَ اِلَیْہِ '' جب بھی اس کی طرف دیکھے گا تو اسے اس کا اجر و ثواب ملے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ لَمْ یُکْتَبْ مِنَ الْغَافِلِیْنَ وَکَانَ مَاجُوْرًا کُلَّمَا نَظَرَ اِلَیْہِ' وہ غفلت شعاروں میں شمار نہیں ہوگا اور جب بھی اس کی طرف دیکھے گا اجر و ثواب کا حقدار ہوگا۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''کُلَّمَا نَظَرَ اِلَیْہِ کُتِبَتْ لَہٗ حَسَنَۃٌ'' جب بھی اس کی طرف نظر کرے گا ایک نیکی اس کی لکھ دی جائے گی۔ (عروہ جلد اول ص ۳۳۴ م ۲۰، ص ۲۹۷،

الثانی عشر، رسالہ جلد اول ص ۳۴۹، ص ۵۸۴)

○ مسئلہ ۳۳: اسی طرح مستحب ہے کہ اپنے (غسل کے) لئے سدر (بیری کے پتے) اور کافور بھی تیار رکھے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۹۷ - الثانی عشر - رسالہ جلد اول ص ۳۴۹، ۵۸۴)

موت سے فرار

○ مسئلہ ۳۴: وباء اور طاعون سے فرار کرنا جائز ہے۔

(نوٹ: وبا اور طاعون ایسی بیماریوں سے فرار جائز ہے جو چھوت کی بیماریاں کہلاتی ہیں ......اور اگر انسان کو وہاں رہ کر اپنی زندگی کا خطرہ محسوس ہو تو پھر فرار کرنا واجب ہو جائے گا۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۷۲) اور یہ جو بعض روایات میں مذکور ہے کہ "طاعون سے فرار گویا جہاد سے فرار ہے" تو یہ حکم اسلامی ممالک کے سرحدی محافظوں کے ساتھ مخصوص ہے)۔ (ملاحظہ ہو وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۶۴۵ باب ۲۰)

موت کی آرزو

○ مسئلہ ۳۵: انسان کیلئے مکروہ ہے کہ وہ موت کی تمنا کرے، اگرچہ وہ سخت تنگی اور سختی کی حالت میں ہی کیوں نہ ہو اور سخت مشکلات میں گھرا ہوا کیوں نہ ہو، بلکہ مناسب ہے کہ خدا سے دعا کرے: "اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّي وَتَوَفَّنِي اِذَا كَانَتِ الْوَفَاتُ خَيْرًا" خدایا! جب تک میرا زندہ رہنا خیر و خوبی کے ساتھ ہے تو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے مرنے میں خیر و خوبی ہے مجھے موت دیدے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۶۵۹ روایت ۲)

موت کو ناپسند کرنا

○ مسئلہ ۳۶: اگر انسان موت کو ناپسند کرے تو اس کیلئے حرام نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۳۷: جب موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو انسان کو چاہئے کہ خدا سے ملاقات کی تمنا کرے اور اسے دوست رکھے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۸)

نوٹ: ملاحظہ ہو فصلِ چہارم۔

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل سوم (۳)

ملاقات کے وقت کا سامنا

توبہ کے بارے میں کچھ احادیث:

۱۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے سنا آپؑ فرمارہے تھے کہ: ''اِنَّ اللّٰہَ-تَبَارَکَ وَتَعَالٰی- اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ رَجُلٍ اَضَلَّ رَاحِلَتَہٗ وَزَادَہٗ فِی لَیْلَۃٍ ظَلْمَآءَ فَوَجَدَھَا، فَاللّٰہُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَۃِ عَبْدِہٖ مِنْ ذَالِکَ الرَّجُلِ بِرَاحِلَتِہٖ حِیْنَ وَجَدَھَا '' یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے بہت خوش ہوتا ہے اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو تاریک رات میں اپنے زادِراہ اور سواری کو کھودے اور پھر اسے حاصل کرلے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۱ ص ۳۵۸ روایت ۶)

۲۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک حدیث کے ضمن میں فرمایا: ''اِنَّ الْمُؤْمِنَ لَیَذْکُرُ ذَنْبَہٗ بَعْدَ عِشْرِیْنَ سَنَۃً حَتّٰی یَسْتَغْفِرَ رَبَّہٗ فَیَغْفِرَلَہٗ وَ اِنَّ الْکَافِرَ لَیَنْسَاہُ مِنْ سَاعَتِہٖ '' مومن بیس سال گزرجانے کے بعد بھی اپنے گناہ کو یاد رکھتا ہے اور پھر وہ اپنے رب سے اس کی مغفرت طلب کرتا ہے اور خداوند تعالیٰ اسے معاف کردیتا ہے جبکہ کافر فوراً ہی اپنے گناہ کو فراموش کردیتا ہے۔ (ایضاً ص ۳۶۵ روایت ۱)

۳۔ روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: جب خداوند عالم نے ابلیس لعین کو اولادِ آدمؑ پر اس قدر تسلط دے دیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت

میں عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! تو نے میری اولاد پر شیطان کو مسلط کر دیا اور اسے اولاد آدمؑ کی رگوں میں خون کی مانند حرکت کرنے کی طاقت بھی عطا کر دی تو ایسی حالت میں میں اور میری اولاد کیا کریں گے؟'' تو ارشاد پروردگار عالم ہوا: ''لَکَ وَلِوَلَدِکَ السَّیِّئَۃِ بِوَاحِدَۃٍ وَالْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا '' میں نے تمہارے لئے اور تمہاری اولاد کیلئے مقرر کر دیا ہے کہ ہر گناہ ایک اور ہر نیکی دس گنا لکھ دی جائے گی''۔ انہوںؑ نے عرض کیا: ''خداوندا اور بڑھا کر دے'' تو ارشاد ہوا: ''اَلتَّوْبَۃُ مَبْسُوْطَۃٌ اِلٰی اَنْ تَبْلُغَ النَّفْسُ الْحُلْقُوْمَ، اَغْفِرُ وَلَا اُبَالِیْ '' توبہ کا دروازہ کھلا ہے، جب تک کہ آخری سانس گلے تک موجود ہوگی میں بخش دوں گا اور کسی کی پروا نہیں کروں گا'' یہ سن کر حضرت آدمؑ نے عرض کیا: ''یہ میرے لئے کافی ہے''۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۱ص ۳۷۰ روایت ۵)

وصیت کے بارے میں چند روایاتِ معصومین علیہم السلام

۱۔ روایت میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: ''اَلْوَصِیَّۃُ حَقٌّ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ'' وصیت کرنا ہر مسلمان شخص کے ذمہ حق بنتا ہے۔ (ایضاً جلد ۱۳ص ۳۵۲ روایت ۶)

۲۔ نیز فرمایا: 'مَایَنْبَغِی لِامْرِئٍ مُسْلِمٍ اَنْ یَّبِیْتَ لَیْلَۃً اِلَّا وَوَصِیَّتُہٗ تَحْتَ رَاْسِہٖ' کسی مسلمان کے شایان شان نہیں کہ وہ رات گزارے مگر وصیت اس کے سر کے نیچے نہ ہو۔ (ایضاً روایت ۷)

۳۔ اسی طرح فرمایا: ''مَنْ مَّاتَ بِغَیْرِ وَصِیَّۃٍ مَاتَ مِیتَۃً جَاھِلِیَّۃً'' جو وصیت کے بغیر مر جائے وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے۔ (ایضا روایت ۸)

۴۔ روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے والد گرامی سے نقل کرتے

ہوئے فرمایا کہ: ''مَنْ لَمْ یُوصِ عِندَ مَوْتِهِ لِذَوِیْ قَرَابَتِهِ مِمَّنْ لَا یَرِثُهُ، فَقَدْ خَتَمَ عَمَلَهُ بِمَعْصِيَتِهِ'' جو شخص مرتے وقت اپنے ان ورثاء کیلئے جو اس سے وراثت نہیں پاتے، وصیت نہ کرے تو اس نے اپنے اعمال کو معصیت پر ختم کیا۔ (ایضاص ۳۵۵ روایت ۳)

۵۔ اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: ''اَلسُّکْرُ مِنَ الْکَبَائِرِ وَالْحَیْفُ فِی الْوَصِیَّةِ مِنَ الْکَبَائِرِ'' مشیات کا استعمال کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور وصیت میں ظلم وستم بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ (ایضا جلد ۱۳ اص ۳۵۹ روایت ۱۵)

توبہ کے احکام

○ مسئلہ ۳۸: توبہ اور گناہوں سے بازگشت اہم امور اور واجب ترین واجبات میں سے ہے۔

○ مسئلہ ۳۹: توبہ کے معنی ہیں گناہ سے ندامت اور پشیمانی، اس کا تعلق اندرونی اور قلبی کیفیت کے ساتھ ہے، فقط ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّی وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ'' کہنا کافی نہیں ہے، لیکن جب قلبی لحاظ سے ندامت حاصل ہو جائے تو پھر اس کے کہنے کی ضرورت نہیں رہتی، اگر احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اسے زبان پر جاری کیا جائے۔

○ مسئلہ ۴۰: توبہ کی شرط یہ ہے کہ توبہ کرنے والا سنجیدگی کے ساتھ قصد کرلے کہ اب کے بعد گناہوں کی طرف رجوع نہیں کروں گا اور ان کا مرتکب نہیں ہوں گا۔

○ مسئلہ ۴۱: توبہ کا کامل مرتبہ وہی ہے جسے امیر المومنین علی علیہ السلام نے بیان فرمایا ہے۔ (عروہ جلد ۱ اص ۲۶۳)

روایت میں ہے کہ ایک شخص مولا علی علیہ السلام کے حضور کہا: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' تو حضرت نے فرمایا: ''ثَکِلَتْکَ اُمُّکَ اَتَدْرِیْ مَاالْاِسْتِغْفَارُ؟ اَلْاِسْتِغْفَارُ دَرَجَۃُ الْعِلِّیِّیْنَ وَھُوَ اسْمٌ وَاقِعٌ عَلٰی سِتَّۃِ مَعَانٍ'' تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے، آیا جانتے بھی ہو کہ صحیح ۔معنوں میں۔ استغفار اور گناہوں سے بخشش طلبی کیا ہے؟ استغفار حقیقی ۔علیین کا درجہ۔ بہشت کا اعلیٰ ترین درجہ یا اعلیٰ ترین درجہ کے بہشتیوں کا مقام۔ ہے۔ اور یہ ایسا نام ہے، جو چھ معنی کیلئے بولا جاتا ہے اور۔ اس کی شرائط۔ یہ ہیں: ''اَوَّلُھَا النَّدَمُ عَلٰی مَامَضٰی وَالثَّانِیْ الْعَزْمُ عَلٰی تَرْکِ الْعَوْدِ اِلَیْہِ اَبَدًا'' اول: گذشتہ گناہوں پر ندامت اور پشیمانی، دوم: اس بات کا پختہ عزم کہ دوبارہ ہرگز اس کی طرف نہیں جائے گا ''اَلثَّالِثُ اَنْ تُوَءَدِّیَ اِلَی الْمَخْلُوْقِیْنَ حُقُوْقَھُمْ حَتّٰی تَلْقَی اللّٰہَ اَمْلَسَ، لَیْسَ عَلَیْکَ تَبِعَۃٌ وَالرَّابِعُ اَنْ تَعْمِدَ اِلٰی کُلِّ فَرِیْضَۃٍ عَلَیْکَ ضَیَّعْتَھَا فَتُؤَدِّیَ حَقَّھَا'' سوم: ان تمام حقوق الناس کو ادا کرو جو تمہارے ذمہ ہیں تاکہ تم خداوند عالم کے حضور ایسی حالت میں حاضری دو کہ تمہاری پشت حقوق الناس کے بوجھ سے خالی ہو اور تمہیں کسی سزا کا سامنا نہ کرنا پڑے، چہارم: اس بات کا پختہ ارادہ کرلو کہ جو بھی واجب ضائع کرچکے ہوا سے ادا کروگے ''وَالْخَامِسُ: اَنْ تَعْمِدَ اِلَی اللَّحْمِ الَّذِیْ نَبَتَ عَلَی السُّحْتِ فَتُذِیْبَہُ بِالْاَحْزَانِ، حَتّٰی تُلْصِقَ الْجِلْدَ بِالْعَظْمِ وَیَنْشَاءُ بَیْنَھُمَا لَحْمٌ جَدِیْدٌ'' پنجم: اس بات کا بھی پختہ عزم کرلو کہ جو گوشت حرام مال کھا کر تمہارے جسم میں اُگا ہے اسے رنج وغم اور خوفِ خدا کے ذریعہ پگھلا دو یہاں تک کہ تمہاری جلد ہڈیوں سے جا چمٹے اور پھر ان کے درمیان ایک نیا گوشت پیدا ہو ''وَالسَّادِسُ اَنْ تُذِیْقَ الْجِسْمَ اَلَمَ الطَّاعَۃِ، کَمَا اَذَقْتَہٗ حَلَاوَۃَ الْمَعْصِیَۃِ فَعِنْدَ ذَالِکَ تَقُوْلُ ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ'' '' ششم اپنے جسم کو اطاعت الٰہی کی تکلیفوں کا ذائقہ چکھاؤ جس طرح اسے معصیت پروردگار کی شیرینی سے بہرہ مند کیا ہے تب کہیں

جا کر کہو "استغفر اللہ" یعنی خدا سے گناہوں کی بخشش طلب کرتا ہوں۔ (نہج البلاغہ حکمت ۴۱۷)

مرنے کی تیاری

جس شخص کیلئے موت کی تمام نشانیاں ظاہر ہو چکی ہوں اسے توبہ کے علاوہ مندرجہ ذیل امور کا انجام دینا واجب ہے۔

ا۔۲: واجبات کی انجام دہی، لوگوں کے حقوق واموال کی ادائیگی کیلئے وصیت کرنا۔

مرنے کے موقع پر مندرجہ ذیل چھوٹے بڑے اموال اور حقوق ہوتے ہیں جن کا تعلق لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اور ان کی ادائیگی ضروری ہوتی ہے۔

اول: لوگوں کے عین مال، مثلاً امانتیں، عاریۃً لی ہوئی چیزیں، مضاربہ کا مال اور اصل سامان وغیرہ۔

دوم: حقوق، کہ ان کی دو قسمیں ہیں

الف: حقوق الناس: جیسے کسی کو دی ہوئی ضمانتیں، دیت جو واجب الادا ہوتی ہے، جرائم کا تاوان، مقررہ مدت پر قرض کی ادائیگی، کچھ عرصہ بعد ادا کیا جانے والا قرضہ۔

ب: حقوق اللہ: اور واجبات کہ خود جن کی دو قسمیں ہیں

اول: مالی واجبات مثلاً! کفارے، نذریں (مانی ہوئی منتیں) خمس اور زکوٰۃ وغیرہ۔

دوم: صرف ایسے جسمانی واجبات جنہیں انسان کی زندگی میں کوئی شخص نائب بن کر انجام نہیں دے سکتا، لیکن مرنے کے بعد جائز ہوتا ہے کہ انہیں ورثاء خود انجام دیں یا ان کی انجام دہی کیلئے کسی دوسرے کو اجیر مقرر کریں اور ان کی بھی دو قسمیں ہیں

۱: ایسے امور کہ جن کی ادائیگی انسان کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہوتی ہے جیسے نمازوں اور روزوں کی قضا۔

۲: ایسے امور جن کی ادائیگی انسان کے مرنے کے بعد اس کے بڑے بیٹے پر واجب نہیں ہوتی جیسے حج کی قضا اور نیابت۔

○ مسئلہ ۴۲: موت کی علامتوں کے ظاہر ہونے کے وقت اگر انسان کو یقین یا اطمینان ہو کہ اس کے پسماندگان، لوگوں کے عین اور اصل مال کو اس کے مالکوں تک پہنچا دیں گے اور حقوق اللہ اور حقوق الناس کو بالکل صحیح طریقے سے اور کماحقہٗ ادا کر دیں گے اور مالی اور جسمانی واجبات کو انجام دیں گے تو انسان پر واجب نہیں کہ ایسے موقع پر انہیں بذات خود انجام دے یا وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد ایسا کیا جائے۔ اگرچہ ایسا کرنا یعنی خود ادا کرنا یا اس بارے وصیت کرنا مستحب اور بہتر ہے۔

اگر انسان کو یقین یا اطمینان ہو کہ اس کے پسماندگان لوگوں کے اموال ان تک نہیں پہنچائیں گے اور حقوق و واجبات کو ادا نہیں کریں گے لیکن اسے یہ اطمینان ہو کہ اگر وصیت کرے گا تو وہ اس پر عمل کریں گے تو واجب تخییری کی صورت میں اسے اختیار ہے کہ یہ کام وہ خود انجام دے یا وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے پسماندگان اسے انجام دیں اور اگر اسے اطمینان نہیں ہے کہ اس کی وصیت پر عمل کریں گے تو واجب ہے کہ درج ذیل ترتیب کے لحاظ سے خود ہی اس کام کو انجام دے۔ (تحریر الوسیلہ جلد اول ص ۵۷ جلد ۲ ص ۸۲ م اول و دوم عروہ جلد ۱ ص ۲۶۳ م اول، جلد دوم ص ۷۱۵ م ۳)

○ مسئلہ ۴۳: اگر انسان کو اس بات کا یقین اور اطمینان نہ ہو کہ اس کے پسماندگان

لوگوں کے اموال ادا کردیں گے اور واجبات وحقوق بھی ادا کردیں گے لیکن اس بات کا اطمینان ہو کہ اگر وصیت کروں گا تو اس پر عمل کریں گے تو اس پر واجب تخییری کی صورت فرض بن جائے گا کہ دو کاموں میں سے ایک کو ضرور انجام دے یا تو بذات خود لوگوں کے حقوق و اموال ان تک پہنچائے اور حقوق اللہ کو ان کے بتائے ہوئے رستوں میں لگائے یا پھر وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے پسماندگان اس کے کاموں کو انجام دیں، البتہ اگر ان کے وصیت پر عمل نہ کرنے کے بارے میں اطمینان ہو تو پھر واجب ہو جاتا ہے کہ- امکانی صورت میں- خود ہی ان کاموں کو اپنے ذمہ لے کر انجام دے کیونکہ ''واجب موسّع ''یعنی وسیع وقت والے واجبات اور وقت کی پابندی والے واجبات چاہے وہ جسمانی ہوں جیسے نماز و روزوں کی قضا، یا مالی ہوں جیسے مطلق نذورات کہ جن کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں یا جیسے کفارہ وغیرہ- موت کی علامتیں ظاہر ہونے کے وقت ''واجب مضیّق'' ہو جاتے ہیں یعنی ان کا وقت تنگ ہو جاتا ہے، لہٰذا انسان کو چاہئے کہ تاحدِ امکان واجبات جسمانیہ کو فوراً اور خود ہی انجام دے، لیکن اگر ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد ان واجبات جسمانیہ کو بھی ادا کیا جائے جنہیں انسان کی زندگی میں نیابت کے طور پر انجام نہیں دیا جا سکتا تھا، جیسے نماز اور روزوں اور غالباً حج بھی اور ان کو بھی ادا کیا جائے جنہیں انسان کی زندگی میں نیابت کی صورت میں انجام دیا جا سکتا ہے، جیسے نماز اور روزوں کی قضا ہے خواہ یہ واجبات وہ خود انجام دیں یا کسی کو اجیر بنائیں خواہ یہ واجبات کسی عذر کی وجہ سے رہ گئے ہوں یا کسی عذر کے بغیر چھوٹے ہوں۔

نوٹ: وہ واجبات جو ''مُوسّع'' ہوتے ہیں یعنی جن کی ادائیگی کا زمانہ وسیع ہوتا ہے مثلاً نماز اور روزوں کی قضا یا وہ مطلق نذور ہوتی ہیں جن کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں کیا جاتا یا کفارے وغیرہ کی ادائیگی کا تعلق واجبات موسّع سے ہے۔ لیکن جب موت کی علامتیں ظاہر

ہو جائیں تو پھر ان کا وقت تنگ ہو جاتا ہے اور" واجبات مضیّق "بن جاتے ہیں لہٰذا واجب ہے کہ انسان ان کی ادائیگی کیلئے جلدی کرے اور امکانی صورت میں بذات خود بجالائے اور اگر ممکن نہ ہو تو پھر ان کے بارے میں وصیت کرے، کیونکہ انسان پر واجب ہے کہ امکانی صورت میں ان سے عہدہ برآ ہو جائے اور حال حیات میں جن کی نیابت صحیح نہیں ہوتی تو اسے چاہئے کہ کسی کو نائب مقرر کرے جو اس کے مرنے کے بعد وہ فرائض ادا کرے اور وصیت کر کے خود کو بری الذمہ قرار دے۔ (عروہ جلد۲ ص ۱۵۷ م ۳)

○ مسئلہ ۴۴: جب موت کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں تو انسان پر واجب ہو جاتا ہے کہ امکانی صورت میں لوگوں کے اصل مال انہیں واپس کر دے جیسے امانتیں ہیں یا عاریۃً لی ہوئی چیزیں ہیں اور مضاربہ کا مال ہے اور لوگوں کا اصل سامان وغیرہ ان کے مالکوں کو واپس کرے، اور اگر ممکن نہ ہو اور نہ ہی اسے انجام دے سکتا ہو تو واجب ہے کہ وصیت کرے کہ اس کے پسماندگان یہ فریضہ ادا کریں۔

نیز واجب ہے کہ امکانی صورت میں جلدی کرتے ہوئے نماز اور روزے جیسے جسمانی واجبات کی قضا خود بجالائے، اگر ممکن نہ ہو یا نہ بجالا سکتا ہو تو واجب ہے کہ وصیت کرے کہ جن واجبات جسمانیہ مریض انسان کی زندگی میں نہیں بجالائی جاسکتی اور مرنے کے بعد بجالائی جاسکتی ہیں جیسے نماز، روزہ اور غالباً حج بھی کہ جن کی انسان کی زندگی میں نیابت کی صورت میں قضا نہیں بجالائی جاسکتی بلکہ مرنے کے بعد ہی ادا کی جاسکتی ہیں اور ان کی ادائیگی کیلئے کسی کو اجیر مقرر کیا جاسکتا ہے، جیسے نماز روزے کی قضا، تو واجب ہے کہ وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد انہیں بجالایا جائے اور کسی کو ان کی انجام دہی کیلئے اجیر مقرر کرے خواہ یہ واجبات کسی عذر کی وجہ سے ادا نہ کیے ہوں یا بغیر عذر کے بجا نہیں لائے۔

اسی طرح واجب ہے کہ زکوٰۃ، خمس اور دیگر مالی واجبات مثلاً کفارے اور نذر وغیرہ جو

اس کے ذمہ ہیں ادا کرے یا وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد ادا کئے جائیں۔

خلاصہ کلام امکانی صورت مین واجب ہے کہ انسان کے ذمہ جو بھی حقوق الناس بنتے ہیں مثلاً قرضے، ضمانتیں، دیات اور جرائم کے جرمانے وغیرہ کو خود ادا کرے اگر ممکن نہ ہو تو اس بارے وصیت کر جائے۔ (تحریر جلد۱ ص ۵۷، جلد۲ ص ۸۲ م ۱، عروہ جلد۱ ص ۲۶۳ م ۲،۱ جلد۲ ص ۱۵۷ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۴۵: وصیت کرنے والے کو چاہئے کہ وصیت کے مندرجات واضح اور مضبوط بنائے، یعنی اس انداز میں وصیت کرے کہ اس کے مرنے کے بعد وصیت میں کسی قسم کا خلل پیدا ہونے کا احتمال نہ ہو۔ (عروہ جلد۱ ص ۲۶۴ م ۱)

○ مسئلہ ۴۶: لوگوں کے اموال کی ادائیگی کیلئے انسان پر واجب ہے کہ اپنی وصیت پر کسی کو گواہ ٹھہرائے خاص طور پر اگر اس کے وارثوں کو اس کی وصیت کا علم نہ ہو۔ (تحریر جلد۲ ص ۸۲ م ۱

○ مسئلہ ۴۷: خصوصیت کے ساتھ ان حقوق الناس کے بارے میں اس بات پر زیادہ توجہ دینا ہوگی جن کی ادائیگی کا وقت پہنچ چکا ہو تو اس بارے میں گذشتہ ترتیب پر عمل کرنا ہوگا یعنی امکانی صورت میں اسے ادا کر دیا جائے اگر ممکن نہ ہو تو وصیت کرے لیکن اگر ادائیگی کا وقت ابھی دور ہے تو پھر اس کا جلد ادا کرنا واجب نہیں ہے لیکن یہ وصیت ضرور کر جائے کہ اس کے پسماندگلن ادائیگی کا وقت آجانے پر اسے ادا کر دیں۔ (تحریر جلد۲ ص ۸۲ م ۱، عروہ جلد۲ ص ۱۵۷ م ۳)

○ مسئلہ ۴۸: اگر انسان کا ولی اور بڑا بیٹا موجو ہے (جس کی وضاحت کیلئے کتاب کی آخری فصل دیکھیں)، اس کا عمل شرعی طور پر صحیح بھی ہے۔ یعنی دیوانہ نہیں ہے۔ اور والد کو یہ اطمینان بھی ہو کہ اس کا یہ بیٹا اس کے فوت شدہ اعمال بجالائے گا اور وہ اپنے نقطۂ نظر سے بیٹے کے اعمال کو صحیح اور درست بھی سمجھتا ہے تو پھر اس پر واجب نہیں ہے کہ اس بات کی وصیت کرے

کہ اس کے عذر یا بغیر عذر کے فوت شدہ اعمال مثلاً نماز اور روزہ کی قضا بجالائے۔

لیکن اگر مرنے والے کا کوئی ولی نہ ہو یا ہو تو سہی مگر شرعی نظر سے اس کے اعمال صحیح نہ ہوں یا والد کو اس کے اعمال بجالانے پر اطمینان نہ ہو یا اس کے اعمال کو صحیح نہ سمجھتا ہو تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ ولی کو ان امور سے مطلع کرے یا وصیت کرے کہ وہ اس کے مرنے کے بعد مذکورہ اعمال کو بجالائے۔ یا ادائیگی کیلئے کسی کو اجیر بنے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۵ جلد ۲ ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۲۶۴)

○ مسئلہ ۴۹: اگر انسان کے پاس فوت شدہ واجبات کے اخراجات موجود ہیں اور وہ واجبات اس کے ذمہ ہوں جن کی زندگی میں نیابت نہیں ہو سکتی مثلاً نماز، روزہ اور غالباً حج تو واجب ہے کہ اس بارے میں وصیت کرے بلکہ مطلقاً اگر احتمال بھی ہو کہ کوئی شخص اس کے مرنے کے بعد محض رضائے خدا کی خاطر رضا کارانہ یہ کام انجام دے گا تو بھی احتیاط واجب کی بنیاد پر وصیت کرے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۵ عروہ جلد ا ص ۲۶۴ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۵۰: وہ تمام مقامات جہاں پر وصیت پر عمل درآمد کیلئے رقم کی ادائیگی کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً جسمانی واجبات کی انجام دہی کیلئے اجیر مقرر کرنا۔ جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے۔ اور حقوق الناس کی ادائیگی اور مالی واجبات جیسے زکوٰۃ اور خمس وغیرہ کی ادائیگی کیلئے تو اگر انسان اپنی طرف سے مال چھوڑے جارہا ہے تو وصیت کرنا واجب ہے نیز اگر مال نہیں چھوڑے جارہا لیکن اسے احتمال ہے کہ کوئی شخص رضائے خدا کی خاطر رضا کارانہ طور پر انجام دے گا یا بیت المال سے ادائیگی کی جائے گی تو بھی وصیت کرنا واجب ہے۔ (عروہ جلد ۲ ص ۱۵ ۷ م ۳)

نوٹ ا: مذکورہ مسئلہ اور اس سے پہلے مسئلہ کو پیش نظر رکھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ امام خمینیؒ کا گزشتہ مسئلے میں احتیاط واجب پر مبنی نظریہ ہے اور مذکورہ بالا مسئلہ کی صورت عمومی ہے اور

ظاہراً اس سے مسئلے کے موضوع کو بھی شامل ہے۔ لہٰذا جس طرح مسئلوں کو علیحدہ علیحدہ کر کے بیان کیا گیا ہے ان میں امام خمینیؒ کے نظریہ کے فرق کو بھی بیان کیا جاتا اور بتایا جاتا کہ ہر ایک مسئلے کا موضوع جداگانہ ہے اور دونوں مسائل کو آپس میں ملایا نہ جائے یا اس لئے بھی چونکہ مذکورہ مسئلہ کو عروہ کی دوسری جلد میں بیان کیا گیا ہے اور اس سے پہلے مسئلہ کو عروہ کی پہلی جلد میں بیان کیا گیا ہے، جس سے یہ سمجھا جائے گا کہ دوسری جلد والے مسئلہ میں امامؒ نے نظر ثانی فرمائی ہے اور آپ کا آخری نظریہ یہی ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ ۲: گذشتہ مطالب کیلئے ملاحظہ ہو رسالہ توضیح المسائل جلد ۲ ص ۵۷۵ ص ۵۷۶ (م ۲۷۰۰، ۲۷۰۱، ۲۷۰۲) چنانچہ مسئلہ ۲۷۰۰ ملاحظہ ہو "جب انسان اپنے اندر موت کی علامتیں دیکھے تو اسے چاہئے کہ فوراً لوگوں کی امانتیں انہیں پہنچادے اور اگر کسی کا قرضہ دینا ہے اور اس کی ادائیگی کا وقت پہنچ چکا ہے تو وہ بھی فوراً ادا کر دے، اگر وہ ادا نہیں کر سکتا یا قرضے کی ادائیگی کا وقت ابھی دور ہے تو اسے چاہئے کہ اس بارے میں وصیت کرے اور وصیت پر گواہ ٹھہرائے لیکن اگر قرضہ کی مقدار بھی معلوم ہے اور اسے اطمینان بھی ہے ورثاء اسے ادا کر دیں گے تو پھر وصیت کرنا ضروری نہیں ہے"۔

(مسئلہ ۲۷۰۱ ملاحظہ ہو): "جو شخص اپنے اندر موت کی علامتیں ملاحظہ کرے اور اس کے ذمہ خمس، زکوٰۃ اور مظالم کی ادائیگی باقی ہے تو اسے فوراً ادا کر دینا چاہئے اور اگر فوراً ادا نہیں کر سکتا اور اس کے پاس مال بھی ہے یا اسے احتمال ہے کہ کوئی شخص اسے ادا کر دے گا تو اسے چاہئے کہ وصیت کرے، اسی طرح حج اگر اس پر واجب ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے"۔

(مسئلہ ۲۷۰۲) "جو شخص اپنے اندر موت کی علامتیں دیکھے اور اس کے ذمہ نماز، روزے وغیرہ کی قضا بھی باقی ہے تو اسے چاہئے کہ وصیت کرے کہ ان کی ادائیگی کیلئے اس کے مال سے اجیر مقرر کیا جائے۔ بلکہ اگر اس کا مال نہ ہو لیکن اسے احتمال ہو کہ کوئی شخص کچھ لئے بغیر

انہیں انجام دے گا پھر بھی واجب ہے کہ وصیت کرے اور اگر رسالہ توضیح المسائل کے مسئلہ ۱۳۷۰ تا ۱۳۸۹ میں قضا کے بارے میں تفصیل کے ساتھ مذکور نماز روزوں کی قضا اس کے ذمہ ہے جس کی ادائیگی بڑے بیٹے پر واجب ہوتی ہے تو اسے چاہیے کہ بڑے بیٹے کو اس کی اطلاع دے یا وصیت کرے کہ ان چیزوں کو بجالایا جائے"۔

وصی کا تقرر

○ مسئلہ ۵۱: وصیت کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ کسی شخص کو اپنی واضح کردہ وصیتوں کی انجام دہی کیلئے متعین کرے اور وہ شخص متعین ہو جائے گا اور اسے "موصیٰ الیہ" یا "وصی" کہا جائے گا۔ (تحریر جلد ۲ ص ۹۰ م ۳۸)

وصی کا فریضہ

○ مسئلہ ۵۲: وصی کا فریضہ اس حد تک ہے جتنا وصیت کرنے والا واضح کرے۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: بعض اوقات وصیت کرنے والا وصی کی وصایت کو محدود صورت میں بیان کرتا ہے اور اس کی حدود کو وضاحت کے ساتھ بیان کر دیتا ہے، یعنی یا تو اسے ایک کام کے بارے میں وصی بناتا ہے یا مخصوص اندازے اور مخصوص کیفیت کو واضح کر دیتا ہے اور اسے اس بارے میں وصی قرار دیتا ہے، تو ایسی صورت میں وہ وصیت کردہ حدود تک ہی محدود رہے گا اور اس سے تجاوز نہیں کرے گا۔

ب: جبکہ بعض اوقات وصیت کرنے والا مطلق صورت میں وصیت کرتا ہے اور کسی قسم کی حدود و قیود مقرر نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ "تم میرے وصی ہو" تو ایسی صورت میں اگر عرف خاص

موجود ہو یعنی کوئی قرینہ وصیت کرنے والے کی مراد کو واضح کردے تو اسے اسی پر عمل کرنا ہوگا، جیسا کہ بعض قبائل کے عرف میں اس قسم کی صورتحال رائج ہے کہ لوگوں کو میت کے ذمہ قرضہ ادا کرتا ہے یا لوگوں کے ذمے میت کا قرضہ وصول کرتا ہے، لوگوں کی امانتیں اوران کا اصل مال انہیں واپس کرتا ہے، میت کے مال سے تہائی مال (۱/۳ حصہ) نکال کر- خواہ حاکم شریعت کے حکم کے مطابق ہی کیوں نہ ہو- وہاں خرچ کرتا ہے جہاں میت کیلئے فائدہ ہوتا ہے- مثلاً عبادت کی بجا آوری کیلئے اجیر مقرر کرنا، میت کے حقوق واجبہ کو ادا کرنا، اس کے ذمہ مظالم کا ادا کرنا وغیرہ۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس قسم کے ''وصی'' کو میت کے چھوٹے چھوٹے اور نابالغ بچوں کا ''قیم'' یعنی ''سرپرست'' شمار کیا جاسکتا ہے؟ تو اس میں تامل اور اشکال ہے، لہٰذا احتیاط واجب کی بنا پر نابالغ بچوں کی ''قیمومیت'' یعنی سرپرستی اوران کے امور کو چلانے کیلئے حاکم شرع کی اجازت حاصل کی جائے۔ خلاصۃ الکلام اس صورت میں ''معیار'' عرف کو قرار دیا جائے گا جو وصی کے قرینہ سے اس کی مراد کو واضح کرے اور یہ عرف زمان اور مکان کے اختلاف سے مختلف ہوتا رہتا ہے، لیکن اگر عرف میں اس بات پر کوئی قرینہ موجود نہ ہو جو وصیت کرنے والے کے مقصود کو واضح کرے تو پھر اس قسم کا وصی قرار دینا بے مقصد، بے فائدہ اور لغو ہوگا۔ (تحریر جلد۲ ص۹۲ م۴۹)

وصی کے شرائط

○ مسئلہ ۵۳: وصی- اور وہ شخص جو میت کے حقوق واجبہ کی ادائیگی کے لئے مقرر کیا جائے، اس- میں مندرجہ ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے:

الف: ''بالغ ہونا'' البتہ کسی بچے کو ایک بالغ اور کامل وصی کے ساتھ ملا کر وصی بنایا جا

سکتا ہے، اسی صورت میں بالغ اور کامل آدمی بچے کے بالغ ہونے تک مستقل صورت میں اور اپنی صواب دید کے مطابق وصیت کے متعلقہ امور کو سرانجام دے گا اور جب بچہ بالغ ہو جائے گا تو دونوں ملکر کام کریں گے۔

ب: ''عاقل ہونا'' بنابریں دیوانے شخص کو وصی مقرر نہیں کیا جا سکتا۔

ج: ''مسلمان ہونا'' لہٰذا کافر کو مسلمان کا وصی قرار نہیں دیا جا سکتا، خواہ کافر ذمی ہو اور مسلمان میت کا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (تحریر جلد ۲ ص ۹۰ م ۳۸، ۳۹۔ رسالہ جلد ۲ ص ۵۷۷ م ۲۷۰۴)

د: ''امین، باکردار، قابل اعتماد اور باوثوق ہو'' واجب نہیں ہے کہ عادل بھی ہو، البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ عادل بھی ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۴ م ۴۔ رسالہ جلد ۲ ص ۵۷۷ م ۲۷۰۴۔ تحریر جلد ۱ ص ۵۸ م ۱۔ جلد ۲ ص ۹۰ م ۳۸، ۳۹)

○ مسئلہ ۵۴: اگر کوئی شخص یہ وصیت کرے کہ اس کے ثلث (۱/۳) مال سے غیر واجب خیر کے راستے میں خرچ کیا جائے، تو اگر ''وصیت عہدیہ'' ہو تو واجب نہیں ہے کہ وصی امین اور باکردار انسان ہو۔ البتہ یہ بات پھر بھی اشکال سے خالی نہیں خاص کر جب وصیت غریبوں اور فقیروں کے بارے میں ہو۔ تو ایسی صورت میں بھی احتیاط واجب یہی ہے کہ وصی امین اور باکردار انسان ہو، لیکن اگر ''وصیت تملیکیہ'' ہے تو پھر ایسی صورت میں یقیناً واجب ہے کہ وصی امین ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۴ م ۴)

نوٹ: ''وصیت تملیکیہ'' یہ ہوتی ہے کہ انسان وصیت کرے کہ اس کا بچ جانے والا کچھ مال کسی شخص کو دے دیا جائے جبکہ ''وصیت عہدیہ'' یہ ہوتی ہے کہ انسان اپنی تجہیز و تکفین یا اپنے نماز، روزہ بجالانے یا حج ادا کرنے وغیرہ کے بارے میں وصیت کرے۔ (ملاحظہ ہو تحریر جلد ۲ ص ۱۲)

نگران کا تقرر

○ مسئلہ ۵۵: وصیت کرنے والے کیلئے جائز ہے کہ کسی شخص کو وصی پر نگران مقرر کرے

نگران کا فریضہ

○ مسئلہ ۵۶: نگران کا فریضہ وصیت کرنے والے کی شرائط اور نظریہ کے مطابق اور اس کے تابع ہوگا جو مندرجہ ذیل دو صورتوں میں انجام پائے گا اور اسی مقدار اور اندازے کے مطابق ہوگا جو وصیت کرنے والا متعین کرے گا۔

الف: بعض اوقات وصیت کرنے والا ان امور کے بارے میں اطمینان حاصل کرنے کیلئے کہ جن کے بارے میں وصی کو وصیت کرتا ہے، ایک نگران مقرر کرتا ہے تا کہ جو اعمال وصی انجام دے وہ اسی نگران کی نگرانی میں انجام دے۔ بایں صورت کہ اگر نگران دیکھے کہ وصی مقرر کردہ شرائط کے تحت وصیت پر عمل نہیں کر رہا تو وہ اسے روکے اور وصی پر نگران مقرر کرنے کی غرض و غایت شاید یہی ہے۔

ب: بعض اوقات وصیت کرنے والے کو وصی کے نظریات اور اس کی آرا پر اطمینان نہیں ہوتا بلکہ نگران کے آرا اور نظریات پر اطمینان ہوتا ہے لہٰذا اسے وصی پر نگران بنا دیتا ہے تا کہ وصی کے ذریعہ سرانجام پانے والے امور اس کے زیرِ نظر انجام پائیں اور جو نگران بہتر سمجھے اسی کے مطابق عمل کیا جائے۔

○ مسئلہ ۵۷: ہر چند کہ وصی اپنے تصرف اور عمل کے لحاظ سے ایک مستقل حیثیت رکھتا ہے، لیکن رائے اور نظریہ کے لحاظ سے قطعاً مستقل نہیں ہے لہٰذا اس کے اعمال، نگران کے نظریہ کے مطابق انجام پانے چاہئیں، ورنہ قابل قبول نہیں ہوں گے لیکن اگر وصی نگران کی طرف رجوع

نہ کرے اوراس کی اطلاع کے بغیر کوئی عمل اپنی خودسری سے انجام دے اور وہ عمل وصیت کرنے والے کی تصریحات کے مطابق بھی ہوتو اگر نگران گزشتہ مسئلے کی شق ''الف'' کے مطابق مقرر کیا گیا ہوتو اس کا عمل قابل اجرا اور صحیح ہوگا اور اگر شق ''ب'' کے مطابق اس کا تقرر کیا گیا ہوتو پھر نہ صحیح ہوگا اور نہ قابل اجراء ہوگا۔ (تحریر جلد۲ص ۹۳م ۵۴)

سرپرست کا تقرر

○ مسئلہ ۵۸: اگرانسان کا ایک یا کئی چھوٹے اور نابالغ بچے ہوں اوران کیلئے کوئی قیّم یا سرپرست مقرر نہ کرنے سے اولاد کے حقوق ضائع ہونے یاان کے اموال اور حقوق تلف کرنے کے زمرے میں آتے ہوں تو واجب ہے کہ مرنے والا کسی شخص کوان کا قیّم اور سرپرست مقرر کرے لیکن اگر مذکورہ صورتحال درپیش نہ ہوتو پھر ایسا کرنا واجب نہیں ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ م ا ،عروہ جلدا ص ۲۶۴ م ۴، رسالہ توضیح جلد۲ص ۵۷۶ م ۲۷۰۳)

○ مسئلہ ۵۹: صغیراور نابالغ بچے یا بچوں کیلئے باپ یا دادا کسی کوان کا سرپرست مقرر کر سکتا ہے بشرطیکہ ان دو میں سے کوئی ایک نہ ہو، لیکن اگر دونوں موجود ہیں تو ان میں سے کوئی بھی کسی اور شخص کو مستقل صورت میں سرپرست مقرر نہیں کرسکتا۔

○ مسئلہ ۶۰: میت کے صغیراور نابالغ اولاد کے باپ یا دادا کی موجودگی میں حاکم شرع کسی اور کو سرپرست مقرر نہیں کرسکتا لیکن جب ان دونوں میں سے کوئی ایک موجود نہ ہوتو پھر حاکم شرع کو حق ولایت حاصل ہوگا۔

○ مسئلہ ۶۱: والدین اوران کے نہ ہونے کی صورت میں حاکم شریعت کے علاوہ کسی کو بھی حتّٰی کہ ماں کو بھی حق حاصل نہیں ہے کہ میت کی نابالغ اور صغیر اولاد کیلئے قیم یا سرپرست مقرر

کرے۔ (تحریر جلد ا ص ۹۳ م ۵۴، عروہ جلد ا ص ۷۲۵ م ۱۱)

سر پرست کے شرائط

○ مسئلہ ۶۲: میت کی صغیر اور نابالغ اولاد پر مقرر کیے جانیوالے سرپرست کیلئے بھی وہی شرائط ہیں جو میت کے مال کیلئے مقرر کیے جانے والے وصی کیلئے ہیں (تحریر جلد ۲ ص ۹۳ م ۵۵)

○ مسئلہ ۶۳: قیم (سرپرست) کو امین ہونا چاہیے اور ہر وقت میت کے صغیر بچوں کے مفادات کو پیش نظر رکھنا چاہیے البتہ اس کیلئے عادل ہونا واجب نہیں ہے ہر چند کہ احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ عادل بھی ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ م ۱ جلد ۲ ص ۹۳ م ۵۵ عروہ جلد ا ص ۲۶۴ مسئلہ ۴ رسالہ جلد ۲ ص ۵۷۶ م ۲۷۰۴)

سر پرست کے فرائض

○ مسئلہ ۶۴: سرپرست کے فرائض وصیت کرنے والے کی شرائط کے تابع ہیں،

بنابریں:

الف: اگر وصیت کرنے والا اسے صرف کسی خاص چیز یا کام کیلئے متولی مقرر کرے اور خاص حد تک اسے تصرف کی اجازت دے تو اسے چاہیے کہ صرف اسی حد تک اکتفا کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے اور اس سے زیادہ میں تصرف کی اجازات کا حق حاکم شریعت یا اس کے منصوب کردہ نمائندے کے ہاتھ میں ہے، بنابریں اگر مثلاً وصیت کرنے والا اسے صرف اپنے مال کی حفاظت، اخراجات کے امور اور اسے خرچ کرنے کے بارے میں سرپرست مقرر کرتا ہے تو وہ اور دوسری چیزوں، مثلاً اموال کی خرید وفروخت وغیرہ، اسے کرایہ پر دینے کی سرپرستی کا حق نہیں رکھتا اسی طرح اس کی سرپرستی بچوں کو اجیر بنانے کے معاملے میں اور میت کے قرضوں کی

وصولی یا ادائیگی میں بھی نہیں ہوگی۔

ب: اگر مطلق طور پر یعنی کسی قید و شرط کے بغیر اسے سرپرست بناتا ہے اور کہتا ہے کہ مثلاً: ''فلاں شخص میری اولاد کا سرپرست ہے'' تو ایسی صورت میں وہ بچوں سے متعلق ان تمام امور کا سرپرست ہوگا جن کی ولایت خود وصیت کرنے والے کے پاس تھی۔

بنا بریں ایسی صورت میں وہ متعارف طریقے سے خود ان پر اور ان دوسرے لوگوں پر خرچ کرسکتا ہے جو اولاد کے واجب النفقہ ہیں ساتھ ہی ان کے مال کی حفاظت کرے گا اور سرمایہ کو کاروبار میں لگا کر اس کو ترقی دے گا، انہوں نے جو قرضہ واپس لینا ہے وہ یہ قرضہ بھی لے گا اور جس کی ادائیگی جرمانہ یا تاوان وغیرہ کی صورت میں ان پر واجب بنتی ہے وہ ادا کرے گا نیز ان کے مال سے متعلق حقوق جیسے خمس وغیرہ کو بھی نکالے گا۔

رہی یہ بات کہ جو سرپرست والد یا دادا کی طرف سے کسی پر مقرر کیا جاتا ہے آیا ان کی شادی کرنے یا صغیر اولاد کے نکاح کے بارے میں بھی حق ولایت رکھتا ہے؟ تو اس میں تامل اور اشکال ہے لہٰذا اس بارے میں احتیاط کو ترک نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی ازدواج کے معاملہ میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہئے۔ (تحریر جلد۲ ص ۹۳ م ۵۶ ص ۲۲۹ م ۱۰)

مال کو بے مقصد ضائع نہیں کرنا چاہئے

○ مسئلہ ۶۵: اگرچہ انسان کیلئے جائز ہے کہ اپنی زندگی میں اپنا تمام مال ان لوگوں کو بھی دیدے جو وارث نہیں ہیں خواہ ہبہ کے ذریعہ دے خواہ تملیک کے ذریعہ، لیکن یہ بات جائز نہیں ہے کہ غلط اور جھوٹے اقرار کے ذریعہ اسے اپنے ورثاء کی بجائے دوسروں کو اس کا مالک بنادے مثلاً کہے کہ: ''یہ میرا مال نہیں کسی دوسرے شخص کا ہے'' اس طرح سے ورثاء کو ضرر پہنچتا ہے اور مال

بے مقصد ضائع ہوجاتا ہے کیونکہ مرنے کے بعد مال کا تعلق ورثاء کے ساتھ ہوجاتا ہے اور انہی کا ہوجاتا ہے۔ بنابریں اگر وہ جھوٹا اقرار کرے گا تو ان کا حق ضائع کرے گا۔

○ مسئلہ ۶۶: اگر انسان کے پاس کچھ مال ہو اور وہ اسے ایسی جگہ پر چھپائے ہوئے ہو یا دفن کئے ہوئے ہو جس سے اس کے ورثاء بے خبر ہوں تو اسے چاہئے کہ انہیں اس سے مطلع کرے۔

○ مسئلہ ۶۷: اگر انسان نے کسی سے کوئی قرضہ واپس لینا ہے اور اس کے ورثاء اس سے بے خبر ہیں، چنانچہ اگر وہ انہیں مطلع نہیں کرتا تو مال کے ضائع اور پامال ہونے کا موجب ہوگا تو اس پر یقینی طور پر واجب ہوجائے گا کہ انہیں مطلع کرے اگر ضائع اور پامال ہونے کا خطرہ نہیں ہے تو احتیاط واجب ہے کہ انہیں اس سے باخبر کرے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۴ م ۳)

نوٹ: اس مسئلے اور اس سے پہلے مسئلے کے ربط کا سلسلہ توضیح المسائل جلد ۲ ص ۶۷۵ مسئلہ ۲۰۷۳ میں یوں بیان ہوا ہے کہ: جو شخص اپنے اندر موت کی علامتیں دیکھے اگر اس نے اپنا مال کسی کو دیا ہوا ہے یا کسی جگہ پر چھپایا ہوا ہے کہ جس کا ورثا کو علم نہیں ہے، اگر لاعلم ہونے سے ان کا حق ضائع ہوتا ہو تو اسے چاہئے کہ ورثا کو اس سے باخبر کرے۔

البتہ قارئین محترم اگر غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ رسالہ توضیح المسائل کا متن عروہ کے متن سے تھوڑا سا مختلف اور وہ یہ کہ مدفون اور چھپائے ہوئے مال کے بارے میں امام خمینیؒ رحمۃ اللہ علیہ عروہ میں مسئلہ کو احتیاط واجب پر مبنی قرار دیا ہے اور کسی کو دیئے ہوئے مال کی واپسی کے بارے میں دو صورتیں بیان کی ہیں ایک صورت میں واپسی کو فرض قرار دیا ہے اور فتویٰ صادر فرمایا ہے، جبکہ دوسری صورت میں احتیاط واجب قرار دیا ہے اور یہ بات جو توضیح المسائل میں بیان ہوئی ہے امام خمینی کے علاوہ کسی اور بزرگ سے بیان نہیں ہوئی اور دوسرے مسئلے کا حکم دوسرے مسئلے میں سرایت کر چکا

ہے۔ چنانچہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ: "اگر انسان نے کسی سے قرضہ واپس لینا ہے اور کسی کو نہیں بتایا چنانچہ لاعلمی کی وجہ سے ورثا کا حق ضائع ہوتا ہو تو مرنے والے کو چاہئے کہ ورثا کو اس کی اطلاع دے "سابقہ توضیح کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ "اگر لاعلمی کی وجہ سے ورثا کا حق ضائع ہوتا ہو" کی قید اور "دفن شدہ مال" کی قید درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم

○ مسئلہ ۶۸: مستحب ہے کہ انسان وصیت کر جائے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی سوگواری کے مراسم میں کھانے پینے کیلئے خرچ کیا جائے اور اس مقدار کو متعین کرے۔

ضروری نوٹ

مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۲۷۷ میں ہے کہ:

مستحب ہے کہ انسان اپنے مال کے کچھ حصہ کے بارے میں وصیت کر جائے کہ اسے خیر کے مصارف مثلاً وقف اور صدقہ کی مدات میں خرچ کیا جائے کیونکہ روایات میں ہے کہ اس کا ثواب انسان کو ملے گا نیز یہ بھی وارد ہوا کہ "چھ چیزیں ایسی ہیں جن کا ثواب مومن کو مرنے کے بعد ملتا رہتا ہے ۱۔ فرزند جو اس کیلئے استغفار کرے ۲۔ قرآن مجید جو اپنے راہ خیر کیلئے چھوڑ جائے ۳۔ درخت جو لگا جائے ۴۔ کنواں جو کھود جائے ۵۔ صدقہ جو ہمیشہ جاری رہے اور ۶۔ ایسا پسندیدہ اور مرغوب طریقہ کار جس پر اس کے مرنے کے بعد بھی عمل درآمد کیا جائے" بلکہ اس قسم کی وصیت کو ترک کرنا مکروہ ہے۔ (منقول از وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۶۵۷ باب ۳۰ حدیث ۲۰۱)

علاوہ ازیں اور بھی بہت سے احکام ہیں جو احادیث شریفہ کی رو سے وصیت سے تعلق رکھتے ہیں جن میں سے چند ایک کی طرف ذیل میں اشارہ کیا جاتا ہے:

(الف): مستحب ہے کہ جن امور کیلئے انسان کو وصیت کرنا چاہتا ہے وہ بذات خود انجام

دے اور اپنا وصی خود قرار پائے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۶ ص ۲۸۲ جلد ۱۳ روایت ۲ ص ۳۸۳ ب ۹۸)

ب: وصیت نہ کرنا مکروہ ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد ۱۳ ص ۳۵۴ باب ۴)

ج: مستحب ہے کہ انسان اپنے کل مال کی ایک تہائی حصے سے کم میں وصیت کرے حتی کہ پانچویں حصہ کے بارے میں وصیت کو چوتھائی حصے پر مقدم سمجھے (ایضا جلد ۱۳ ص ۳۶۰ باب ۹)

د: مستحب ہے کہ انسان اپنے قریبی رشتہ داروں کیلئے بھی کچھ وصیت کر جائے ہر چند کہ انہوں نے اس سے قطع تعلق کیا ہوا ہو۔ (ایضا ص ۴۷۰ با ۸۳)

ہ: مستحب ہے کہ انسان اسی طرح وصیت کرے جس طرح روایات میں وارد ہوا ہے۔

روایات میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباؤ اجداد سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ''جو شخص بوقت مرگ اچھی وصیت نہ کر جائے یہ کام اس کی عقل اور مروت میں کمی کا موجب شمار ہوگا'' لوگوں نے عرض کیا: ''یارسولؐ اللہ! کیونکر وصیت کی جائے؟'' فرمایا: ''جب اس کی موت کا وقت قریب ہو اور لوگ اس کے گرد جمع ہوں تو کہے:

اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ عَالِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمِ! اِنِّيْ اَعْهَدُ اِلَيْكَ - فِيْ دَارِ الدُّنْيَا - اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ، وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ

خداوندا! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! اے ظاہر و باطن کے جاننے والے! اے عمومی اور خصوصی رحمت کے مالک! میں - اس دنیا کے گھر میں - تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد لا شریک ہے اور حضرت محمدؐ تیرے بندے اور رسولؐ ہیں اور یقیناً قیامت آنے والی ہے جس میں کوئی

لَارَیْبَ فِیْهَا وَاَنَّکَ تَبْعَثُ مَنْ فِی
الْقُبُوْرِ، وَاَنَّ الْحِسَابَ حَقٌّ وَاَنَّ الْجَنَّةَ
حَقٌّ وَمَا وَعَدَ(اللّٰهُ)فِیْهَا مِنَ النَّعِیْمِ مِنَ
الْمَاْکَلِ وَالْمَشْرَبِ وَالنِّکَاحِ حَقٌّ وَاَنَّ
النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الْاِیْمَانَ حَقٌّ وَاَنَّ الدِّیْنَ
کَمَا وَصَفْتَ وَاَنَّ الْاِسْلَامَ کَمَا
شَرَعْتَ وَاَنَّ الْقَوْلَ کَمَا قُلْتَ وَاَنَّ
الْقُرْآنَ کَمَا اَنْزَلْتَ وَاَنَّکَ اَنْتَ
(اللّٰهُ)الْحَقُّ الْمُبِیْنُ. وَاِنِّی اَعْهَدُاِلَیْکَ
فِیْ دَارِالدُّنْیَا اَنِّی رَضِیْتُ بِکَ رَبًّا
وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَبِیًّا وَبِعَلِیٍّ
اِمَامًا وَبِالْقُرْآنِ کِتَابًا وَاَنَّ اَهْلَ بَیْتِ
نَبِیِّکَ (علیهم السلام)اَئِمَّتِی ۔اَللّٰهُمَّ
اَنْتَ ثِقَتِی عِنْدَ شِدَّتِی وَرَجَائِیْ عِنْدَ
کُرْبَتِیْ وَعُدَّتِیْ عِنْدَالْاُمُوْرِ الَّتِی تَنْزِلُ بِیْ
وَاَنْتَ وَلِیُّ نِعْمَتِیْ وَاِلٰهِیْ وَاِلٰهَ آبَائِیْ
صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَلَا تَکِلْنِیْ
اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ اَبَدًا وَآنِسْ فِیْ
قَبْرِیْ وَحْشَتِیْ وَاجْعَلْ لِیْ عَهْدًا عِنْدَکَ
یَوْمَ اَلْقَاکَ مَنْشُوْرًا

شک نہیں اور بے شک تو قبروں میں موجود لوگوں کو دوبارہ اٹھائے گا اور محشور کرے گا یقیناً بندوں کے اعمال کا حساب حق ہے، یقیناً جنت حق ہے اور جس کا اس (خدا) نے وعدہ کیا ہے نعمتوں کا یعنی کھانے پینے اور نکاح کرنے کا حق ہے، جہنم کی آگ حق ہے، ایمان حق ہے، دین بالکل اسی طرح ہے جس طرح تو نے اپنی کتاب میں اپنے انبیاء واوصیاء کے ذریعہ اس کی توصیف کی ہے اور اسلام اسی طرح ہے جس طرح تو نے اسے شریعت قرار دیا ہے اور گفتار ہوئی ہے جو تو نے فرمائی ہے اور یقیناً قرآن اسی طرح ہے جس طرح تو نے اپنے پیغمبر پر نازل کیا ہے یقیناً تو اللہ ہی حق ہے اور حق و باطل کو ظاہر کرنے والا ہے اور میں تیری بارگاہ میں عہد کرتا ہوں اس دنیا میں رہ کر میں تیرے رب ہونے پر راضی ہوں اسلام کے دین ہونے پر، محمدؐ کے نبی ہونے پر علیؑ کے امام ہونے پر قرآن کے کتاب ہونے پر اور اہل بیت پیغمبرؐ کے ائمہ ہونے پر خوش ہوں، خداوندا! تو ہی سختیوں میں میرا بھروسہ ہے، دکھوں میں میری امید ہے جب ناگوار امور مجھ پر نازل ہوں گے تو ہی اس وقت میرا زاد اور توشہ ہے تو ہی میری تمام نعمتوں کا ولی ہے، تو ہی میرا اور میرے آباواجداد کا معبود ہے، محمد وآل محمدؐ پر رحمت بھیج اور مجھے پلک جھپکنے کی دیر بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر، میری قبر میں میری تنہائی کا مونس بن اور قیامت کے دن میرے لئے عہد و پیمان کو اپنے نزدیک کھلا رکھ۔

یہ مرنے والے کا وہی عہدو پیمان ہے، جو وہ واجب امور کے بارے میں وصیت کی صورت کرتا ہے اور وصیت ہر مسلمان کی گردن پر ایک حق ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس بات کی تصدیق سورہ مریم سے ہوتی ہے جہاں خداوند عالم فرماتا ہے: ''لَایَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَالرَّحْمٰنِ عَهْدًا '' ان میں سے کوئی بھی شفاعت کا مالک نہیں سوائے ایسے شخص کے جس نے خداوند رحمان کے نزدیک عہد کیا ہوا ہے۔ (مریم/۸۷) اور یہ اسی آیت شریفہ والا عہد ہے۔

حضرت رسول خداؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: ''اس بات کو پلے باندھ لو اور اپنے اہل بیت اور اپنے شیعوں کو اس کی تعلیم دو'' ساتھ ہی فرمایا: ''یہی بات مجھے جبرائیلؑ نے بتائی ہے''۔

شیخ طوسیؒ نے اپنی کتاب ''مصباح المتہجد'' میں بعینہٖ وہی عہدو پیمان ذکر کیا ہے جو ابھی رسول پاکؐ سے نقل ہوا ہے، البتہ صاحب ''دعائم الاسلام'' نے حضرت رسولؐ خدا کی دعا کے بارے میں قدرے اختلاف کے ساتھ اس عہد نامہ کو اپنی اسی کتاب میں نقل کیا ہے، جسے ہم مناسب سمجھتے ہوئے یہاں پر نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمایئے: ''اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰاتِ وَالْاَرْضِ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اِنِّی عَاهِدٌ اِلَیْکَ فِی دَارِ الدُّنْیَا اَنِّی اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ الْبَعْثَ حَقٌّ وَاَنَّ الْحِسَابَ حَقٌّ وَالْقَدْرَ وَالْمِیْزَانَ حَقٌّ وَاَنَّ الدِّیْنَ کَمَا وَصَفْتَ وَالْاِسْلَامَ کَمَا شَرَعْتَ وَالْقَوْلَ کَمَا حَدَّثْتَ وَ(اَنَّ) الْقُرْآنَ کَمَا اَنْزَلْتَ وَاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰهُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ جَزَی اللّٰهُ عَنَّا مُحَمَّدًا خَیْرَ الْجَزَاءِ وَحَیَّا اللّٰهُ مُحَمَّدًا بِالسَّلَامِ اَللّٰهُمَّ یَا عُدَّتِیْ عِنْدَ کُرْبَتِیْ وَیَا صَاحِبِیْ عِنْدَ شِدَّتِیْ وَیَا وَلِیَّ نِعْمَتِیْ اِلٰهِیْ وَاِلٰهَ آبَائِیْ لَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ فَاِنَّکَ اِنْ تَکِلْنِیْ اِلٰی

نَفۡسِی اَقۡتَرِبُ مِنَ الشَّرِّ وَاَتَبَاعَدُ مِنَ الۡخَیۡرِ وَاَنِسۡ فِی قَبۡرِ وَحۡشَتِیۡ وَاجۡعَلۡ لِی عِنۡدَکَ عَہۡدًا یَوۡمَ اَلۡقَاکَ...... ''ترجمہ: اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! مہربان نہایت رحم کرنے والے! میں اس دنیا کے گھر میں تجھ سے عہد کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو واحد لاشریک ہے اور حضرت محمدؐ تیرے بندے اور رسول ہیں، جنت حق ہے، دوزخ حق ہے، مُردوں کا دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے، قضاوقدر اور میزان اعمال حق ہیں اور (یقینا) قرآن اس طرح ہے جس طرح تو نے نازل کیا ہے اور بے شک تو معبود حقیقی ہے، خداوند عالم ہماری طرف سے حضرت محمدؐ کو جزائے خیر دے اور خداوند عالم حضرت محمدؐ کو سلامتی کے ساتھ زندہ رکھے، اے اللہ تو میری تکلیفوں میں میرا زادراہ وتوشہ ہے، سختیوں کے مواقع پر میرا ساتھی ہے، میری نعمتوں کا ولی ہے، میرا اور میرے آباواجداد کا معبود ہے، مجھے میرے نفس کے سپرد آنکھ جھپکنے کی دیر کیلئے بھی نہ کر، ورنہ میں شر سے قریب اور خیر سے دورتر ہو جاؤں گا میری قبر کی وحشت میں میرا انیس بنا میرا یہ عہد اپنے پاس رکھنا، جب میں تیری ذات کی ملاقات کروں۔ او روایت کا تتمہ بھی اسی طرح ہے۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ص۱۳۰)

اسی طرح مستحب ہے کہ موت کے قریبی زمانہ میں انسان مندرجہ ذیل امور انجام دے

الف: مستحب ہے کہ انسان مرتے وقت اچھے کاموں اور اچھی باتوں کی وصیت کرے۔ (وسائل الشیعہ جلد۱۳ص۳۵۷باب۶)

ب: عمر کے آخری حصے میں صدقہ دیا کرے نیز وصیت بھی کرے کہ اس کی طرف سے کوئی چیز صدقہ دیا کریں۔ (ایضاص۳۵۸باب۷)

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصلِ چہارم (۴)

جدائی کی گھڑی آن پہنچی ہے

کچھ روایات کی رہنمائی:

۱۔ روایت میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: ''لَایَمُوتَنَّ اَحَدُکُم حَتّٰی یُحسِنَ ظنه بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَاِنَّ حُسنَ الظَّنِّ بِاللّٰهِ ثَمَنُ الجَنَّةِ '' کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی شخص کو اس وقت موت آئے کہ وہ خداوند عز وجل پر حسن ظن نہ رکھتا ہو کیونکہ خدا کے ساتھ حسن ظن (نیک خیال) ہی بہشت کی قیمت ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۶۵۹ باب ۳۱ روایت ۲)

۲۔ انس کہتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص بیمار ہوا حضور اکرمؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے وہ مرنے ہی والا تھا آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا: ''کیا حال ہے؟'' عرض کیا: ''رحمت پروردگار کا امیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں'' حضورؐ نے اس سے فرمایا ''مَا اجتَمَعَ فِیْ قَلبِ عَبدٍ فِی مِثلِ هٰذا المَوطِنِ اِلَّا اَعطَاهُ اللّٰهُ رَجَاءَهُ وَ آمَنَهُ خَوفَهُ مِمَّا یَخَافُهُ '' اس جان کنی کے موقع پر جس بندے کے دل میں یہ دو چیزیں۔ خدا کی ذات سے امید اور گناہوں سے خوف ۔ جمع ہو جائیں تو خداوند عالم بندے کو جس کی امید ہوتی ہے وہ عطا کرتا ہے اور جس سے ڈرتا ہے اس سے اسے محفوظ رکھتا ہے'' (مستدرک الوسائل جلد۲ ص ۱۱۸ روایت ۱۵۸۸)

۳۔ روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: ''لَقِّنُوا مَوتَاکُم ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' فَاِنَّ مَن کَانَ آخِرَ کَلَامِهِ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه'' دَخَلَ الجَنَّةَ '' اپنے مرنے والوں کو (کلمہ توحید) لا الہ

اللہ کی تلقین کرو، کیونکہ جس کا آخری کلمہ لا الہ اللہ ہو وہ (سیدھا) بہشت میں جائے گا۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۶۶۴ روایت ۶)

۴۔ روایت کے مطابق حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے حضور رسالتمآبؐ سے نقل فرمایا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا: ''لَقِّنُوا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ''فَاِنَّھَا تَھْدِمُ الذُّنُوْبَ'' اپنے مرنے والوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو کیونکہ یہ گناہوں کو منہدم کر دیتا ہے۔

لوگوں نے پوچھا: ''اگر کوئی شخص یہ کلمہ صحت وتندرستی کے عالم میں کہے تو کیسا ہے یا رسولؐ اللہ؟'' فرمایا: ''ذٰلِکَ اَھْدَمُ وَاَھْدَمُ اِنَّ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اُنْسٌ لِلْمُؤْمِنِ فِیْ حَیَاتِہٖ وَعِنْدَمَوْتِہٖ وَحِیْنَ یُبْعَثُ'' یہ تو اس سے زیادہ منہدم کنندہ اور بہت زیادہ قلع قمع کرنے والا ہے یقیناً لا الہ الا اللہ (کلمہ توحید) مومن کیلئے اس کی زندگی میں، اس کے مرنے کے وقت اور جب وہ قبر سے اٹھایا جائے گا مونس اور غم خوار ہوتا ہے۔

نیز رسولؐ خدا ہی نے فرمایا کہ جبرائیلؑ نے کہا: ''یَامُحَمَّدُ! لَوْتَرَاھُمْ حِیْنَ یُبْعَثُوْنَ ھٰذَا یُبْعَثُ- مُبْیَضٌ- وَجْھُہٗ یُنَادِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ، وَھٰذَا مُسْوَدٌّ وَجْھُہٗ یُنَادِیْ یَاوَیْلَاہُ! یَا ثُبُوْرَاہُ!! '' اے محمدؐ! کاش کہ آپ لوگوں کو- قیامت کے دن- قبروں سے اٹھتا ہوا دیکھتے کہ کسی کا چہرہ سفید اور چمکدار ہے اور وہ بلند آواز سے کہہ رہا ہے لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر اور کسی کا سیاہ ہے اور چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے میں تباہ ہو گیا میں برباد ہو گا۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۶۶۴ روایت ۱۰)

۵۔ اسی طرح ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: ''مَامِنْ اَحَدٍ یَحْضُرُہُ الْمَوْتُ اِلَّا وَکَّلَ بِہٖ اِبْلِیْسُ مِنْ شَیَاطِیْنِہٖ مَنْ یَاْمُرُہٗ بِالْکُفْرِ وَیُشَکِّکُہٗ فِیْ دِیْنِہٖ حَتّٰی تَخْرُجَ نَفْسُہٗ فَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا لَمْ یَقْدِرْ عَلَیْہِ فَاِذَا حَضَرْتُمْ مَوْتَکُمْ

فَلَقِّنُوْهُمْ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَتّٰى يَمُوْتُوْا ‘‘جو شخص بھی مرنے لگتا ہے اس پر ابلیس لعین اپنے شیطانوں کو مقرر کر دیتا ہے تا کہ وہ اسے کفر اختیار کرنے پر آمادہ کریں اور اسے دین کے بارے میں شک میں ڈال دیں اور یہ سلسلہ اس کی روح نکلنے تک جاری رہتا ہے، چنانچہ جو شخص مومن ہوتا ہے اس پر کسی کو تسلط حاصل نہیں ہو پاتا، لہٰذا جب تم اپنے کسی مرنے والے کے پاس جاؤ تو مرتے دم تک اسے کلمہ شہادتین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرتے رہو۔

۶۔اسی طرح حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:’’اِنَّ مَلَكَ الْمَوْتِ يَتَصَفَّحُ النَّاسَ فِیْ كُلِّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ عِنْدَ مَوَاقِيْتِ الصَّلٰوةِ فَاِنْ كَانَ مِمَّنْ يُوَاظِبُ عَلَيْهَا عِنْدَ مَوَاقِيْتِهَا لَقَّنَهٗ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَنَحّٰى عَنْهُ مَلَكُ الْمَوْتِ اِبْلِيْسَ ‘‘موت کا فرشتہ۔حضرت عزرائیل علیہ السلام۔ روزانہ پنجگانہ نماز کے اوقات میں لوگوں کی طرف نگاہ کرتا ہے۔ اور اس وقت کسی کی موت کا وقت آجائے تو۔ اگر مرنے والا ان لوگوں میں سے جو پنجگانہ نمازوں کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرتے ہیں تو خود ہی فرشتہ اسے (کلمہ شہادتین) ’’لا الہ اللہ محمد رسول اللہ‘‘ کی تلقین کرتا ہے اور ابلیس کو اس سے دور سے بھگا دیتا ہے۔ (ایضاص ۶۶۳ روایت ۴)

۷۔حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:’’اِنَّ وَلِیَّ عَلِیٍّ علیه السلام يَرَاهُ فِیْ ثَلٰثَةِ مَوَاطِنَ حَيْثُ يَسُرُّهٗ عِنْدَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الصِّرَاطِ وَعِنْدَ الْحَوْضِ وَمَلَكُ الْمَوْتِ يَدْفَعُ عَنِ الْمُحَافِظِ عَلَى الصَّلٰوةِ وَيُلَقِّنُهٗ شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ تِلْكَ الْحَالَةِ الْعَظِيْمَةِ ‘‘یقین جانو کہ حضرت علی علیہ السلام کا دوست تین حساس مقامات پر ان کی زیارت کرے گا، جس سے اسے خوشی نصیب ہو گی

ا۔ بوقت موت ۲۔ پل صراط پر ۳۔ اور حوض (کوثر) کے کنارے پر۔ اور فرشتۂ موت، شیطان کو اس شخص سے دور بھگاتا ہے جو نماز کو وقت کی پابندی کے ساتھ ادا کرتا ہے، تاکہ وہ اسے کوئی گزند نہ پہنچا سکے اور اسے کلمہ شہادتین "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی اس سخت ترین حالت میں تلقین کرتا ہے۔ (مستدرک الوسائل جلد ۲ ص ۱۲۲ روایت ۱۶۰۵)

مرنے والے کو قبلہ رخ لٹایا جائے

○ مسئلہ ۶۹: تمام مکلفین پر واجب-کفائی- ہے کہ جو مسلمان احتضار یا جان کنی کی حالت میں ہو- خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو یا بوڑھا- اسے قبلہ رخ لٹایا جائے، بلکہ خود محتضر- مرنے کی حالت میں موجود- انسان پر بھی واجب ہے کہ اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۲، عروہ جلد ا ص ۲۶۶ رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۲۸ مسئلہ ۵۳۳ ص ۳۳۰ م ۵۳۵)

○ مسئلہ ۷۰: مرنے والے کو پشت کے بل اس طرح لٹایا جائے کہ اس کے پاؤں کے تلوے قبلہ کی جانب ہوں گویا اگر وہ اٹھ کر بیٹھ جائے تو اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۲، عروہ جلد ا ص ۲۶۶، رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۲۹ م ۵۳۳)

○ مسئلہ ۷۱: اگر مذکورہ کیفیت کے مطابق لٹانا ممکن نہ ہو تو (رجاء مطلوبیت اور خدا کے قبول کرنے کے قصد سے) اسے ممکنہ حد تک مذکورہ طریقے سے لٹایا جائے اور اگر ایسا کرنا بھی نا ممکن ہو تو (رجاء مطلوبیت کے قصد سے) قبلہ رخ بٹھایا جائے اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر (رجاء مطلوبیت کی قصد سے) اسے دائیں پہلو یا بائیں پہلو روبقبلہ لٹایا جائے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۶۶ رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۲۹ م ۵۳۳)

میت کے ولی کی اجازت

○ مسئلہ ۷۲: بہتر، بلکہ بنا بر احتیاط، مستحب ہے کہ مرنے والے کو قبلہ رخ کرنے کے لئے امکانی صورت میں اس کے ولی سے اجازت لی جائے اگر یہ ناممکن ہو تو پھر حاکم شریعت -مجتہد جامع الشرائط- سے اجازت لی جائے، لیکن کسی بھی صورت میں اجازت لینا واجب نہیں ہے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۶۷ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۰ م ۵۳۵)

مختلف مراحل میں میت کے مختلف انداز

○ مسئلہ ۷۳: جب تک میت کو اس کی جان کنی کی جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاتا احتیاط واجب کی بناء پر اسے مذکورہ کیفیت کے مطابق ہی روبقبلہ رکھا جائے۔

○ مسئلہ ۷۴: میت کو مذکورہ جگہ سے منتقل کرنے کے بعد سے لے کر غسل میت دینے کے بعد تک احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ اسے مذکورہ کیفیت میں رکھا جائے۔

○ مسئلہ ۷۵: غسل میت کے مکمل ہونے کے بعد سے دفن تک کے عرصہ کیلئے بنا بر احتیاط مستحب بہتر ہے کہ اسے اسی انداز میں قبلہ رُخ لٹایا جائے جس طرح نماز میت پڑھنے کی صورت میں رکھا جاتا ہے، بایں صورت کہ اسے پشت کے بل لٹایا جائے اور اس کے بدن کا دایاں حصہ قبلہ کی طرف ہو اور پاؤں نماز جنازہ پڑھنے والے کے بائیں طرف ہوں۔ (تحریر جلد اول ص ۸۵ م ۲۔ عروہ جلد ا ص ۲۶۷ رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۲۹ م ۵۳۴)

احتضار کی حالت کے مستحبات

مرنے والے کا شرعی فریضہ:

○ مسئلہ ۷۶: مستحب ہے کہ مرنے کے وقت انسان کا خداوند عالم کی ذات پر حسن ظن

یعنی نیک گمان ہو، بلکہ بعض علماء تو فرماتے ہیں کہ انسان ہر حالت میں خدا کے بارے میں حسن ظن رکھے کیونکہ یہ مستحب ہے اور بعض روایات سے بھی استفادہ ہوتا ہے کہ جان کنی کے وقت خدا کے ساتھ حسن ظن رکھنا واجب ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۵ باب ۱۵)

دوسرے لوگوں کا مستحب عمل

○ مسئلہ ۷۷: مستحب ہے کہ مرنے والے کے پاس بیٹھنے والے لوگ شہادتین یعنی "اَشْهَدُ اَن لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنَّ مُحَمَّدً ارَّسُوْلُ اللّٰه" بارہ ائمہ کی امامت کا اقرار اور دوسرے عقائد حقّہ کو مرنے والے کیلئے اس طرح تلقین کریں کہ وہ سمجھ جائے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۳ عروہ جلد ۱ ص ۲۶۷ الثانی رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۰ م ۵۳۶)

نوٹ: ۱۔ یہ کہا جائے مثلاً: "رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّاوَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًاوَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّبِعَلِيٍ اِمَامًا وَبِالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيٍّ وَمُحَمَّدٍ وَجَعْفَرٍ و مُوسٰى وَعَلِيٍّ وَمُحَمَّدٍ وَعَلِيٍّ وَالْحَسَنِ وَالْخَلَفِ الصَّالِحِ اَئِمَّةٌ وَسَادَةٌ وَقَادَةٌ بِهِم اَتَوَلّٰى وَمِنْ اَعْدَآئِهِمْ اَتَبَرَّءُ"

۲۔ البتہ امام خمینی رضوان اللہ علیہ ان تمام امور کو "رجاء مطلوبیت" کے قصد سے بجا لانے کے قائل ہیں نا کہ استحباب کی نیت سے۔ (حاشیہ عروۃ الوثقیٰ)

○ مسئلہ ۷۸: مستحب ہے کہ مذکورہ بالا امور کو محتضر کے آخری دم تک دہراتے اور مرنے والے کو تلقین کرتے رہیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۷ الثانی رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۰)

○ مسئلہ ۷۹: محتضر کے پاس دعائے عدیلہ کا پڑھنا بھی مستحب ہے (عروہ ج ۱ ص ۲۰۶ ثانی)

نوٹ: دعائے عدیلہ اس دعا کی طرف اشارہ ہے جو ایک مختصر سی دعا ہے اور اس کے

جملوں میں سے ایک یہ ہے: ''اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الْعَدِیْلَةِ عِنْدَالْمَوْتِ.........''

خداوندا! میں اپنے مرنے کے وقت - اپنے صحیح عقائد سے - واپس پلٹنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں.........۔ یا پھر اس سے مراد فقط دعا کا یہی جملہ ہے (بحار جلد ۹۸ ص ۳۸۱ روایت ۲)

○ مسئلہ ۸۰: مستحب ہے کہ مرنے والے کو ''کلمات فَرَج'' بھی تلقین کئے جائیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۸ م ۳، عروہ جلد ۱ ص ۲۶۷ الثالث)

○ مسئلہ ۸۱: کلمات فرج اس طرح ہیں: ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِیْمُ الْکَرِیْمُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْم سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبِّ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا فِیْهِنَّ وَمَا بَیْنَهُنَّ وَرَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ'' خداوند بردبار و بزرگ و برتر کے سوا کوئی معبود نہیں، خداوند بلند پایہ و بزرگ تر کے سوا کوئی معبود نہیں، پاک ومنزہ ہے وہ خدا جو سات آسمانوں کا پروردگار ہے اور ساتوں زمینوں کا رب ہے اور جو کچھ ان میں ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے اور عرش عظیم کا پروردگار ہے اور تمام حمد مخصوص ہے سارے جہانوں کے رب کیلئے۔

○ مسئلہ ۸۲: جائز ہے کہ ''وَمَا بَیْنَهُنَّ'' کے بعد ''وَمَا فَوْقَهُنَّ وَمَا تَحْتَهُنَّ'' (جو ان کے اوپر اور جو ان کے نیچے ہے) کا اضافہ کیا جائے جیسا کہ ''الْعَرْشِ الْعَظِیْم'' کے بعد ''وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ'' کہا جا سکتا ہے، البتہ بہتر ہے کہ اس آخری جملے کو نہ کہے یا پھر اسے جزو قرآن سمجھ کر کہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۴۴ م ۴)

○ مسئلہ ۸۳: مستحب ہے کہ مندرجہ ذیل دعائیں بھی مرنے والے کو تلقین کی جائیں:

(الف): ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیَ الْکَثِیْرَ مِنْ مَعَاصِیْکَ وَاقْبَلْ مِنِّی الْیَسِیْرَ مِنْ

طَاعَتِکَ ''اے میرے معبود! میرے کثیر گناہوں کو معاف کردے اور میری تھوڑی سی اطاعت کو قبول فرمالے۔

ب: ''یَامَنْ یَقْبَلُ الْیَسِیْرَ مِنْ طَاعَتِکَ وَیَعْفُوْ عَنِ الْکَثِیْرِ! اِقْبَلْ مِنِّی الْیَسِیْرَ وَاعْفُ عَنِّی الْکَثِیْرَ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَفُوُّ الْغَفُوْرُ'' اے وہ ذات جو تھوڑی سی اطاعت کو قبول کر لیتی ہے اور بہت سے گناہوں کو معاف کر دیتی ہے مجھ سے تھوڑی سی عبادت و اطاعت قبول فرما اور بہت سی نافرمانیوں کو معاف کردے، یقیناً تو بہت ہی بخشنے والا معاف کردینے والا ہے۔

ج: ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِی فَاِنَّکَ رَحِیْمٌ'' اے اللہ! مجھ پر رحم فرما کہ تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے۔ (عروہ جلد اص ۲۶۷ الثالث رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۳۰ م ۵۳۷)

یہ آخری تینوں دعائیں رسالہ توضیح المسائل میں ایک دعا کی صورت میں لکھی گئی ہیں اور مندرجہ ذیل مسائل کتاب ''مراۃ الکمال'' میں مذکور ہیں۔ مثلاً

الف: مستحب ہے کہ مرنے والے کو توبہ اور استغفار کی بھی تلقین کی جائے (جلد سوم ص ۲۸۰)

ب: اگر مرنے والے کی زبان بند ہوجائے اور وہ بولنے کے قابل نہ رہے تو مستحب ہے کہ اس کی ماں سے۔ اگر وہ موجود ہو۔ اس کے معاف کرنے کی درخواست کی جائے۔ (ایضا)

ج: مستحب ہے کہ مندرجہ ذیل دعا، مرنے والے کو سات بار تلقین کی جائے: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مِنْ کُلِّ عِرْقٍ نَفَّارٍ وَمِنْ شَرِّ النَّارِ'' میں خداوند عظیم کی جو کہ عرش عظیم کا رب ہے، پناہ طلب کرتا ہوں ہر نقصان دہ رگ سے اور جہنم کی آگ کے شر سے۔

(ایضاً ص ۲۸۱ منقول از مستدرک الوسائل جلد اص ۹۴ باب ۳۹)

○ مسئلہ ۸۴: اگر مرنے والے کی جان آسانی سے نہ نکل رہی ہو تو مستحب ہے کہ اسے اس کے اس مقام پر لے جایا جائے جہاں وہ گھر میں نماز پڑھا کرتا تھا بشرطیکہ ایسا کرنے سے اسے اذیت نہ ہوتی ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ م ۱۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۷ الرابع رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۰ م ۵۳۸)

نوٹ: اس مقام سے مراد یا تو وہ جگہ ہے جہاں پر نماز پڑھا کرتا تھا یا ہوسکتا ہے اس سے مراد وہ جائے نماز ہے جس پر وہ نماز پڑھتا تھا، البتہ اس احتمال کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

○ مسئلہ ۸۵: اگر محتضر کیلئے جان کا نکلنا دشوار ہو گیا ہو تو اس پر سورہ یٰسین اور سورہ صافات تلاوت کی جائے تاکہ اس سے اس کی جلد گلو خلاصی ہو جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ م ۳ عروہ جلد ا ص ۲۶۷ الخامس، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۱ م ۵۳۹)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں مسئلے کو آگے بڑھاتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''جان کنی میں آسانی کیلئے یہ سورے پڑھے جائیں سورہ احزاب آیت الکرسی، سورہ اعراف کی آیت ۵۴ یعنی ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ...... ''اور سورہ بقرہ کی آخری تین آیتیں بلکہ قرآن مجید سے جتنا ممکن ہو پڑھا جائے''

○ مسئلہ ۸۶: مستحب ہے کہ آیت الکرسی (سورہ بقرہ آیات ۲۵۵ تا ۲۵۷) ''ھم فیھا خالدون'' تک مرنے والے کے نزدیک پڑھی جائے۔

○ مسئلہ ۸۷: آیت سخرہ یعنی ''اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ...... '' (اعراف/۵۴) آخر تک مرنے والے کے پاس پڑھنا مستحب ہے۔

○ مسئلہ ۸۸: سورہ بقرہ کی آخری آیات یعنی ''لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ...... '' آخر تک پڑھنا مستحب ہے۔

○ مسئلہ ۸۹: سورہ احزاب کی تلاوت بھی مستحب ہے۔

نوٹ: سورہ صٓ کی تلاوت بھی مستحب ہے (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۲)

○ مسئلہ ۹۰: بلکہ مطلقاً قرآن مجید کی تلاوت مرنے والے کے پاس مستحب ہے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۶۷ الخامس)

اختصار کی حالت میں مکروہ کام

○ مسئلہ ۹۱: میت کے بدن کو اس کے جان دینے کے وقت چھونا مکروہ ہے، کیونکہ اس سے اسے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۳، عروہ جلد ص ۲۶۸)

○ مسئلہ ۹۲: مرنے والے کے شکم پر لوہے وغیرہ جیسی بھاری چیز رکھنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۳، عروہ جلد اص ۲۶۸ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۱ مسئلہ ۵۴۰)

○ مسئلہ ۹۳: جان کنی کی حالت میں مرنے والے کو تنہا چھوڑنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۶۸، رسالہ توضیح جلد اول ص ۳۳۱ مسئلہ ۵۴۰)

○ مسئلہ ۹۴: حائض اور جنب انسان کا اس کے پاس ٹھہرنا مکروہ ہے۔

○ مسئلہ ۹۵: اس کے پاس زیادہ باتیں کرنا مکروہ ہے۔

○ مسئلہ ۹۶: اس کے پاس رونا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۸۶ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۱ مسئلہ ۵۴۰)

○ مسئلہ ۹۷: میت کو غسل دینے والے کا اس کے پاس ٹھہرنا مکروہ ہے (عروہ جلد اص ۲۸۶)

○ مسئلہ ۹۸: مکروہ ہے کہ صرف عورتیں اس کے پاس رہیں۔ تا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ زور سے رونا دھونا شروع کردیں۔ (عروہ جلد اص ۲۸۶، رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۱ م ۵۴۰)

نوٹ: جان کنی کے وقت مرنے والے کے سر اور ہاتھ پاؤں کی حرکت کو روکنا مکروہ ہے۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۳)

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصلِ پنجم (۵)

پرواز ملکوتی کے بعد کے حساس لمحات

روایات کی رہنمائی میں:

۱۔ روایت میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام حضرت رسول خدا سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا: ''اے لوگو! تم میں سے کسی کا عزیز اگر رات کو مرے تو میں نہ دیکھوں -یا نہ محسوس کروں- کہ تم صبح کا انتظار کرو یا دن کو مرے تو رات کا انتظار کرو'' وَلَا تَنتَظِرُوْا بِموتاکُم طُلُوعَ الشَّمسِ وَلا غُرُوبَهَا عَجِّلُوا بِهِمْ اِلٰی مَضاجِعِهِم یَرْحَمُکُمُ اللّٰہ '' اپنے مُردوں -کی تجہیز و تکفین- کیلئے آفتاب کے طلوع و غروب کا انتظار نہ کیا کرو، انہیں جلد ان کی آرام گاہوں کی طرف لے جاؤ تا کہ خدا کی رحمت تمہارے شامل حال ہو۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۶۷۳ روایت ۱)

۲۔ ایک اور روایت میں راوی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ: ''مومنین کے مرنے والوں کی خبر- ان کے رشتہ داروں سے نہ چھپاؤ- جبکہ وہ کسی نامعلوم جگہ پر فوت ہو جائیں تا کہ اس کی بیوی عدت میں بیٹھ سکے اور- وارثوں کے درمیان- اس کی میراث تقسیم ہو''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۸۸ باب ۲۶ روایت اول)

چند مستحب امور

○ مسئلہ ۹۹: مستحب ہے کہ محتضر کے فوت ہو جانے کے اس کے لبوں اور پلکوں کو فوراً

بند کر دیا جائے تا کہ کھلے نہ رہیں۔

○ مسئلہ ۱۰۰: کسی کپڑا وغیرہ سے اس کے جبڑوں، ٹھوڑی اور پاؤں کے انگوٹھوں کو باندھ دیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ م ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۷ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۱ م ۵۴۱)

○ مسئلہ ۱۰۱: اس کے دونوں ہاتھ کو اس کے پہلوؤں کے ساتھ سیدھے کر دیئے جائیں (تحریر جلد اول ص ۵۸ عروہ جلد ا ص ۲۶۸)

○ مسئلہ ۱۰۲: اس کی دونوں ٹانگوں کو سیدھا کر دیا جائے۔

○ مسئلہ ۱۰۳: ایک کپڑا اس کے اوپر ڈال دیا جائے اور اس سے اسے ڈھانپ دیا جائے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸ م ۳ عروہ جلد ا ص ۲۶۸)

○ مسئلہ ۱۰۴: اگر انسان رات کو فوت ہوا ہے تو مستحب ہے کہ جہاں اس کی روح قبض ہوئی ہے وہاں پر چراغ روشن کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۸، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۱ مسئلہ ۵۴۱)

نوٹ: اس موقع پر تحریر الوسیلہ کی عبارت یوں ہے: ''مرنے والے کے پاس رات کے وقت اس کی جان کنی کی صورت میں چراغ روشن کیا جائے''۔ (جلد اول ص ۵۸ مسئلہ ۳) اور (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۱) کے مطابق مستحب ہے کہ جس گھر میں اس کی روح قبض ہوئی ہے وہاں پر ہمیشہ چراغ جلایا جاتا رہے۔

○ مسئلہ ۱۰۵: مستحب ہے کہ مرنے والے کی موت کی خبر مومنین کو دی جائے تا کہ وہ اس کی تشیع جناہ کیلئے حاضر ہوں۔ (تحریر جلد ا ص ۵۸ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۸)

○ مسئلہ ۱۰۶: میت کو دفن کرنے کیلئے جلدی کی جائے حتیٰ کہ اگر وہ دن کو وہ فوت ہوا ہے تو رات کے آجانے کا انتظار نہ کیا جائے کہ پھر دفن کریں گے اور اگر رات کو فوت ہوا ہے تو اس بات کا انتظار نہ کیا جائے کہ دن ہو جائے تو دفن کریں گے سوائے ان دو صورتوں کے جو بعد کے

مسئلے میں مذکور ہوں گی۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۸)

○ مسئلہ ۱۰۷: مندرجہ ذیل دو صورتوں میں میت کو جلد دفن کرنا جائز نہیں۔

الف: جب اس کے مرنے میں شک ہو تو ایسی صورت میں واجب ہے کہ جب تک اس کی موت کا یقین نہ ہو جائے دفن نہ کیا جائے۔ (تحریر ج ۱ ص ۵۸ م ۳، عروہ جلد ۱ ص ۲۶۸)

ب: اگر میت حاملہ ہو اور جو بچہ اس کے شکم میں ہے ابھی تک زندہ ہو تو واجب ہے کہ پہلے عورت کے شکم کو بائیں طرف سے شگافتہ کر کے بچے کو باہر نکال لیا جائے پھر اسے سی دیا جائے اور بعد میں دفن کیا جائے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۸)

نوٹ ۱: مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۵ میں ہے کہ: جس شخص کو پھانسی پر لٹکایا گیا ہو اس کیلئے مستحب ہے کہ تین دن تک تدفین میں تاخیر کی جائے پھر اسے پھانسی سے اتار کر دفن کیا جائے۔

۲: یہاں پر عروہ کا متن بھی اسی طرح ہے، امام خمینیؒ نے اس پر حاشیہ مرقوم نہیں فرمایا البتہ ایک اور جگہ ص ۳۲۰ پر تفصیل بیان کی ہے جو بعد میں وضاحت کے ساتھ بیان ہو گی۔

یہ مکروہ ہے کہ

○ مسئلہ ۱۰۸: مکروہ ہے کہ انسان کسی شخص کی موت کی خبر اس کی اولاد اور رشتہ داروں سے چھپائے رکھے لیکن اگر کوئی خاص رُجحانی وجہ ہو تو چھپا سکتا ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۳۴ م ۱۴)

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۲ ص ۴۸۳ میں دو مندرجہ ذیل مسائل کو ذکر کیا گیا ہے:

الف: مکروہ ہے کہ انسان کسی مومن کی موت کی خبر دوسرے لوگوں کو دے لیکن اگر صاحب مصیبت خود ایسا کرنے کا کہے تو پھر خبر دے سکتا ہے۔

ب: مکروہ ہے کہ انسان کسی مومن کی مرض الموت کی حالت یا اس کی موت کی خبر دوسرے شخص کو دیتے وقت کہے: "اِسۡتَأثَرَ اللّٰہُ بِفُلَان (اللہ نے فلاں شخص کو منتخب کر لیا)" بلکہ یوں کہے: "فُلَانٌ یَجُوۡدُ بِنَفۡسِہٖ" (فلاں شخص نے اپنی جان خدا کے سپرد کر دی)۔

فصلِ ششم (۶)

چیر پھاڑ، پوسٹ مارٹم، پیوند کاری

چیر پھاڑ:

○ مسئلہ ۱۰۹: اگر عورت کی موت واقع ہو جائے اور بچہ اس کے شکم میں ہو تو، بچے کا باہر نکالنا واجب ہے خواہ اس کیلئے عورت کے شکم کو کیوں نہ چیرنا پڑے اور اگر چیر پھاڑ کیلئے شکم کے دائیں یا بائیں سمت یا کسی اور جگہ سے ایک جیسا ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اس کے بائیں سمت سے چیر کر باہر نکالا جائے ورنہ جہاں سے بچے کے نکالنے میں زیادہ سلامتی کا امکان ہو وہیں سے چیر کر اسے باہر نکالیں اور ہر حال میں بچہ کو باہر نکال کر چیری ہوئی جگہ کو سی کر عورت کو دفن کر دیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۹۷ مسئلہ ۷ عروہ جلد ا ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۵ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۳ مسئلہ ۶۲۷)

○ مسئلہ ۱۱۰: بچہ ماں کے شکم میں ہو اگر بچے کو شکم مادر سے باہر نکالنے کے بعد اس کے زندہ رہنے کی امید رکھتے ہوں تو ایسی صورت میں بچے کو باہر نکالنا واجب ہے لیکن اگر باہر نکالنے کے بعد اس کے زندہ رہنے کی امید نہ رکھتے ہوں تو پھر محل تامل ہے اور اس صوت میں بھی احتیاط واجب یہی ہے کہ اسے باہر نکالیں۔ (تحریر جلد ا ص ۷۹ عروہ جلد ا ص ۳۲۰ م ۱۵ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۳ مسئلہ ۶۲۷)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں دونوں گزشتہ صورتیں فتویٰ کے طور پر بیان ہوئی ہیں اور تحریر الوسیلہ اور عروۃ الوثقیٰ میں دوسری صورت میں احتیاط واجب قرار دیا گیا ہے۔

○ مسئلہ ۱۱۱: اگر عورت حاملہ ہو اور بچہ اس کے شکم میں مرجائے اور اس کا شکم مادر میں رہنا ماں کی زندگی کیلئے خطرناک ہو اور اس بات کا خوف ہو کہ وہ بھی مرجائے گی تو ایسی راہ کا انتخاب کیا جائے جو ماں کیلئے زیادہ آسانی کا سبب ہو اور اس سے بچے کو باہر نکالا جائے حتیٰ کہ آخری چارہ یہ رہ جائے کہ بچے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے باہر نکالا جائے تو ایسا ہی کریں۔ (تحریر جلد اص ۹۷ مسئلہ ۷، عروہ جلد اص ۳۱۹ مسئلہ ۱۵)

○ مسئلہ ۱۱۲: تا حد امکان واجب ہے کہ شوہر ہی اپنی بیوی کے ان امور کو انجام دے اور بچے کو باہر نکالے اگر ایسا ممکن نہیں ہے تو پھر عورتیں یہ کام انجام دیں ورنہ وہ مرد ایسا کریں جو عورت کے محرم ہیں اور آخری صورت میں غیر محرم مرد اس کو انجام دے سکتے ہیں (اور وہ بچے کی جان کو بچائیں)۔ (تحریر جلد اص ۹۷ مسئلہ ۷ عروہ جلد اص ۳۱۹ مسئلہ ۱۵ رسالہ توضیح جلد اص ۳۶۲ مسئلہ ۶۲۶)

نوٹ: ا۔ تحریر الوسیلہ کی عبارت میں شوہر کو عورتوں پر مقدم قرار دیا گیا ہے برخلاف عروہ کے حاشیہ کے اور امام خمینیؒ کے رسالہ توضیح المسائل کے کہ ان کتابوں میں سب کو ایک ہی ردیف میں ذکر کیا گیا ہے۔ اور ظاہراً تحریر الوسیلہ کی عبارت کو ترجیح حاصل ہے۔

۲۔ رسالہ توضیح المسائل کی عبارت کے تسلسل میں بیان کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ ''اگر غیر محرم بھی نہ ملے تو پھر وہ شخص بھی باہر نکال سکتا ہے جو یہ فن نہیں جانتا'' اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ بیان ہونے والے افراد وہ ہو سکتے ہیں جو اس فن کے ماہر ہوں جیسا کہ بعض بزرگ مراجع کی عبارت میں ان کے ماہر فن ہونے کی وضاحت کی گئی ہے

○ مسئلہ ۱۱۳: اگر دونوں - ماں اور اس کے شکم میں موجود بچہ - زندہ ہوں اور دونوں کی جان کو موت کا خطرہ ہو تو واجب ہے کہ انتظار کیا جائے تا اینکہ خداوند عالم اپنے ارادے اور قضاء کا

اجرا فرمائے اور فریضہ متعین ہو جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۰، عروہ جلد اص ۳۲۰ مسئلہ ۱۵)

پوسٹ مارٹم

○ مسئلہ ۱۱۴: مسلمان کی میت کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۱۱۵: مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم نہ صرف حرام ہے بلکہ اس کی دیت بھی واجب ہے جس کی مقدار فقہ میں ''کتاب الدیات'' میں تفصیل سے درج ہے۔ (تحریر الوسیلہ جلد دوم ص ۵۶۱ مسئلہ اول، رسالہ توضیح جلد ۲ ص ۶۵۶ مسئلہ ۲۸۷۸)

وضاحت اور تشریح:

○ مسئلہ ۱۱۶: مسلمان کے سر کاٹنے کی دیت سو دینار کے برابر ہوتی ہے جبکہ دیگر اعضاء وجوارح کے کاٹنے اور دیگر جرائم اور اسی طرح ''شجاج'' یعنی سَر یا سَر اور چہرے کو خصوصیت کے ساتھ زخمی کرنے کی بھی دیت ہے اور دیگر زخموں کی بھی دیت ہے، یعنی میت کا ایک ہاتھ کاٹنے کی دیت پچاس دینار اور دونوں ہاتھ کاٹنے کی دیت سو دینار اور ایک انگلی کاٹنے کی دیت دس دینار کے برابر ہے۔

○ مسئلہ ۱۱۷: میت کو زخم لگانے یا اعضاء کاٹنے کے بدلے میں ملنے والی دیت کا اس کے ورثاء کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا بلکہ یہ میت ہی کا مال ہوتا ہے لہذا اسے خیر و بھلائی کے کاموں میں خرچ کیا جانا چاہئے اور میت کے ذمہ واجب الادا قرض کو بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔

○ مسئلہ ۱۱۸: مذکورہ حکم میں زن و مرد اور بچہ و بزرگ برابر کے شریک ہیں۔ (تحریر الوسیلہ جلد ۲ ص ۵۳۹ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۱۱۹: غیر مسلم کی میت کا پوسٹ مارٹم جائز ہے لہذا نہ اس کا گناہ ہے اور نہ اس پر

دیت واجب ہوتی ہے کافر خواہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۱ مسئلہ ۱، رسالہ توضیح جلد۲ ص ۶۵۶ مسئلہ ۲۸۷۶)

○ مسئلہ ۱۲۰: جب کسی ایک یا کئی مسلمانوں کی جان کو بچانا پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور غیر مسلم کی میت سے پوسٹ مارٹم کے مسائل سمجھنے میں سہولت ہو تو ایسی صورت میں اس مقصد کیلئے مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم جائز نہیں ہوگا۔ اگر غیر مسلم کی میت کا پوسٹ مارٹم ممکن ہو پھر بھی مسلمان کی میت کا پوسٹ مارٹم کریں تو گناہ کے مرتکب ہوں گے اور دیت کی ادائیگی بھی لازم ہوگی لیکن اگر ایک یا کئی مسلمانوں کی جان بچانا مسلمان میت کے پوسٹ مارٹم پر موقوف ہو اور غیر مسلم کی میت کا حصول اس مقصد کیلئے ناممکن ہو تو اس صورت میں مسلمان میت کا پوسٹ مارٹم جائز ہوگا، لیکن اگر پوسٹ مارٹم صرف سیکھنے اور تعلیمی مقاصد کیلئے ہو اور کسی مسلمان یا مسلمانوں کی زندگی کا اس پر دارومدار نہ ہو تو پھر ایسا کرنا جائز نہیں اور دیت کی ادائیگی کا موجب ہوگا۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۱ م ۳۹۲، رسالہ توضیح جلد۲ ص ۶۵۶ مسئلہ ۲۸۷۹، ۲۸۸۰)

○ مسئلہ ۱۲۱: اگر مسلمان کی میت کا پوسٹ مارٹم صرف سیکھنے اور تعلیم حاصل کرنے کیلئے ہو جیسا کہ ابھی بیان ہوا ہے تو اس پر دیت کی ادائیگی لازم ہوگی لیکن اگر ضرورت درپیش ہو اور اس بات کی مجبوری ہو کہ کسی ایک مسلمان یا کئی مسلمانوں کی زندگی کا دارومدار مسلمان میت کے پوسٹ مارٹم پر ہو تو بعید نہیں ہے کہ اس پر دیت واجب نہ ہو، ہر چند کہ احتیاط واجب کی بناء پر دیت ادا کی جائے۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۱ مسئلہ ۴، رسالہ توضیح جلد۲ ص ۶۵۷ مسئلہ ۲۸۸۱)

پیوندکاری

○ مسئلہ ۱۲۲: کسی مسلمان کی میت سے کوئی عضو اس لئے کاٹا جائے کہ اسے کسی زندہ

شخص کے عضو کے ساتھ پیوند کیا جائے تو ایسا کرنا جائز نہیں، لیکن اگر زندہ شخص کی زندگی اور اس کی جان کی حفاظت کا دارومدار ایسا کرنے پر ہو تو پھر جائز ہوگا بنابریں اگر زندہ شخص کی زندگی کا اس پر دارومدار نہ ہو تو اس کے کسی عضو کا محفوظ رہنا اسی پر موقوف ہو تو بھی جائز نہیں چنانچہ اگر کوئی شخص اسے کاٹے گا تو گناہ کا ارتکاب کرے گا اور دیت بھی ادا کرے گا البتہ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مرنے والے نے اپنی زندگی میں اس کی اجازت نہ دے رکھی ہو لیکن اگر اس نے اپنی زندگی میں اس کی اجازت دیدی ہو تو پھر دیت نہیں ہوگی ہر چند کہ احتیاط واجب کی بنا پر اس طرح کی اجازت دینا جائز نہیں اسی لئے اس قسم کی اجازت کی وجہ سے کسی عضو کو کاٹ کر پیوند کرنا حرام ہے لیکن دونوں صورتوں میں دیت کی ادائیگی کا موجب نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۱۲۳: اگر مرنے والے نے اپنی زندگی میں اس کی اجازت نہ دی ہو، میت کے ورثا بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتے، بنابریں اگر کسی نے ولی کی اجازت کو مستند سمجھتے ہوئے میت کے کسی عضو کو کاٹ کر کسی دوسرے شخص سے لگا دیا، گناہگار ہوگا اور دیت بھی اس پر واجب ہوگی۔ (تحریر جلد ۲ ص ۵۶۱ رسالہ توضیح جلد ۲ ص ۶۵۷ مسئلہ ۲۸۸۲)

○ مسئلہ ۱۲۴: پیوند کاری کیلئے غیر مسلم کی میت سے کسی قسم کے عضو کا کاٹنا حرام نہیں ہے اور دیت بھی واجب نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۱۲۵: اگر غیر مسلم کی میت کا عضو کاٹ کر زندہ مسلمان کے بدن سے پیوند کریں تو کیا وہ عضو نجس اور مردار ہوگا اور اس کی وجہ سے نماز صحیح نہیں ہوگی؟ اس میں اشکال ہے، لیکن یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر میت کا عضو جو زندہ سے جوڑ دیا گیا ہے پیوند کاری کے بعد زندگی کا حامل ہو جائے اور میت کا عضو شمار نہ ہو بلکہ زندہ کا عضو شمار ہو تو پاک ہو جائے گا، نجس اور مردار نہیں رہے گا اور حیوان (خواہ نجس العین ہی کیوں نہ ہو) کے عضو کی پیوند کاری کا بھی یہی حکم ہے یعنی اگر پیوند

کاری کے بعد مسلمان شخص کی زندگی کے ساتھ اسے بھی حیات مل جائے اور جانور کا عضو شمار نہ ہونے لگے بلکہ انسان کا عضو بن جائے تو نجاست بھی اس سے برطرف ہو جائے گی اور مردار بھی شمار نہیں ہوگا اور اس کے ساتھ نماز بھی صحیح ہوگی ۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۲ مسئلہ ۶ ، رسالہ توضیح جلد۲ ص ۶۵۷ مسئلہ ۲۸۸۳)

○ مسئلہ ۱۲۶: اگر زندگی میں صاحب عضو کی اس بات کی اجازت ہو کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ کر کسی زندہ شخص کے لگا دیا جائے -البتہ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے احتیاط واجب کی بنا پر ایسا کرنا جائز نہیں-تو اس کا اس لئے بیچنا بھی جائز ہوگا کہ اس کے مرنے کے بعد اس سے فائدہ حاصل کیا جائے ۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۲ مسئلہ ۷ رسالہ توضیح جلد۲ ص ۶۵۷ مسئلہ ۲۸۸۴)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں اس مسئلے کے تسلسل میں ہے کہ: ”... بلکہ تمام جسم کا ان موارد کیلئے فروخت کرنا جہاں کیلئے پوسٹ مارٹم جائز ہوتا ہے زیادہ بعید نہیں ہے، اگر چہ اشکال سے بھی خالی نہیں، لیکن جواز کی صورت میں اجازت دینے کیلئے رقم لینے میں کوئی حرج نہیں“ ۔

○ مسئلہ ۱۲۷: اگر اس بات کو جائز قرار دیا جائے کہ کسی کے مرنے کے بعد اس کے اولیاء اس بات کی اجازت دے سکتے ہیں کہ میت کا کوئی عضو جدا کر کے زندہ شخص کو لگا دیا جائے -البتہ پہلے گزر چکا ہے کہ کہ ایسا کرنا قطعاً جائز نہیں ہے-تو اس کا بیچنا بھی جائز ہوگا البتہ ایسی صورت میں عضو فروختہ شدہ کی قیمت میت پر خرچ کی جائے-یا ”تو نیک کاموں میں لگا دیا جائے یا اس سے میت کا قرض ادا کر دیا جائے اور اس میں وارثوں کا کوئی حصہ نہیں ہے“-۔ (تحریر جلد۲ ص ۵۶۲ مسئلہ ۷)

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل ہفتم (۷)

تجہیز ــ و ــ تکفین

۱۔ کس کی تجہیز و تکفین واجب ہے؟

○ مسئلہ ۱۲۸: مسلمان شخص اور جو مسلمان کے حکم میں ہے کی میت کو غسل دینا، کفن دینا اور دفن کرنا واجب کفائی ہے جس کا تفصیلی تذکرہ آئندہ فصلوں میں ہوگا اور ان امور کا کافر کیلئے یا جو کافر کے حکم میں ہے بجالانا جائز نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۸، ۵۹، ۱۷ اور ۸۷، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۲، ۳۰۳، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۲ مسئلہ ۵۴۲)

وضاحت اور تحقیق:

○ مسئلہ ۱۲۹: غسل کیلئے چھوٹے، بڑے انسان میں کوئی فرق نہیں ہے، بلکہ جو بچہ ماں کے شکم سے ساقط ہو جائے اور اس کے چار قمری مہینے بھی پورے ہو چکے ہوں تو واجب ہے کہ اسے بھی دوسرے مسلمانوں کی مانند غسل دے کر، کفن پہنا کر دفن کر دیا جائے اور اگر چار ماہ سے کم ہو تو پھر اسے غسل دینے کی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے مسلمانوں کی طرح اسے کفن دینا بھی واجب نہیں ہے بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اس کی نماز کے بارے میں استحباب کا حکم آئندہ مسئلہ میں واضح ہوگا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۹، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۳، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۷ مسئلہ ۵۵۷)

○ مسئلہ ۱۳۰: مسلمان کے جس بچہ کے چھ قمری سال پورے ہو چکے ہوں اور وہ فوت ہو جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنی چاہئے لیکن جس بچے کی عمر چھ سال سے کم ہو اس کیلئے واجب نہیں ہے، خواہ وہ:

الف: زندہ پیدا ہو۔

ب: یا مردہ پیدا ہو۔

ج: پیدا ہوتے وقت زندہ ہو لیکن پیدا ہوتے ہی مر جائے اگرچہ پہلی اور تیسری صورت کے استحباب کے بارے میں تأمل کا اظہار کیا گیا ہے البتہ جو بچہ مردہ پیدا ہو۔ اگرچہ ولادت سے پہلے اس میں روح پڑ چکی ہو۔ اس پر مستحب بھی نہیں ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۷۱ عروہ جلد ۱ ص ۲۷۲، ۳۰۳ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۲ مسئلہ ۵۹۴)

○ مسئلہ ۱۳۱: ہر مسلمان میت کو غسل دینا واجب کفائی ہے خواہ دوازدہ امامی شیعہ ہو یا کوئی اور البتہ غیر شیعہ دوازدہ امامی اور مخالفین کو یعنی دوسرے مسلک کے لوگوں کو غسل دینا احتیاط واجب کی بنا پر ہے نیز احتیاط واجب یہ ہے کہ انہیں فقہ جعفریہ اور ان کے اپنے طریقہ کار کے مطابق غسل دیا جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۸، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۲ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۲ مسئلہ ۵۴۲)

○ مسئلہ ۱۳۲: مسلمان کی میت پر نماز پڑھنا واجب ہے خواہ عادل ہو یا فاسق، شہید ہو یا غیر شہید، حتیٰ کہ اس پر بھی جو کبیرہ گناہوں کا مرتکب رہا ہو، بلکہ جس نے عمداً خودکشی کی ہے نیز غیر شیعہ دوازدہ امامی پر بھی واجب ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۱ عروہ جلد ۱ ص ۳۰۲)

○ مسئلہ ۱۳۳: کافر کی جتنی بھی اقسام ہیں ان کو اور جو لوگ کافر کے حکم میں ہیں ان کو بھی نہ تو غسل دینا جائز ہے اور نہ ہی کفن دینا اور دفن کرنا اور نہ نماز پڑھنا جائز ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۸، ۷۱، عروہ جلد اول ص ۲۷۲، ۳۰۳)

○ مسئلہ ۱۳۴: کافر اسے کہتے ہیں جو:

الف: اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کر چکا ہو اور اس پر اس کا پختہ عقیدہ ہو خواہ الوہیت و رسالت کا منکر ہو خواہ ان پر اس کا کوئی عقیدہ نہ بھی ہو۔

ب: دین اسلام کو تو اختیار کیا ہوا ہے اور اس کا متدین بھی ہے لیکن ضروریات دین میں سے کسی ایک کا منکر ہے اور اس کے ضروری ہونے کو بھی سمجھتا ہے اور جن کے انکار سے پیامبر اکرمؐ کی رسالت کا انکار لازم آتا ہے یا اس کی تکذیب ہوتی ہے یا حضور کی شریعت مطہرہ کے ناقص ہونے کا اشارہ ملتا ہے یا اس سے ایسی گفتار صادر ہوتی ہے یا اس کا کردار اس طرح کا ہوتا ہے کہ جس سے اس کا کفر لازم آتا ہے۔

پس بنابریں کافر خواہ اصلی ہو یا کتابی -یہودی، عیسائی اور مجوسی- مشرک ہو یا حربی اور ذمی، سب کافر ہیں، نیز مرتد ملی اگر توبہ کے بغیر مر جائے تو وہ بھی ان میں شامل ہے اور جو مسلمان کافر کے حکم میں ہیں جیسے ناصبی اور خوارج تو یہ بھی مطلقاً کافر ہیں خواہ ان کا انکار، رسالت کے انکار پر موقوف نہ بھی ہو۔

اسی طرح اگر کسی شخص کا غلو الوہیت، توحید یا نبوت کے انکار کا سبب بنتا ہے یا ان کی تردید کا موجب ہوتا ہے، اسی طرح شیعہ امامیہ کے سوا دوسرے لوگ ہیں جبکہ وہ کسی ایک یا تمام بارہ ائمہ علیہم السلام سے نصب و عداوت رکھتے ہیں، انہیں سب و شتم کرتے ہیں جیسے ناصبی لوگ ہیں تو ایسے لوگ کفار کے حکم میں ہیں، ورنہ سب مسلمان اور طاہر ہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۹، ۷۱، ۱۰۶، ۱۰۷ العاشر مسئلہ ۱۴، عروہ جلد ۱ ص ۵۳، ۵۴، ۱۵۴ الثامن مسئلہ ۲، ۳ ص ۲۷۳، ۲۷۴، ۳۰۳)

نوٹ: کافر حربی وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ حالت جنگ میں ہو اور کافر ذمی وہ ہوتا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ پیمان کر کے ان کے ذمہ میں آ چکا ہو اور وہ طے شدہ شرائط پر عمل

کرتا ہو جن میں سے ایک جزیہ دینا بھی ہے، جبکہ مرتد وہ ہوتا ہے جو دین سے خارج ہو کر کافر ہو جائے۔

مرتد کی دو قسمیں ہیں: ''مرتد ملی اور مرتد فطری''

مرتد فطری: وہ ہوتا ہے جس کے انعقاد نطفہ کے وقت اس کے ماں اور باپ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو اور وہ خود پیدا ہونے اور بالغ ہونے کے بعد اسلام کا اظہار کرے اور پھر دین اسلام سے خارج ہو کر کفر کو اختیار کرے۔

مرتد ملی: وہ ہوتا ہے جس کے انعقاد نطفہ کے وقت اس کے ماں اور باپ دونوں کافر ہوں اور وہ پیدا ہونے اور بالغ ہونے کے بعد کفر کا اظہار کرے پھر مسلمان ہو جانے کے بعد دوبارہ کافر ہو جائے۔ (تحریر جلد ۲ ص ۳۲۹ مسئلہ ۱۰)

مسئلہ ۱۳۵: کافر کا بچہ کافر کے حکم میں اور اس کے تابع ہوتا ہے لیکن یہ کہ بلوغ سے پہلے اسلام لے آئے البتہ ضروری ہے کہ عاقل اور ممیز ہو اور اس کا اسلام اختیار کرنا آگاہی اور بصیرت کے تحت ہو البتہ اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ بچہ حلال زادہ ہو یا زنا زادہ اگرچہ اپنے مذہب کے مطابق بھی زنا زادہ شمار ہوتا ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۵۴، ۳، ۲۷)

○ مسئلہ ۱۳۶: مسلمان کا بچہ - اگر اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو - مسلمان کے تابع ہوگا اور مسلمان کے حکم میں ہوگا، اگرچہ ولد الزنا ہو۔ (تحریر ج ۱ ص ۵۹، ۱۷ عروہ جلد ۱ ص ۵۴، ۳، ۲۷، رسالہ توضیح ص ۳۲۷ مسئلہ ۵۵)

○ مسئلہ ۱۳۷: مذکورہ بالا مسئلہ میں اس بات میں فرق نہیں ہے کہ ولد الزنا ایک طرف سے ہو یا دونوں طرف سے یعنی اگر زنا زادہ صرف ایک طرف سے زنا زادہ ہو اور دوسری طرف

سے مسلمان ہوتو اس پر احکام اسلام کے لاگو ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہے لیکن اگر دونوں طرف سے زنا زادہ ہو اور دونوں طرف (پدر و مادر) مسلمان ہوں یا ایک مسلمان ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر اس پر اسلامی احکام نافذ کیے جائیں گے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۵۴،۲۷۳)

○ مسئلہ ۱۳۸: مسلمان کا ولد الزنا، مسلمان کے حکم میں ہوگا اور کافر کا ولد الزنا کافر کے حکم میں ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۵۴ مسئلہ اول سے پہلے، مسئلہ اول ص ۲۷۳)

○ مسئلہ ۱۳۹: دیوانہ شخص اگر بچپن ہی سے دیوانہ ہو تو اپنے ماں باپ سے ملحق ہونے کے لحاظ سے انہی احکام کا حامل ہوگا جن کا حامل بچہ ہوتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالغ ہونے کے بعد دیوانہ ہو جائے اگر تو دیوانگی سے پہلے دین اسلام کا معتقد تھا تو مسلمان کے حکم میں ہوگا اور اگر کافر تھا تو کافر کے حکم میں ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۷۳ رسالہ توضیح ج ۱ ص ۳۲۷ مسئلہ ۵۵۷)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں اس مسئلے کو یوں بیان کیا گیا ہے "اگر کوئی شخص بچپن سے دیوانہ تھا اور اسی حالت میں بالغ ہوا چنانچہ اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو تو اسے (مسلمان سمجھ کر) غسل دیا جائے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو اسے غسل دینا جائز نہیں ہوگا"۔

○ مسئلہ ۱۴۰: کافر کا بچہ جو مسلمان کے ہاتھوں جنگ میں اسیر (قیدی) ہو جائے -اگرچہ اسیر ہونے والا ہر مقام پر اسیر کرنے والے کے تابع نہیں ہوتا لیکن میت سے متعلقہ اعمال کو انجام دینے کے موقع پر اگر اس کا باپ یا ماں یا دادا یا دادی یا نانا یا نانی بھی اس کے ہمراہ نہ ہوں- تو وہ اسیر کرنے والے کے تابع ہوگا اور اس پر مسلمان کے احکام جاری ہوں گے۔ (عروہ ج ۱ ص ۲۷۳)

○ مسئلہ ۱۴۱: بلاد اسلامی -یعنی مسلمان شہروں- میں سر راہ ملنے والا بچہ مسلمان کے حکم میں ہوگا۔

○ مسئلہ ۱۴۲: بلاد کفر -یعنی کفار کے شہروں- میں سر راہ ملنے والا بچہ اگر وہاں پر کوئی

مسلمان موجود ہو اور احتمال ہو کہ یہ اسی کا بچہ ہوگا تو احتیاط واجب کی بنا پر اس پر مسلمان کے احکام جاری ہوں گے۔ (تحریر جلد اص ۷۱ عروہ جلد اص ۲۷۳، ۳۰۳)

○ مسئلہ ۱۴۳: جو میت اسلامی شہروں میں ملے اس پر مسلمان کے احکام جاری ہوں گے۔ (تحریر جلد اول ص ۷۱ عروہ جلد اص ۳۰۳)

○ مسئلہ ۱۴۴: اگر کسی جگہ کچھ میتیں مل جائیں لیکن معلوم نہ ہو کہ آیا مسلمان ہیں یا کافر؟ اگر ان کے درمیان کسی کے مسلمان ہونے کا اجمالی علم ہو تو واجب ہے کہ احتیاط پر عمل کرتے ہوئے ان سب کو غسل اور کفن دیا جائے اور نماز پڑھ کر دفن کیا جائے ورنہ ایسا کوئی بھی عمل انجام دینا واجب نہیں جو میت سے متعلق ہوتا ہے، ہر چند کہ احتیاط مستحب کی بنا ہر بہتر ہے کہ بطور مطلق احتمال کے عنوان سے امید ہے کہ مسلمان ہوں گے تمام احکام مسلمان ان پر جاری کئے جائیں گے۔ (عروہ جلد اص ۲۷۹ مسئلہ ۱۰)

چند استثنائی صورتیں

الف، شہید:

○ مسئلہ ۱۴۵: شہید کو نہ تو غسل دیا جائے گا نہ حنوط کیا جائے گا اور نہ ہی کفن دیا جائے گا بلکہ جس لباس میں اس کی شہادت ہوئی اسی میں نماز پڑھنے کے بعد دفن کیا جائے گا۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۵۹ مسئلہ ۱، عروہ جلد ۹ ص ۲۷۶)

وضاحت: حنوط سے مراد میت کے سات اعضائے سجدہ یعنی پیشانی، ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں، دونوں گھٹنے اور پاؤں کے دونوں انگوٹھوں پر کافور ملنا ہے۔

مزید وضاحت:

○ مسئلہ ۱۴۶: یہاں پر شہید سے مراد وہ شخص ہے جو میدان جنگ میں جہاد کے دوران جو امام معصومؑ یا ان کے نائب خاص کی معیت میں مارا جائے نیز غیبت امام العصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے زمانہ میں جو شخص اسلامی مرکز اور حدود کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ بھی شہید کے حکم میں ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۹ مسئلہ اول عروہ جلد اول ص ۲۷۶)

○ مسئلہ ۱۴۷: دین اسلام کی ترویج کرنے والے یا پاسداران اسلام یا وہ لوگ جو تعمیر نو کے کاموں میں شہروں اور دیہاتوں میں مصروف عمل رہتے ہیں اور اسی دوران وہ دشمن کے ہاتھوں شہید ہو جاتے ہیں تو ان پر عام مسلمانوں کے احکام لاگو ہوں گے۔ میدان جنگ میں شہید ہونے والوں کے نہیں۔ (استفتاءات جلد اول ص ۹۷ سوال ۱۹۲)

○ مسئلہ ۱۴۸: شہید راہ جہاد سے غسل کا ساقط ہونا ''عزیمت'' کے عنوان سے ہے ''رخصت'' کے عنوان سے نہیں یعنی نہ صرف یہ کہ اسے غسل دینا واجب نہیں بلکہ غسل دینا جائز بھی نہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۸ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۱۴۹: اگر شہید کے بدن پر لباس نہیں تھا اور وہ برہنہ تھا تو اسے کفن دے کر دفن کرنا چاہیے لیکن اگر اس کے بدن پر لباس تھا تو اسے اسی لباس میں دفن کر دیا جائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۹ مسئلہ ۱، عروہ جلد ا ص ۲۷۷، ۲۷۸)

○ مسئلہ ۱۵۰: شہید کو اس کے لباس کے اوپر کفن پہنا کر دفن کرنا محل اشکال ہے بلکہ ناجائز ہے لہٰذا احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے اس کے لباس پر کفن نہیں پہنانا چاہیے۔

○ مسئلہ ۱۵۱: شہید کا لباس اتار کر اور اس کی جگہ کفن پہنانا جائز نہیں۔

○ مسئلہ ۱۵۲: احتیاط واجب یہ ہے کہ جو چیز شہید کے بدن پر ہے اگر اسے لباس کہا جائے اوراس کا شمار کپڑوں میں ہوتو اسے اتارنا جائز نہیں اوراس کے برعکس جن چیزوں پر کپڑوں اورلباس کا اطلاق نہیں ہوتا انہیں اتار لیناواجب ہے۔ (عروہ جلداول ص ۲۷۸ م ۶)

○ مسئلہ ۱۵۳: شہید کے بدن پر گذشتہ احکام کا اجرااس صورت میں کیا جائے جب اس کی روح میدان کارزار میں اور جنگ کے شعلہ ور ہونے کی صورت میں نکلے یا جنگ کے ختم ہوجانے کے بعد اور مسلمانوں کا اسے زندہ حالت میں حاصل کر لینے سے پہلے نکلے، لیکن اگر جنگ ختم ہوجانے کے بعد جبکہ ابھی رمق سانس باقی ہواور مسلمان اسے حاصل کرلیں اوراس کی روح بعد میں میدان جنگ میں پرواز کر جائے تو ایسی صورت میں اسے احتیاط واجب کی بناء پر غسل بھی دیا جائے اور کفن بھی دیا جائے اور اگر میدان جنگ سے باہراس کی روح نکلے تو پھر ضرور اس کا غسل وکفن کیا جائے۔ (تحریر الوسیلہ جلداول ص ۵۹ مسئلہ ۱ عروہ جلداول ص ۲۷۷)

○ مسئلہ ۱۵۴: جو لوگ جنگ کے علاقہ لیکن معرکہ کارزار سے باہر یا ہسپتال میں جا کر جام شہادت نوش کرتے ہیں نیز وہ افراد بھی جو مجروح حالت میں مورچوں سے باہر ایمرجنسی ہسپتال پہنچ کر شہید ہوجاتے ہیں انہیں شہید کا ثواب تو ملے گا مگر غسل وکفن ان کو ضرور دیا جائے گا (استفتاءات جلداول ص ۷۸ سوال ۱۹۰ ص ۸۳ سوال ۲۰۴)

○ مسئلہ ۱۵۵: جو لوگ مورچوں اور جنگ کے میدان میں شہید ہوجاتے ہیں انہیں غسل اورکفن نہیں دیا جائے گا لیکن اگر محاذ جنگ سے باہر جام شہادت نوش کرتے ہیں۔ مثلاً جنگ کے میدن سے باہر انہیں قتل کردیا جاتا ہے۔ تو انہیں غسل اورکفن دیا جائے گا۔ (استفتاءات جلد ا ص ۷۹ سوال ۱۹۱)

○ مسئلہ ۱۵۶: شہید اگر میدان جنگ میں مارا جائے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا

اگر چہ اسے وہاں سے اٹھا کر اپنے شہر لے جایا جائے اور وہیں دفن کیا جائے لازم ہے کہ اسے اپنے اس لباس میں دفن کیا جائے۔ (ایضاً جلد ا ص ۸۰)

○ مسئلہ ۱۵۷: اگر کوئی مجاہد محاذ جنگ کی فرنٹ لائن سے کافی فاصلے پر دور مار توپ یا طیارہ شکن توپ کے ذریعہ دشمن کے خلاف برسرِ پیکار ہے اور اسی دوران وہ دشمن کے ہوائی حملے کا نشانہ بن کر مارا جائے تو وہ شہید کے حکم میں ہوگا۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۱ سوال ۱۹۵)

○ مسئلہ ۱۵۸: جو لوگ جنگ تو نہیں کرتے مگر تبلیغ کیلئے یا راہ بنانے یا غذا یا اسلحہ کی کمک رسانی میں مصروف ہوتے ہیں اگر ایسی حالت میں مارے جائیں بشرطیکہ انہیں محاذ جنگ کے مجاہدین کا حصہ بھی شمار کیا جاتا ہو تو شہید کے حکم میں ہوں گے اگر چہ فرنٹ لائن سے کافی فاصلے پر ہی کیوں نہ ہوں۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۱ سوال ۱۹۶)

○ مسئلہ ۱۵۹: اگر مجاہد کو مورچوں میں شہادت کا رتبہ حاصل ہو جائے تو اسے غسل اور کفن نہیں دیا جائے گا خواہ وہ آرام کر رہا ہو اور دشمن کے ساتھ جنگ کی تیاری میں نہ بھی ہو، مثلاً توپ، گرنیڈ یا مارٹر کے گولے یا راکٹ سے شہید ہو جائے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۱ س ۱۹۷)

○ مسئلہ ۱۶۰: جو شخص محاذ جنگ سے پیچھے رہ کر جنگ کیلئے کام کر رہا ہو اگر کمک رسانی، اسلحہ برداری اور تبلیغ کے سلسلے میں مشغول ہوتے ہوئے میدان جنگ میں مارا جائے تو دوسرے شہداء کے حکم میں ہوگا لیکن اگر معرکہ جنگ سے باہر شہید ہو تو اسے شہادت کا ثواب تو ملے گا اس کے اجر کی مقدار اس کے معرفت کے مطابق ہوگی البتہ اسے غسل دینا اور کفن پہنانا واجب ہوگا۔ (استفتائات جلد اول ص ۸۲ سوال ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲)

○ مسئلہ ۱۶۱: جو لوگ مجاہدین کیلئے راستہ صاف کرنے کیلئے جنگ کے علاقہ میں دور دراز حدود تک اس لئے نکل جاتے ہیں تا کہ راستے میں موجود بارودی سرنگوں کا سراغ لگا کر انہیں

ناکارہ بنائیں، چنانچہ اگر سہواً کسی کا پاؤں کسی بارودی سرنگ پر جا پڑے اور وہ پھٹ جائے جس سے اس کی موت واقع ہو جائے تو اس سے بھی غسل اور کفن ساقط ہوں گے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۲ سوال ۲۰۳)

○ مسئلہ ۱۶۲: جو لوگ جنگ کی حالت میں یا پیش قدمی کی صورت میں پاؤں پھسلنے کی وجہ سے پانی میں جا گرتے ہیں یا کسی اور حادثے کا شکار ہو جاتے ہیں مثلاً گاڑی کا حادثہ ہو جاتا ہے یا پہاڑ کی بلندی سے زمین پر آ گرتا ہے یا موٹر سائیکل کا حادثہ ہو جاتا ہے تو ایسے شخص کو شہید کا ثواب تو ملے گا مگر اس سے غسل اور کفن ساقط نہیں ہوں گے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۳ سوال ۲۰۴)

○ مسئلہ ۱۶۳: شہید پر جاری ہونے والے گذشتہ احکام میں سب برابر ہیں خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام لوہے کی ضرب سے مارے جائیں یا کسی اور چیز سے نیز عمداً مارے جائیں یا غلطی سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، اسی طرح اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں کہ شہید مرد ہے یا عورت، بچہ ہے دیوانہ البتہ اگر جہاد ان پر واجب ہے تو یقیناً ایسا ہی ہوگا لیکن اگر ان پر جہاد واجب نہ ہو تو اس میں اشکال اور تامل ہے اور بنا بر احتیاط واجب انہیں غسل دیا جائے۔ (تحریر جلد اول ص ۵۹ مسئلہ ا، عروہ جلد ا ص ۲۷۶)

○ مسئلہ ۱۶۴: جو لباس شہید نے زیب تن کیا ہوا ہے کسی اور شخص کا ہو اور وہ شہید کے بدن پر باقی رکھنے پر راضی نہ ہو تو اسے شہید کے بدن سے اتار لیا جائے۔

اسی طرح اگر لباس تو شہید کا اپنا ہو مگر وہ کسی دوسرے شخص کے گروی ہو اور وہ شہید کے بدن پر باقی رہنے پر راضی نہ ہو تو چاہئے کہ شہید کے مال سے رقم ادا کر کے گروی سے چھڑایا جائے اور شہید کو اسی لباس میں دفن کر دیا جائے، بصورت دیگر اسے اس کے بدن سے اتار لیا جائے۔

(عروہ جلد ا ص ۲۷۸ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۱۶۵: اگر کوئی میت میدان جنگ میں مل جائے اور معلوم نہ ہو کہ شہید ہے یا نہیں؟ دیکھا جائے گا کہ اس پر شہادت کا کوئی نشان مثلاً زخم وغیرہ ہے یا نہیں؟ اگر ہو تو شہید کے حکم میں ہوگی ورنہ اسے غسل و کفن دیا جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۸ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۱۶۶: اگر اس بات میں شک ہو کہ مجاہد میدان جنگ میں جنگ کی حالت میں شہید ہوا ہے یا اس کے بعد، اگر اس پر معرکہ کارزار میں مارے جانے کی علامتیں موجود ہوں تو اس سے غسل و کفن ساقط ہوں گے ورنہ نہیں۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۳ سوال ۲۰۸)

○ مسئلہ ۱۶۷: جن لوگوں کو احادیث میں ''شہید'' کہا گیا ہے۔ مثلاً جو شخص طاعون کی بیماری کی وجہ سے مر جائے یا اسہال کی بیماری یا۔ درد شکم کی وجہ سے مر جائے یا غرق ہو جائے یا ملبے تلے دب جائے یا عورت بچہ جنتے وقت یا درد زہ کی وجہ سے جان کی بازی ہار جائے نیز جو اپنے اہل وعیال اور مال کا دفاع کرتے ہوئے مارا جائے ان پر شہید کے احکام لاگو نہیں ہوتے کیونکہ ایسی روایات کا اصل مقصد ان لوگوں کا ثواب اور اجر بتانا ہے نا کہ یہ بتانا کہ ان پر شہید کے احکام لاگوں ہوں گے۔ (عروہ جلد اول ص ۲۷۹ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۱۶۸: جو شخص شہروں پر دشمن کی بمباری کی وجہ سے شہید ہو جائے اگر چہ اسے شہید کا اجر ملے گا مگر اس سے غسل و کفن ساقط نہیں ہوں گے (استفتائات جلد ا ص ۸۳ سوال ۲۰۷

سنگساری اور قصاص میں مارے جانے والے کا حکم

○ مسئلہ ۱۶۹: جو سنگساری یا قصاص کی وجہ سے واجب القتل قرار پائے اس سے غسل ساقط ہو جائے گا بایں صورت کہ اسے امام معصوم علیہ السلام یا ان کے خاص نائب یا نائب عام

-یعنی مجتہد جامع الشرائط- حکم دیں کہ وہ غسل میت جیسا غسل کر لے یعنی پہلے آب سدر- یعنی بیری کے پانی- سے پھر آب کافور سے اور آخر میں خالص پانی سے غسل کر لے- اس کے بعد میت کے کفن کی مانند تین کپڑے- لنگ، کفنی اور بڑی چادر پہن لے پھر حنوط کیا جائے اور آخر میں اسے قتل کیا جائے گا اور نماز پڑھنے کے بعد غسل دیئے بغیر سپرد خاک کر دیا جائے گا۔ (تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۵۹، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۷)

مزید وضاحت:

○ مسئلہ ۱۷۰: ایسے شخص کے کفن سے خون کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۱۷۱: اگر غسل کرنے کے بعد اور قتل کیے جانے سے پہلے اس سے حدث اکبر کہ جس سے غسل فرض ہوتا ہے- یا حدث اصغر کہ جو وضو کو توڑنے کا سبب ہوتا ہے- سرزد ہو جائے اس کیلئے غسل کا اعادہ کرنا ضروری نہں ہے۔

○ مسئلہ ۱۷۲: مذکورہ دو مسئلوں میں بیان کردہ احکام ان لوگوں کیلئے ہیں جنہیں انہی اسباب کے تحت قتل کیا جائے لہٰذا اگر کسی دوسری وجہ سے اتفاقاً کسی کی جان چلی جائے یا قتل کر دیا جائے تو اسے مرنے کے بعد غسل دینا واجب ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۷۷)

○ مسئلہ ۱۷۳: جسے قتل کیا جانا طے ہو چکا ہے اسے چاہئے کہ غسل کی نیت خود کرے اگرچہ بنابر احتیاط مستحب قتل کا حکم دینے والے کیلئے بھی بہتر ہے کہ نیت کرے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۹ مسئلہ ۱ عروہ جلد ۱ ص ۲۷۷)

○ مسئلہ ۱۷۴: جس کے متعلق طے پا چکا ہے کہ اسے قتل کیا جائے وہ از خود اور امام علیہ السلام یا ان کے نائب کے حکم کے بغیر غسل کر لے، تو بھی یہ غسل کافی ہوگا اور لازم نہیں ہے کہ قتل ہو جانے کے بعد اسے پھر غسل دیا جائے اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل دیا جائے۔

(عروہ جلد ۱ ص ۲۷۸)

مُحرِم کا غسل

○ مسئلہ ۱۷۵: جس شخص نے حج یا عمرہ کا احرام باندھا اور حج میں صفا و مروہ کے درمیان "سعی" اور عمرہ میں تقصیر- کچھ بال کاٹنے- سے پہلے مر جائے اسے دوسرے مسلمانوں کی طرح تین غسل دیئے جائیں گے البتہ دوسرا غسل کافور کے پانی سے نہیں دیا جائے گا- بلکہ تیسرے غسل کی مانند- خالص پانی سے دیا جائے گا نیز اس کے اعضائے سجدہ پر کافور بھی نہیں ملا جائے گا - جسے حنوط کہتے ہیں- لیکن اگر حج میں سعی کے بعد اور عمرہ میں تقصیر کے بعد فوت ہو جائے تو اسے دوسرے مسلمانوں کی طرح تینوں غسل دیئے جائیں گے اور حنوط بھی کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۸، ۶۳ مسئلہ ۵، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۲ مسئلہ ۹ ص ۲۹۸ مسئلہ ۱ ص ۲۸۸ مسئلہ ۳ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۶ مسئلہ ۵۵۳، ص ۳۵۰ مسئلہ ۵۸۸)

○ مسئلہ ۱۷۶: سابقہ مسئلہ کی روشنی میں محرم شخص کی میت کو کسی بھی قسم کی خوشبو لگانا جائز نہیں ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۸۲ مسئلہ ۹ ص ۲۹۳ مسئلہ ۲۳)

○ مسئلہ ۱۷۷: مُحرم کو دوسرے مسلمانوں کی طرح کفن دیا جائے گا بنا بریں اس کے سر اور چہرے کو بھی دوسرے مسلمانوں کی میت کی مانند چھپانا واجب ہے اگرچہ محرم کی زندگی میں سر اور صورت کو چھپانا اور خوشبو کا استعمال حرام ہوتا ہے مگر اس کے مرنے کے بعد صرف اس کے بدن کو خوشبو لگانا حرام ہوگی اور سر اور صورت کو چھپانا واجب ہوگا۔ (عروہ جلد اول ص ۲۹۳ مسئلہ ۲۳ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۴۹ مسئلہ ۵۸۳)

○ مسئلہ ۱۷۸: جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہے اور وہ عدت میں ہے اور ابھی اس کی

عدت مکمل نہیں ہوئی تیز جو شخص اعتکاف کی حالت میں ہے ایسے لوگوں کیلئے زندگی کی حالت میں خوشبو کا استعمال حرام ہوتا ہے لیکن اگر وہ اسی حالت میں مرجائیں تو مرنے کے بعد ان پر عام مُردوں کے احکام لاگو ہوں گے اور محرم کے ساتھ ملحق نہیں کئے جائیں گے لہذا انہیں حنوط کیا جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۸ مسئلہ ا رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۱ مسئلہ ۵۸۹)

۱: لاچاری اور مجبوری کی صورت میں

○ مسئلہ ۱۷۹: میت سے متعلقہ کوئی ایک عمل۔ مثلاً غسل، کفن اور نماز جنازہ۔ کیلئے حد امکان سے باہر کی صورت پیدا ہوجائے تو وہ ساقط ہوجائے گا اور جو عمل امکانی حد تک انجام دیا جاسکتا ہے انجام دیا جائے گا بنابریں اگر میت کی تدفین ناممکن ہوجائے تو اس سے دوسرے واجبات ساقط نہیں ہوں گے، مثلاً اسے غسل دینا، کفن دینا اور جنازہ پڑھنا واجب ہوگا پس اگر کسی صحرا میں کوئی میت پڑی مل جائے اور اسے غسل دینا، کفن دینا اور دفن کرنا ناممکن ہو صرف نماز پڑھنے کی فرصت ہو تو نماز پڑھنا واجب ہوگی اور اگر تدفین ممکن ہو تو اسے دفن بھی کردیا جائے (تحریر جلد ا ص ۷۱ مسئلہ ۱، عروہ جلد ا ص ۳۰۴ مسئلہ ۴)

۲: بدن سے جدا شدہ عضو

میت کے بدن سے جدا شدہ کسی ٹکڑے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں جن کے احکام جداگانہ ہیں جو درج ذیل صورتوں میں بیان ہوں گے۔

صورت اول: ○ مسئلہ ۱۸۰: اگر میت کے بدن سے جدا شدہ ٹکڑا صرف گوشت ہی کا ٹکڑا ہو اور اس کے ساتھ ہڈی موجود نہ ہو تو میت کی تجہیز و تکفین سے متعلق کوئی بھی عمل انجام دینا واجب نہیں ہوگا، مثلاً غسل، کفن اور نماز جنازہ وغیرہ احتیاط واجب کی بنا پر فقط ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر

دیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۵۹ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۲۷۹ مسئلہ ۱۲)

صورت دوم: ○ مسئلہ ۱۸۱: اگر میت کے بدن سے جدا ہونے والا ٹکڑا گوشت کا ہو جس کے ساتھ ہڈی بھی ہو، لیکن ایسے موارد پر مشتمل نہ ہو جو صورت چہارم میں بیان ہوں گے تو واجب ہے کہ اسے غسل دے کر اور ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور بنا بر احتیاط مستحب بہتر ہے کہ اگر کفن کے تین واجب ٹکڑوں کی کوئی جگہ بھی اس ٹکڑے کے ساتھ ہے تو کفن بھی دیا جائے لیکن اس پر نماز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، ہر چند کہ کسی ایک کامل عضو۔ مثلاً ''ہاتھ یا پاؤں یا کوئی اور عضو اگر چہ صرف ہڈی ہی کیوں نہ ہو''۔ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ (تحریر جلد اص ۵۹ مسئلہ ۲ص ۷۱، عروہ جلد اص ۲۷۹ مسئلہ ۱۲اص ۳۰۴ مسئلہ ۶)

صورت سوم: ○ مسئلہ ۱۸۲: اگر میت سے جدا شدہ ٹکڑا صرف ہڈی ہی ہو اور اس پر گوشت نہ ہو تو اسے غسل دینا واجب نہیں ہے لیکن احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ اسے غسل دیا جائے لیکن یہ واجب ہے کہ اسے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۵۹ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۲۷۹ مسئلہ ۱۲)

صورت چہارم: ○ مسئلہ ۱۸۳: اگر میت کے بدن سے جدا شدہ حصہ صرف سینہ کا ڈھانچہ ہی ہو اور اس پر کوئی گوشت وغیرہ نہ ہو یا سینہ کے ڈھانچہ پر مشتمل ہو یا ایسے حصے پر مشتمل ہو جس میں دل ہوتا ہے یا سینے کے ایسے حصے پر مشتمل جہاں زندگی کی حالت میں دل ہوتا ہے لیکن اس وقت نہیں ہے تو اسے غسل دینا، کفن دینا، اس پر نماز جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا مکمل طور پر واجب ہے، لیکن کفن دینے کی صورت میں صرف کفنی اور بڑی چادر ہی کافی ہے ہاں البتہ اگر اس کے ساتھ کچھ وہ حصہ بھی ہو جس پر لنگ کو باندھتے ہیں تو پھر لنگ بھی کفن میں دیا جائے گا، بلکہ احتیاط

مستحب کی بناء پر مطلقاً بہتر ہے کہ میت کو تین مکمل کپڑوں کا کفن دیا جائے اور اگر اس کے بعض مقامات سجدہ بھی موجود ہوں تو انہیں حنوط کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۹، ۷۱ مسئلہ ۲، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۰ م ۱۲ ا ص ۳۰۴ م ۶)

مزید وضاحت: ○ مسئلہ ۱۸۴: مذکورہ دوسری اور چوتھی صورتوں سے متعلقہ مسئلے کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر میت کا کوئی مکمل عضو مل جائے اور اس پر نماز جنازہ ادا کر دی جائے پھر ایک اور عضو کامل مل جائے تو اگر اس کا تعلق صورت چہارم سے ہو تو پھر اس پر نماز پڑھنا واجب ہو جائے گی لیکن اگر بعد میں ملنے والا عضو کامل کا تعلق صورت دوم سے ہو تو اس پر نماز پڑھنا واجب نہیں ہوگی اگرچہ احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ اس صورت میں بھی اس پر نماز ادا کی جائے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۴ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۱۸۵: اگر میت کی تمام ہڈیاں موجود ہوں لیکن ان پر گوشت موجود نہ ہو تو اس کیلئے تمام وہ امور انجام دیئے جائیں گے جو بغیر کسی استثناء کے کسی میت کی تجہیز و تکفین کیلئے ضروری ہوتے ہیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۸۰ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۱۸۶: زندہ شخص کے بدن سے جدا شدہ حصوں کو میت سے جدا شدہ حصوں کے ساتھ مذکورہ تمام چار صورتوں میں ملحق کرنا محل اشکال ہے لہٰذا احتیاط واجب کی بناء پر ان تمام صورتوں میں وہ میت کے حکم میں ہوں گے لہٰذا ان کی بھی تجہیز و تکفین اور تدفین کی جائے گی۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۹، ۶۰ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۱۸۷: میت کے وہ اجزا جو غسل دیتے وقت اس سے جدا ہو جائیں مثلاً چمڑا، بال، ناخن اور دانت وغیرہ، تو انہیں کفن میں رکھ کر دفن کر دیا جائے بلکہ واجب ہے کہ میت کے

بدن کے ساتھ ملحق کر کے دفن کیے جائیں البتہ یہ ایسی صورت میں ہے جب ان کا میت کے ہمراہ دفن کرنا اس کی قبر کے کھودنے کا موجب نہ بنے ورنہ میت کے ہمراہ دفن کرنے میں تامل ہے اور احتیاط واجب کی بنا پر جائز نہیں ہے اور دفن کر دینا ہی مطلقاً کفایت کرے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۷۹ مسئلہ ۵، ۶۵، عروہ جلد ا ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۳ ص ۲۸۷ مسئلہ ا، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۱ مسئلہ ۶۲۴)

○ مسئلہ ۱۸۸: زندہ شخص سے جدا ہونے والے دانت یا ناخن خواہ ان کے ساتھ کچھ گوشت بھی ملا ہوا ہو کا دفن کرنا واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ اور یہ بھی مستحب ہے کہ انسان ان دونوں - دانت اور ناخن - کو سنبھال کر رکھے اور وصیت کر جائے کہ انہیں اس کی میت کے ساتھ دفن کر دیا جائے۔

چنانچہ روایت میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ایک دانت گر گیا تو آپؑ نے اسے اٹھا کر فرمایا "الحمدللہ" پھر آپ نے اسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دے کر ارشاد فرمایا: "اسے میری قبر میں میرے ہمراہ دفن کر دینا"۔

نیز امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: "حضرت رسولؐ نے بال، دانت، اور خون کے دفن کرنے کا حکم دیا ہے" نیز بی بی عائشہؓ سے منقول ہے کہ رسول خداؐ نے سات چیزوں کے دفن کرنے کا حکم دیا ہے تین تو مذکورہ چیزیں ہیں چار یہ ہیں: خون حیض، آنول خون کا لوتھڑا اور جما ہوا خون۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۳ ص ۲۸۷ مسئلہ ا، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۱ مسئلہ ۶۲۴)

○ مسئلہ ۱۸۹: اگر میت کا کوئی عضو مثلاً ہاتھ یا پاؤں کہیں گم ہو جائے در باقی میت کو غسل دیدیا جائے اور اس کے بعد گم شدہ عضو مل جائے مگر پانی دسترس سے باہر ہو اور وہ عضو بھی

ایسا نہ ہو جس پر تیمّم کیا جاتا ہے تو ایسی صورت میں اسے غسل اور تیمم کے بغیر دفن کر دیا جائے گا۔
(استفتائات جلد ۱ ص ۸۴ سوال ۲۰۹)

۳: میّت کے متولی اور اولیاء کے مراتب

وجوب کفائی: ○ مسئلہ ۱۹۰: میت کی تجہیز و تکفین سے متعلق تمام امور۔حالت احتضار میں روبقبلہ کرنا، غسل میت دینا، کفن دینا، حنوط کرنا، نماز میت پڑھنا اور دفن کرنا غرض سب واجب -کفائی - ہیں جو کہ:

الف: تمام مکلفین پر واجب ہیں۔

ب: اگر بعض لوگ اسے انجام دے دیں تو دوسروں سے ساقط ہو جاتے ہیں۔

ج: اگر کوئی بھی انجام نہ دے تو سب، واجب کے تارک اور گناہ کے مرتکب ہوں گے۔

د: اگر ان امور میں سے بعض ایسے ہیں جیسے نماز ہے، جسے ایک ہی زمانے میں جماعت کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے تو ان سب کا کام "وجوب" کے زمرے میں آئے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۰ مسئلہ ۳ ص ۸۷ م ۶۵ عروہ جلد ۱ ص ۳۱۸، ۳۱۷۔ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۲ مسئلہ ۵۴۲)

ولی میت کی اجازت

○ مسئلہ ۱۹۱: اس کے باوجود ان سب لوگوں سے زیادہ لائق اور ان امور کو انجام دینے کیلئے سب پر مقدم میت کا ولی ہے اور وہ وہی شخص ہے، جو میت کی وراثت لینے میں سب سے اولیٰ ہوتا ہے بایں معنی کہ اگر میت کا ولی چاہے تو خود انہیں انجام دے یا کسی کو ان کی انجام دہی کیلئے مقرر کرے تو دوسرے لوگوں کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس کے آگے رکاوٹ بنیں بلکہ اصولی طور پر ہر حالت میں اگر دوسرے لوگ ان امور کو انجام دینا چاہیں تو وہ اس صورت میں انجام دے سکتے

ہیں جب پہلے سے ولی کی اجازت حاصل کریں، بالفاظ دیگران کا کام ولی میت کی اجازت کے ساتھ مشروط ہے اور واجب ہے کہ اس سے اجازت حاصل کریں اور از خود اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی بھی اقدام جائز نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۰ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۹، ۳۱۸ مسئلہ ۷ ص ۳۰۲ م ا، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۳ مسئلہ ۵۴۶)

○ مسئلہ ۱۹۲: اگر ولی میت کی اجازت کے بغیر نماز جنازہ ۔خواہ فرادیٰ ہو یا جماعت کے ساتھ ۔ پڑھی جائے تو صحیح نہیں ہوگی۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۲ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۱۹۳: اگر کسی بھی وجہ سے میت کو قبر سے باہر نکالا جائے، تو دوسری مرتبہ بھی دفن کرنے کیلئے میت کے ولی سے اجازت طلب کی جائے گی اور اگر میت کی خالی ہڈیاں یا ان جیسی کوئی چیز باہر نکالی جائے تو بھی احتیاط اسی میں ہے کہ دوسری مرتبہ دفن کرنے کیلئے اگر ممکن ہو تو میت کے ولی سے اجازت لی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۳۳ مسئلہ ۱۳)

ایک نکتہ: ممکن ہے کہ یہاں پر یہ سوال اٹھایا جائے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو یہ کام تمام مکلفین کیلئے واجب کفائی ہو اور دوسری طرف دوسرے لوگوں کا میت کے ولی سے اجازت لینا شرط ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ولی سے اجازت لینا عمل کے صحیح ہونے کی شرط ہے نا کہ اس کے واجب ہونے کی لہٰذا ان دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۹)

○ مسئلہ ۱۹۴: اگر میت کا ولی نہ کسی دوسرے شخص کو اجازت دیتا ہے اور نہ ہی خود یہ کام انجام دیتا ہے تو ایسی صوت میں اس سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے اور اس کی اجازت ساقط ہو جائے گی اور حاکم شریعت ۔مجتہد جامع الشرائط ۔ اگر اسے اس بات پر آمادہ کر سکتا کہ یا تو خود وہ یہ کام کرے یا دوسرے لوگوں کو اس کی اجازت تو حاکم کو ایسا کرنا چاہئے لیکن اگر اس بات کا

امکان نہیں ہے تو دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ حاکم شریعت سے اجازت طلب کریں اور احتیاط مستحب کی بناپر بہتر ہے کہ اس کے بعد والے ولی کی اجازت بھی لے لیں۔ (تحریر جلد ا ص ۶۰ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۹)

○ مسئلہ ۱۹۵: اگر شہید پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے اس کے ولی سے اجازت لینی آسان نہ ہو تو اس کی اجازت ساقط ہے اور اس بارے میں غفلت برتنے کی وجہ سے احتیاط واجب کی بنا پر نماز کا اعادہ کیا جائے۔ (استفتائات جلد ا ص ۱۸۶ سوال ۲۱۷)

اجازت کیا ہے؟

○ مسئلہ ۱۹۶: ضروری نہیں ہے کہ میت کے ولی کی اجازت صریح، لفظی اور زبان سے ادا کی ہوئی ہو، بلکہ اذن فحوی یعنی قطعی شاہد حال ہو اور قرآئن سے سمجھی جانیوالی اجازت بھی کافی ہے۔ (تحریر جلد اول ص ۶۰ مسئلہ ۳ عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ا، استفتائات جلد ا ص ۸۶ سوال ۲۱۶)

توضیح وتشریح

○ مسئلہ ۱۹۷: اگر انسان کو یقین ہو کہ کچھ مکلفین میت کی تجہیز و تکفین کے امور کو اپنے ذمہ لے کر ان کی انجام دہی میں مصروف ہیں تو ان امور کی بجا آوری کیلئے جلدی کرنا اور انجام دینا اس سے ساقط ہو جائے گا لیکن اصل وجوب اس وقت تک ساقط نہیں ہوگا جب تک کہ ان امور کو وہ خود یا دوسرے لوگ مکمل طور پر انجام نہ دیدیں۔

بنابریں بعض مکلفین کے ان امور کو شروع کرنے کے ساتھ دوسروں سے یہ وجوب ساقط نہیں ہوگا مثلاً اگر ایک مکلّف شخص میت پر نماز جنازہ پڑھنا شروع کرتا ہے تو جب تک وہ اسے مکمل نہیں کر لیتا دوسرا مکلّف وجوب کی نیت سے ہی اس پر نماز پڑھنا شروع کر سکتا ہے اور

پہلی نماز کے مکمل ہو جانے کے بعد جبکہ دوسری ابھی مکمل کرنا باقی ہے تو باقیماندہ دوسری کو استحباب کی نیت سے مکمل کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۲ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۲ مسئلہ ۵۴۳)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں اس مسئلے کو یوں بیان کیا گیا ہے "اگر کوئی شخص میت سے متعلقہ کاموں کو انجام دینے میں لگ جائے تو دوسروں پر ایسا اقدام کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ اس کام کو ادھورا چھوڑ دے تو دوسروں کو چاہئے کہ اسے پایۂ تکمیل تک پہنچائیں"۔

○ مسئلہ ۱۹۸: اگر اس بات کا ظن اور گمان ہو کہ ایک شخص ان امور کو اپنے ذمہ لئے انجام دہی میں مصروف ہے تو اس سے وجوب ساقط نہیں ہو گا لہذا اس کیلئے جلدی کرنا اور انجام دینا واجب ہو گا چہ جائیکہ شک پیدا ہو جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۳، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۲ مسئلہ ۵۴۴)

نوٹ ۱: اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی انسان شک کرے کہ آیا کسی نے میت پر نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہئے کہ یہ سمجھے کہ اس نے نہیں پڑھی لہذا خود اس پر نماز پڑھے۔

۲: توضیح میں اس مسئلے کا متن یوں ہے: اگر انسان یقین کرے کہ کوئی دوسرا شخص میت کے امور کو انجام دے رہا ہے تو اس پر واجب نہیں ہے کہ میت کے امور کو انجام دینے کیلئے کوئی اقدام کرے، لیکن اگر اسے شک یا گمان ہو تو پھر اقدام کرے۔

○ مسئلہ ۱۹۹: اگر انسان کو یقین ہے کہ کسی دوسرے شخص نے ان امور کو انجام دے دیا ہے تو جب تک اس کے باطل ہونے کا یقین نہ کرلے اس وقت تک اس سے یہ تکلیف ساقط ہو گی اگرچہ اس کی صحت عمل کے بارے میں شک ہی کیوں نہ کرے، بلکہ اگر اس کے باطل ہونے کا گمان یا ظن ہی کیوں نہ کرے اس کے کام کو صحت پر محمل کرے خواہ انجام دینے والا عادل ہو یا فاسق۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۲۰۰: سابقہ مسئلے کی روشنی میں اگر انسان شک کرے کہ آیا کسی نے میت پر نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ تو اسے چاہئے کہ اس پر نماز ادا کرے لیکن اگر نماز کی ادائیگی کا یقین حاصل کرلے مگر اس کے صحیح ہونے کے بارے میں شک کرے تو نمازی کے عمل کو صحیح ہونے پر محمول کرے خواہ وہ شخص فاسق ہی ہو لیکن اگر نماز کے باطل ہونے کا یقین حاصل کرلے اور پڑھی ہوئی نماز کے صحیح نہ ہونے کا یقین رکھتا ہے تو چاہئے کہ نماز کو دوبارہ پڑھے اگرچہ خود نماز پڑھنے والے کو اپنی نماز کے صحیح ہونے کا یقین ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۱۲ مسئلہ ۱۳، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۳ مسئلہ ۵۴۵)

نوٹ: رسالہ توضیح کے مسئلے کا متن اس طرح ہے: "اگر کوئی شخص یہ جان لے کہ میت کے غسل یا کفن یا نماز یا دفن کو صحیح طریقے سے انجام نہیں دیا گیا تو اسے چاہئے کہ دوبارہ انجام دے لیکن اگر اسے گمان ہو کہ باطل تھا یا شک کرے کہ صحیح تھا یا نہ؟ تو پھر لازم نہیں کہ کسی قسم کا اقدام کرے"۔

○ مسئلہ ۲۰۱: اگر کوئی شخص میت پر نماز ادا کرے اور اپنے اجتہاد یا تقلید کی بنیاد پر اپنی پڑھی ہوئی اس نماز کے صحیح ہونے کا یقین رکھے، تو ایسے شخص کے دوبارہ نماز پڑھنے میں اشکال ہے جو اجتہاد یا تقلید کے اختلاف کی وجہ سے اسے باطل سمجھتا ہے، البتہ یہ اس صورت میں ہے جب دوسرا شخص پہلی نماز کے باطل ہونے کے بارے میں قطعی علم نہ رکھتا ہو اگر اسے اس کے باطل ہونے کا قطعی علم ہو تو دوسری نماز کا پڑھنا قطعاً واجب ہوجائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷ مسئلہ ۵، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۲ مسئلہ ۱۱۴)

ورثاءِ میت کے مراتب

میت کے اولیاء یعنی وہ لوگ جو میت سے متعلق امور مثلاً تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین بام دہی کیلئے دوسرے لوگوں سے اولی اور مقدم ہوتے ہیں۔ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ کسی

شخص کو حق حاصل نہیں ہوتا کہ ان کی اجازت کے بغیر اس بارے میں کوئی اقدام کرے اور ان کے مراتب مندرجہ ذیل ترتیب کے مطابق ہیں، پہلے مرتبہ کے حامل افراد کی موجودگی میں دوسرے مرتبہ کے افراد کوئی بھی اقدام نہیں کر سکتے سوائے چند ایک استثنائی امور کے جو کہ بعد میں بیان ہوں گے۔

نوٹ: اس بارے میں اور بھی بہت سے امور ہیں ہم جن کو عمداً ذکر نہیں کر رہے، کیونکہ عام لوگوں کا اس سے واسطہ نہایت ہی کم پڑتا ہے بلکہ نہ پڑنے کے برابر ہے اگر قارئین کو ضرورت ہو تو اس مسئلے کے ذیل میں آئندہ بیان ہونے والے حوالوں پر عمل کریں۔

○ مسئلہ ۲۰۲: اگر مرنے والی عورت ہو تو اس کا شوہر دوسرے تمام رشتہ داروں پر مقدم اور اولیٰ ہے کہ اسے قبر میں اتارے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۰ مسئلہ ا، تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۳ مسئلہ ۵۷۴)

○ مسئلہ ۲۰۳: شوہر کی ولایت اپنی اس بیوی پر مشکل ہے جو اس کے عقد منقطع - یعنی متعہ - میں ہے، لہٰذا احتیاط واجب کی بنا پر بعد کے مرتبہ کے ولیٔ میت سے بھی اجازت لے لی جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۰ مسئلہ ۵، عروہ جلد ا ص ۲۷۰ مسئلہ ا ص ۲۷۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۲۰۴: شوہر کے بعد اولیاء کے مراتب، وارثت کی ترتیب پر ہوں گے اور نسبی اور سببی رشتوں کا خیال رکھا جائے گا بنا بریں طبقہ اول کے ورثا - ماں باپ اور اولاد - دوسرے طبقہ - بہن بھائیوں، دادا دادیوں اور نانا نانیوں - پر مقدم ہوں گے اور یہ طبقہ تیسرے طبقہ کے ورثاء - چچے، پھوپھیوں، ماموں اور خالاؤں - پر مقدم ہوں گے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۰ مسئلہ ۴ عروہ جلد ا ص ۲۷۰ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۲۰۵: اسی طرح یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ:

الف: ہر طبقہ کے مرد اسی طبقہ کی عورتوں پر مقدم ہوں گے، البتہ احتیاط مستحب ہے کہ اس طبقہ کی عورتوں سے بھی اجازت لی جائے۔

ب: بالغ افراد نابالغ پر مقدم ہوں گے۔

ج: جو شخص میت کے ساتھ دونوں طرح سے-پدری اور مادری جانب سے-تعلق رکھتا ہے اس پر مقدم ہے جو صرف ایک-پدری یا مادری- جانب سے تعلق رکھتا ہے۔

د: جو شخص پدری جانب سے تعلق رکھتا ہے وہ مادری جانب سے تعلق رکھنے والے پر مقدم ہے۔

ہ: پہلے طبقہ میں میت کا باپ، اس کی ماں اور اولاد پر اور اولاد اپنی اولاد پر مقدم ہیں۔

و: دوسرے طبقہ میں میت کا دادا بنا بر احتیاط واجب میت کے بہن بھائیوں پر اور اس کے بھائی میت کے بھائیوں کی اولاد پر مقدم ہیں۔

ز: تیسرے طبقہ میں میت کے چچے اور پھوپھیاں اور اس کے ماموں اور خالاؤں پر مقدم ہیں اور ماموں اور خالہ، چچے، پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں پر مقدم ہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۰ مسئلہ ؟ عروہ جلد ۱ ص ۲۷۰ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۲۰۶: نکات بالا کو مد نظر رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ شوہر کے بعد میت کے باپ اور اس کے بعد اس کی ماں کی باری آتی ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۷۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۲۰۷: اگر مرنے والے کی ماں کے علاوہ اس (میت) کی نرینہ اولاد بھی ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ان سے بھی اجازت لے لی جائے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۷۱ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۲۰۸: میت کے شوہر اور اس کے والدین کے بعد اولیاءِ میت کی یہ ترتیب ہوگی:

۴: میت کی بالغ نرینہ اولاد۔

۵: میت کی ایک یا کئی بیٹیاں۔

۶: میت کے پوتے، نواسے یعنی میت کی اولاد کی اولاد۔

۷: میت کا دادا، نانا۔

۸: میت کی دادی، نانی۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۲۰۹: اگر کسی طبقہ میں مرد موجود نہ ہوں تو عورتوں کی باری ہوگی۔

○ مسئلہ ۲۱۰: اگر کسی طبقہ میں بالغ مرد نہ ہوں تو اسی طبقہ کی عورتوں کی باری ہوگی، لیکن ایسی صورت میں مستحب احتیاط کی بنا پر بہتر ہے کہ حاکم شریعت۔مجتہد جامع الشرائط۔ سے بھی اجازت لے لی جائے۔

○ مسئلہ ۲۱۱: اگر کسی طبقہ کے مرد سرِ دست موجود نہ ہوں تو پھر اسی طبقہ کی عورتوں کی باری ہوگی لیکن ایسی صورت میں واجب ہوگا کہ حاکم شریعت سے بھی اجازت لے لی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۰ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۲۱۲: گزشتہ مسائل میں مذکور اولیاءِ میت کے بعد کی ترتیب اس طرح ہوگی:

۹: میت کا ایک یا کئی بھائی۔

۱۰: میت کی ایک یا کئی بہنیں۔

۱۱: میت کے بہن بھائی کی ایک یا کئی اولادیں۔

۱۲: میت کے چچے اور پھوپھیاں۔

۱۳: میت کے ماموں اور خالائیں۔

۱۴: میت کے چچاؤں، پھوپھیوں اور ماموں اور خالاؤں کی اولاد۔ (عروہ

جلد اص ۲۷۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۲۱۳: اگر میت کے مذکوہ تمام ورثاء میں سے کوئی ایک بھی موجود نہ ہوتو احتیاط واجب ہے کہ حاکم شریعت -مجتہد جامع الشرائط- سے اجازت لی جائے اور یہ میت کا آخری ولی ہے، حاکم شریعت کے بعد عادل مومنین کو حق ولایت حاصل نہیں ہے لہٰذا ان سے اجازت لینا واجب نہیں ہے۔ (تحریر جلد اص ۶۰، عروہ جلد اص ۲۷۰ مسئلہ اص ۲۷۲ مسئلہ ۱۲)

وضاحت اور تحقیق: ○ مسئلہ ۲۱۴: اگر کسی طبقہ میں متعدد افراد ہوں تو سب کو ایک طرح کا حق ولایت حاصل ہے لہٰذا تمام سے اجازت لینا ہوگی اور یہ احتمال کہ صرف ان میں سب سے بڑی عمر والا شخص مقدم ہوگا، مشکل ہے۔ (عروہ جلد ص ۲۷۱ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۲۱۵: گزشتہ مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے میت پر نماز جنازہ پڑھنے کیلئے اس کے تمام اولیاء سے اجازت حاصل کرنا واجب ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۵ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۲۱۶: اسی طرح اگر مثلاً میت کے اولیاء میں سے کوئی ایک میت پر نماز پڑھے تو اس کیلئے واجب ہے کہ اپنے دوسرے ہم طبقہ اولیاء سے اجازت حاصل کرے اگر ان سے اجازت حاصل کئے بغیر اس پر نماز پڑھنا شروع کردے تو دوسرے لوگوں کیلئے جائز نہیں ہے کہ اس کی اقتداء میں نماز جماعت پڑھیں بشرطیکہ اس میں امام جماعت ہونے کی اہلیت ہو۔ (ایضاً مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۲۱۷: ہر طبقہ میں اگر ولی صرف نابالغ بچہ یا دیوانہ شخص ہو یا وارث غائب ہوتو پہلی اور دوسری صورت میں بچے یا دیوانے کی موجودگی میں -یہ ولایت بعد والے طبقہ کو منتقل ہوجائے گی- ہر چند کہ احتیاط مستحب کی بناء پر حاکم شریعت سے بھی اور بعد کے طبقہ سے بھی

اجازت لے لی جائے، اگر اس کا ولی نابالغ بچہ ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر اس کے ولی سے بھی اجازت لے لی جائے اگر اس کا ولی موجود ہو اور تیسری صورت میں اگر ولی میت غائب ہو تو واجب ہے کہ بعد کے طبقہ سے بھی اور حاکم شریعت سے بھی اجازت لے لی جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۰ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ ص ۷۱ ۲ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۲۱۸: اگر میت کا ولی کوئی عورت ہو تو مرد کی مانند جائز ہے کہ خود ہی مستقل طور پر میت پر نماز پڑھنے کیلئے اقدام کرے مرنے والا خواہ مرد ہو یا عورت اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسروں کو نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت دے دے کہ وہ نماز پڑھیں لیکن ایسی صورت میں زیادہ مناسب یہی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر مقدم کرے بلکہ ایسا کرنا احتیاط مستحب ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۵ مسئلہ ۹ تحریر جلد ۱ ص ۷۱ مسئلہ ۲۱)

○ مسئلہ ۲۱۹: اگر میت کا ولی -خواہ دوران عمل ہی سہی- تبدیل ہو جائے مثلاً دیوانہ ہو جائے یا فوت ہو جائے تو حقِ ولایت بعد والے طبقہ کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اسی طبقہ کے افراد سے اجازت حاصل کر لینی چاہئے اس کے برعکس اگر بچہ بالغ ہو جائے -خواہ اثنائے عمل ہی میں ہو- یا غائب آدمی آن پہنچے تو حق ولایت اسی کی طرف منتقل ہو جائے گا لہٰذا اس سے اجازت حاصل کرنا پڑے گی لیکن اگر کام مکمل ہو جانے کے بعد -مثلاً غسل مکمل ہو جانے اور نماز پڑھ لینے کے بعد- غائب آدمی واپس آ جائے یا بچہ بالغ ہو جائے یا دیوانہ تندرست ہو جائے تو وہ کسی کو اس بات پر اکسا نہیں کر سکتا کہ انجام شدہ عمل دوبارہ بجا لایا جائے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۷۱ ۲ مسئلہ ۸، ۹)

○ مسئلہ ۲۲۰: اگر میت کا ولی دوران عمل اپنا اجازت نامہ واپس لے لے تو اجازت حاصل کرنے والے کیلئے جائز نہیں کہ اس کام کو جاری رکھے اور مکمل کرے۔ (ایضاً مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۲۲۱: اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں میت کا ولی ہوں یا اس کی طرف سے

مجھے اجازت حاصل ہے کہ میں میت کا غسل وکفن انجام دوں یا جو شخص کہے کہ میں میت کا وصی ہوں تو اگر کوئی اور شخص اس کے مقابل میں یہی دعویٰ نہ کرے اور نہ کہے کہ میں میت کا ولی اور وصی ہوں اور مجھے اس کے تجہیز و تکفین کی اجازت حاصل ہے تو جائز ہے کہ اس کی بات کو کافی سمجھ کر قبول کرلیا جائے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اس قسم کا دعویٰ کرے تو پھر اسے شاہد یعنی گواہ پیش کرنا ہوں گے ورنہ وہ احتیاط سے کام لے۔ (عروہ جلد اص ۲۷ مسئلہ ۱۰ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۴ مسئلہ ۵۴۸)

○ مسئلہ ۲۲۲: اگر کوئی شخص دو میتوں پر اکٹھی نماز جنازہ پڑھے جبکہ ان میں سے ایک کے ولی کی طرف سے اجازت یافتہ ہے اور دوسرے کی طرف سے نہیں، تو جس کے ولی سے اجازت یافتہ ہے وہ صحیح ہے اور دوسرے کی صحیح نہیں ہوگی لہذا اس پر نماز جنازہ دوبارہ پڑھنی چاہئے (عروہ جلد اص ۳۱۱ مسئلہ ۵)

میت کی وصیت: ○ مسئلہ ۲۲۳: اگر میت وصیت کرے اور ولی کے علاوہ کسی اور کو اپنی تجہیز و تکفین، جنازہ اور تدفین کیلئے مقرر کردے تو زندگی کے ان ایام میں اس شخص پر واجب نہیں ہے کہ اس وصیت کو قبول بھی کرے البتہ احتیاط مستحب ہے کہ اسے قبول کرے اور اگر قبول کرلی تو پھر اس پر عمل کرنا ہوگا اور دوسرے لوگوں کو چاہئے کہ عمل کرنے کیلئے وصی سے بھی اجازت لے لیں اور ولی سے بھی اجازت لینا ضروری ہے چنانچہ احتیاط واجب کی بنا پر ولی میت کو بھی اس کی اجازت دے دینی چاہئے۔ (تحریر جلد اص ۶۰ مسئلہ ۶ جلد ۲ ص ۸۶ مسئلہ ۲۲، عروہ جلد اص ۱۷۲ م ۷، رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۴ مسئلہ ۵۴۹)

نوٹ: یہ مسئلہ رسالہ توضیح المسائل میں مکمل طور پر یوں بیان ہوا ہے: ''اگر مرنے والا

اپنے غسل وکفن، جنازہ اور دفن کیلئے ولی کے علاوہ کسی اور کے بارے میں وصیت کر جائے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ ولی اور وہ شخص دونوں اجازت دیں اور یہ بھی لازم نہیں ہے کہ مرنے والا جسے اس قسم کی وصیت کرے وہ اسے قبول بھی کرے، لیکن اگر قبول کرلے تو اسے اس پر عمل بھی کرنا چاہئے''۔ نوٹ: معلوم ہوتا ہے کہ توضیح کی عبارت کا پہلا حصہ مطلب کو صحیح طور پر واضح نہیں کررہا۔ واللہ اعلم

○ مسئلہ ۲۲۴: اگر مرنے والا وصیت کر جائے کہ فلاں معین شخص اس کی نماز جنازہ پڑھے تو احتیاط واجب یہ کہ ولی کو بھی اس کی اجازت دے دینی چاہئے اور یہ بھی احتیاط واجب ہے کہ وہ شخص بھی ولی سے اجازت حاصل کرے وصیت کے ذریعہ اجازت کا حصول ساقط نہیں ہوگا ہر چند کہ وصیت کو قابل عمل اور اس پر عمل کو بھی واجب سمجھیں۔ (عروہ جلد اص ۳۰۵ مسئلہ ۱۰، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۵ مسئلہ ۶۰۵)

۴ تجہیز وتکفین وغیرہ کے اخراجات

○ مسئلہ ۲۲۵: میت کا کفن اور تجہیز وغیرہ کے دوسرے اخراجات۔ سوائے چند استثنائی صورتوں کے جو بعد میں بیان ہوں گی۔ میت کے اصل ترکہ اور اموال وملکیت جو وہ چھوڑ گیا ہے سے ادا کئے جائیں گے یہ اخراجات میت کے قرضہ جات، وصیتوں پر عمل درآمد اور تقسیم میراث پر مقدم ہوں گے۔ (تحریر جلد اص ۶۶ مسئلہ ۴، ص ۹۷ م ۳، عروہ جلد اص ۲۹۲ مسئلہ ۱۹، ص ۳۱۸ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۲۲۶: اگر مرنے والا کنگال ہو چکا ہو اور قرض خواہوں کا حق یا رہن کا حق اس کے اصل مال اور ترکہ سے متعلق ہو چکا ہو پھر بھی کفن کا خرچہ اس پر مقدم ہوگا ہاں اگر میت نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جس کی وجہ سے اسے تاوان ادا کرنا پڑ گیا ہو تو اس تاوان کی ادائیگی کے تعلق حاصل کرنے میں اشکال ہے اور واجب ہے کہ احتیاط کو پیش نظر رکھا جائے۔ (تحریر جلد ا

ص ٦٦ مسئلہ ۴، عروہ جلد اص ۲۹۳ مسئلہ ۲۱)

توجہ

○ مسئلہ ۲۲۷: اگر مرنے والے کے چھوڑے ہوئے مال پر، زکوۃ، خمس اور حق الناس۔ مثلاً مظالم۔ کا تعلق قائم ہو چکا ہو اور اس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کیا ہو نیز اگر وہ چھوڑے ہوئے مال کے برابر کا مقروض ہو کر مرا ہو تو میت کے چھوڑے ہوئے مال میں مطلقاً تصرف جائز نہیں بلکہ اگر تمام مال کے برابر کا مقروض نہ ہو پھر بھی اس مال میں تصرف جائز نہیں ہاں البتہ اگر قرض خواہ راضی ہوں یا ورثاء، میت کے قرضہ کی ادائیگی پر راضی ہوں اور اس میں کوتاہی نہ کریں اور احتیاط واجب یہ ہے کہ میت کے ولی سے اجازت لے لیں۔ (تحریر جلد اص ۱۳۴ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۲۲۸: اگر مرنے والا اپنے مال کی ایک تہائی (۱/۳) حصے کے بارے میں وصیت کر جائے تو اسے علیحدہ کر لینے اور کام میں لگانے سے پہلے میت کے متروکہ مال میں تصرف، غصب شمار ہوگا اور اس میں نماز پڑھنا ناجائز ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۱۳۳ مسئلہ ۱)

تجہیز و تکفین کے کون سے اخراجات؟

○ مسئلہ ۲۲۹: میت کے تجہیز و تکفین کے اخراجات میں تمام اخراجات شامل ہیں، مثلاً غسل کا پانی، بیری، کافور، مزدوروں کی مزدوری قبر کھودنے والے کی اجرت، حتیٰ کہ اس زمین کی قیمت بھی شامل ہے جس میں اسے دفن کیا جا رہا ہے، نیز وہ رقم بھی جو ظالم اور داداگیر افراد مباح زمین پر مرنے والوں کے لواحقین سے وصول کرتے ہیں نیز ضروریات کی دوسری چیزیں بھی ان میں شامل ہیں مثلاً قبر کو پختہ کرنے کیلئے اینٹیں، سیمنٹ، تارکول وغیرہ، اسی طرح مجبوری کی صورت میں میت کو سمندر میں پھینکنے کیلئے جو ضروری اخراجات ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیلی گفتگو

آگے دفن کے امور میں بیان ہوگی - جیسے مثلاً پتھر یا لوہا، جو میت کے پاؤں کے ساتھ باندھ کر پانی میں ڈالتے ہیں یا وہ مٹکا کہ جس میں میت کو رکھ کر سپرد آب کرتے ہیں۔ (تحریر جلد ۱ص ۶۶ مسئلہ ۴، ص ۷۹ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ص ۲۹۲ مسئلہ ۱۹ ص ۳۱۸ مسئلہ ۶)

﴿واجب اخراجات کا اندازہ﴾

○ مسئلہ ۲۳۰: کفن کی مقدار اور دوسری وہ چیزیں جن کے اخراجات میت کے اصل ترکہ سے لئے جاتے ہیں، ان کے بارے میں دو باتوں کا خاص خیال رکھا جائے:

الف: نہ تو اس قدر زیادہ مقدار میں ہو کہ متعارف حد سے بڑھ جائے اور میت کی شان سے زیادہ ہو اگرچہ احتیاط مستحب موکد کی بناء پر بہتر ہے کہ اس کی شان کے پیش نظر واجب مقدار سے کچھ زیادہ ہو اور دوسری شرط یعنی میت کی توہین نہ ہو، کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بات کی بھی احتیاط کی جائے کہ اس سے زیادہ کا خرچہ نہ ہونے پائے۔

ب: نہ ہی اس کے اخراجات اس قدر کم ہوں کہ اس سے مرنے والے کی توہین محسوس ہوتی ہو (تحریر جلد ۱ص ۶۶ م ۴ عروہ جلد ۱ص ۲۹۲ مسئلہ ۲۰، رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۴۵ مسئلہ ۵۷۵)

○ مسئلہ ۲۳۱: گذشتہ مسئلہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر مثلاً میت کی تدفین کیلئے مباح زمین موجود ہو اور رقم کے ادا کرنے کی بالکل ضرورت نہ ہو، یا ہو بھی تو بالکل مختصر حد تک اور وہ زمین متعارف حد تک اور میت کی شان کے لائق ہو، ساتھ ہی اس جگہ میں میت کی ہتک حرمت بھی نہ ہوتی تو جس زمین کی قیمت بہت زیادہ ہو کو حاصل کرنا جائز نہ ہوگا۔

اسی طرح بقیہ امور اور مستحبات کا حکم ہے جن میں کفن کے مستحبات بھی شامل ہیں، بشرطیکہ ان مستحبات کو نابالغ وارثوں کے حصہ سے نہ نکالیں اور بڑے اور بالغ ورثاء بھی راضی

ہوں۔

اگر ایسی زمین کہ جس میں میت کو دفن کیا جانا ہے اس کی قیمت یا کوئی چیز نہیں دینی پڑتی یا بالکل ہی کم قیمت ہے اسی طرح کفن کے مستحبات پورے کئے بغیر میت کی توہین ہوتی ہو تو واجب ہے کہ جس زمین کی قیمت دینی پڑتی ہے، یا دوسری زمین سے زیادہ مہنگی ہے تو اسے حاصل کیا جائے اور مستحبات کو بھی ادا کیا جائے اور اسے میت کے اصل مال سے لیا جائے اور ورثاء خواہ بالغ ہوں یا نابالغ سب کے حصہ سے لیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۹۲ مسئلہ ۲۰)

○ مسئلہ ۲۳۲: اگر میت کے ورثاء چاہتے ہیں کہ مذکورہ مقدار سے زیادہ۔متعارف مقدار کی درمیانی مقدار اور میت کے شان کے لائق کہ جس سے اس کی توہین نہ ہوتی ہو۔خرچ کی جائے تو یہ مناسب نہیں ہے کہ جو نابالغ وارث ہیں ان کے حصہ سے واجب مقدار سے زیادہ لی جائے اور بالغ ورثاء کے حصہ سے حاصل کرنے کیلئے بھی ان کی رضامندی اور اجازت حاصل کی جائے البتہ اس سلسلے میں دو صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جو آگے ذکر ہو رہی ہیں۔۔ (عروہ جلد اص ۲۹۲ مسئلہ ۱۹، ۲۰ ص ۲۸۸)

نوٹ: اس بارے میں رسالہ توضیح المسائل (جلد اص ۳۴۴ مسئلہ ۵۷۳) میں ہے کہ: ’’اگر ورثاء بالغ ہوں اور اس بات کی اجازت دیدیں کہ سابقہ مسئلہ میں مذکور واجب کفن کی مقدار سے زیادہ کیلئے ان کے حصے سے حاصل کیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ واجب کفن کی مقدار اسی طرح جو مقدار احتیاطاً لازم ہوتی ہے نابالغ وارثوں کے حصے سے حاصل نہیں کی جائے گی‘‘۔

○ مسئلہ ۲۳۳: مندرجہ ذیل دو صورتوں میں بالغ ورثاء کی اجازت اور رضامندی شرط نہیں ہے:

الف: خود میت نے وصیت کہ ہو کہ لازم مقدار سے زیادہ کا خرچہ کیا جائے اور یہ

مقدار اس کے ثلث (۱/۳) ترکہ سے لے لی جائے۔

نوٹ: عروہ جلد ا ص ۲۸۸ میں ہے: اگر چاہتے ہیں کہ واجب مقدار سے زیادہ میت کے کفن پر خرچ کیا جائے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ نابالغ وارثوں کے حصے سے حساب نہ کریں۔ اگر چہ میت نے اس بارے وصیت بھی کی ہو کہ اس کے ۱/۳ حصہ مال سے لے لیا جائے۔" البتہ امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ: "اس صورت میں ان وارثوں کی رضامندی بھی حاصل کر لی جائے جو صغیر اور نابالغ نہیں ہیں۔ لیکن انہوں نے عروہ کی عبارت پر کوئی اشکال نہیں کیا۔ اور یہ بات عروۃ الوثقی جلد ا ص ۲۹۲ مسئلہ ۱۹ کی عبارت سے مختلف ہے۔ جس میں میت کے ۱/۳ مال کو استثناء کیا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ امام خمینیؒ نے اس سے اس لئے تعرض نہیں کیا کہ اصل بحث ص ۲۹۲ میں ہے لہذا ص ۲۸۸ میں دوبارہ اس مسئلے کو ذکر نہیں کیا۔ لہذا ان کا ص ۲۹۲ والا نظریہ ص ۲۸۸ پر مقدم ہے۔ (واللہ اعلم)

ب: میت نے اپنے ثلث مال (۱/۳) کے بارے میں بطور مطلق - خواہ جزئی - وصیت کی ہو لیکن اس کے مصرف کو متعین نہ کیا ہو تو لازمی طور پر اسے تجہیز و تکفین کے اخراجات میں خرچ کیا جائے اور ایسی صورت میں یہ بھی جائز ہے کہ واجب مقدار سے زائد پر بھی صرف کیا جاسکتا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۲ مسئلہ ۱۹)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل (جلد ا ص ۳۴۵ مسئلہ ۵۷۴) میں یہ صورت اس طرح ذکر ہوئی ہے کہ "اگر کسی نے وصیت کی ہو اس کے کفن کی مستحب مقدار - جو سابقہ دو مسئلوں میں ذکر ہوئی ہے - اس کے ثلث مال سے حاصل کی جائے، یا یہ وصیت کی ہو کہ اس کے ثلث مال کو خود اسی کیلئے ہی خرچ کیا جائے، لیکن اس کے مصرف کو ذکر نہ کیا ہو یا صرف اس کی کچھ مقدار کا مصرف معین کیا ہو تو کفن کی مستحب مقدار اس کے ثلث مال سے لی جاسکتی ہے"۔

اگر میت کا ترکہ ہی نہ ہو

○ مسئلہ ۲۳۴: اگر میت کا کچھ بھی ترکہ نہ ہو۔ حتیٰ کہ کفن کی مقدار تک بھی کوئی مال نہ ہو۔ تو اگر زکوٰۃ کی ''مدّ فی سبیل اللہ'' موجود ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر اسے اسی مد سے لیا جائے اگر ورثاء زکوٰۃ کے مستحق ہوں اور اگر کوئی دوسرا شخص ان کے مرنے والے کو کفن دیتا ہے تو یہ ان ورثاء کیلئے گراں گزرتا ہے تو مستحب بلکہ احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ زکوٰۃ کا یہ حصہ انہیں دیا جائے تاکہ وہ خود ہی اپنی میت کو اپنے ہی مال سے کفن پہنائیں۔

البتہ اگر زکوٰۃ کی یہ مقدار بھی موجود نہ ہو تو جائز ہے کہ میت کو برہنہ تن۔ بغیر کفن کے۔ دفن کر دیا جائے اس لئے کہ کفن کا دینا دوسرے لوگوں پر واجب نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں پر جو واجب کفائی بنتا ہے وہ ''کفن پہنانا'' ہے ''کفن دینا'' نہیں ہے البتہ کفن دینا مستحب ہے بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر ایسا کرنا بہتر ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ مسئلہ ۴ عروہ جلد ۱ ص ۲۹۳ مسئلہ ۲۲)

چند استثنائی صورتیں

نوٹ: مزید وضاحت اور استثنائی احکام کی تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو تحریر ج ۱ ص ۶۷ م ۹۔ عروہ ج ۱ ص ۲۹۲ م ۱۸ م ۹۰ م ۸ ص ۲۹۱، ۲۹۲ م ۱۰ ، م ۱۸۔

بیوی: ○ مسئلہ ۲۳۵: انسان کے کسی رشتہ دار کے کفن اور تجہیز کے دوسرے امور مثلاً غسل، نماز جنازہ اور دفن وغیرہ کے اخراجات اس کے ذمہ واجب نہیں ہیں، حتیٰ کہ ان کے اخراجات بھی جن کے اخراجات زندگی میں کسی پر واجب تھے، بلکہ یہ اخراجات خود مرنے والے کے مال سے ہی پورے کئے جائیں گے لہٰذا اگر مرنے والے کا کوئی مال نہیں تھا تو اسے بغیر کفن کے دفن کر دیا جائے گا مگر بیوی کے اخراجات کی بات اس سے مختلف ہے، اس لئے کہ اس کے جملہ اخراجات تجہیز و تکفین شوہر کے ذمہ ہیں بشرطیکہ شوہر میں بھی وہ شرائط پائے جائیں جو آگے چل کر مذکور ہوں

گے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۷ مسئلہ ۵، ۹ عروہ جلد ا ص ۲۹۰ مسئلہ ۸ ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۳، ۱۷ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۶ مسئلہ ۵۷۶، ۵۷۷)

شوھر کے شرائط :○ مسئلہ ۲۳۶: بیوی کے پاس خواہ کفن کے پیسے ہوں یا نہ ہوں، بیوی خواہ بڑی ہو یا چھوٹی، بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا دیوانی، آزاد ہو یا کنیز، دخول ہو چکا ہو یا نہ، مطیع وفرمانبردار ہو یا ناشزہ اور نافرمان غرض تمام صورتوں میں شوہر کو اس کی تجہیز و تکفین کے تمام اخراجات ادا کرنا پڑیں گے، البتہ یہ حکم دائمی منکوحہ کیلئے ہے، جبکہ غیر دائمی یعنی متعہ کیلئے یہ حکم نہیں ہے خاص کر جبکہ عقد کی مدتِ مقررہ نہایت مختصر ہو، اس بارے میں اشکال ہے، البتہ احتیاط واجب یہ ہے کہ اس کے اخراجات بھی شوہر ادا کرے، اسی طرح اس عورت کا بھی یہی حکم ہے جسے شوہر نے طلاق رجعی دیدی ہے اور عدت کے مکمل ہونے سے پہلے وہ فوت ہو جائے لیکن جس عورت کو طلاق بائن دی جا چکی ہے وہ مسلّم طور پر اس میں شامل نہیں ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۷ مسئلہ ۵ عروہ جلد ا ص ۲۹۰ مسئلہ ۸ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۶ مسئلہ ۵۷۶)

○ مسئلہ ۲۳۷: شوہر خواہ بالغ ہو یا نابالغ، عاقل ہو یا دیوانہ اسے چاہئے کہ اپنی بیوی کے تمام اخراجات ادا کرے البتہ اگر شوہر نابالغ بچہ یا دیوانہ ہو تو اس کا ولی اس کی بیوی کا کفن شوہر کے اپنے مال سے دے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۰ مسئلہ ۸ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۶ مسئلہ ۵۷۶)

○ مسئلہ ۲۳۸: شرط یہ ہے کہ کفن کے پیسے شوہر کے پاس ہونے چاہئیں البتہ قرضہ کے مستثنیات کے علاوہ، اور اگر اس کے پاس سارے کفن کی رقم موجود نہیں ہے تو جتنا کیلئے ہے اتنا ہی کیلئے دیدے ورنہ سارے یا کچھ حصہ کفن کی رقم بیوی کے مال سے لے لی جائے گی۔ (تحریر جلد ا ص ۶۷ مسئلہ ۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۰ مسئلہ ۹ ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۵)

○ مسئلہ ۲۳۹: اگر اتفاق سے شوہر اپنی بیوی کے دفن سے پہلے مستطیع ہو جائے تو میت کے ورثاء کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنا عین مال -یعنی کفن-- اس سے لے سکتے ہیں تا کہ شوہر خود میت کے کفن کا انتظام کرے لیکن اگر یہ اتفاق، میت کے دفن ہو جانے کے بعد رونما ہو تو ورثاء کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ شوہر سے کفن کی قیمت کا مطالبہ کریں۔ (تحریر جلد اص ۶۷ مسئلہ ۸ عروہ جلد اص ۲۹۱ مسئلہ ۱۵)

نوٹ: مسئلہ ۲۳۸ میں "قرضہ کے مستثنیات" کا تذکرہ ہوا ہے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ "اگر شوہر کے پاس قرضہ کے مثنیات کے علاوہ بھی رقم موجود ہو یعنی تمام کفن یا اس کے کچھ حصے کی قیمت اس کے پاس ہو تو اسے چاہئے کہ موجودہ رقم کے تناسب سے کفن مہیا کرے اور قرضہ کے مستثنیات سے مراد کچھ ایسی چیزیں ہیں کہ جہاں پر مقروض کو اس غرض سے ان کے فروخت کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ انہیں بیچ کر قرضہ ادا کرے اور وہ ہیں رہائشی مکان اور ضروریات زندگی کی وہ چیزیں کہ جن کے فروخت کر دینے سے اس کی زندگی مشکلات کا شکار ہو جائے یا اس کی شان اور آبرو ختم ہو جائے"۔ (ملاحظہ ہو تحریر الوسیلہ جلد اص ۵۹۸ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۲۴۰: اگر شوہر اور بیوی کی وفات ایک ہی وقت میں ہو اور ٹھیک ایک ہی لمحے اس دنیا سے رخصت ہوں تو پھر عورت کا کفن اس کے شوہر کے ذمہ نہیں ہوگا۔ (عروہ جلد اص ۲۹۱ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۲۴۱: اگر شوہر اپنی عورت کی وفات کے فوراً بعد -یا اس سے پہلے یا اس کے بالکل بیک وقت- فوت ہو جائے اور اس کے پاس صرف ایک کفن کی رقم موجود ہو تو ایسی صورت میں شوہر بیوی پر مقدم ہوگا -یعنی اس رقم سے شوہر کا کفن خریدا جائے گا-۔ (تحریر جلد اص ۶۷ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۲۴۲: گذشتہ مسئلہ کے پیش نظر اگر عورت کو اس کے شوہر کے مال سے کفن دیا جا

چکا ہو اور اس کے فوراً بعد شوہر فوت ہو جائے جبکہ مرد کا مال صرف ایک کفن کی قیمت کے برابر ہو تو مرد کو عورت پر مقدم کیا جائے لہٰذا وہ کفن عورت کے بدن سے اتار کر مرد کو پہنایا جائے گا، لیکن اگر عورت کو دفن کیا جا چکا ہو تو پھر نہیں اتارا جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۲۴۳: اگر شوہر اپنی بیوی کے فوت ہو جانے سے پہلے دیوالیہ ہو جائے اور اسے اپنے مال میں تصرف سے روک دیا جائے تو بھی عورت کا کفن اس سے ساقط نہیں ہوگا، بلکہ چاہئے کہ حاکم شریعت (مجتہد جامع الشرائط) کی اجازت سے عورت کا کفن اس کے مال سے اٹھایا جائے۔

○ مسئلہ ۲۴۴: اگر کسی شخص کا حق کفن کے ساتھ متعلق ہو جائے مثلاً رہن وغیرہ ہے تو پھر کفن کی قیمت شوہر کے مال سے نہیں لی جا سکتی اور اس کی ادائیگی شوہر پر واجب نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۲۴۵: اگر عورت وصیت کرے اور اپنے کفن کی خود ہی نشاندہی کرے پھر بھی شوہر کے ذمہ سے کفن ساقط نہیں ہوگا ہاں البتہ اگر اس کی وصیت پر عمل ہو جائے تو بوجہ وصیت کے موضوع کے پیش نظر زوجہ کا کفن شوہر سے ساقط ہو جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۱ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۲۴۶: اگر کوئی شخص رضا کارانہ طور پر محض رضائے الٰہی کی خاطر عورت کا کفن عطا کرے، اگر ایسے اقدام سے عورت کی توہین نہیں ہوتی تو اس کا کفن شوہر پر سے ساقط ہو جائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۷ مسئلہ ۶، عروہ جلد ا ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۲۴۷: اگر مرد اپنی بیوی کو کفن پہنا دے مگر اتفاق سے چور اس کا وہ کفن اتار کر لے جائے تو واجب ہے کہ شوہر اسے دوبارہ کفن دے اور احتیاط واجب کی بنا پر اگر ایسا اتفاق دفن ہو جانے کے بعد ہو تو بھی شوہر کو اس کا کفن دوبارہ دینا چاہئے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۶)

○ مسئلہ ۲۴۸: کفن فقط پہنا دینے سے شوہر کی ملکیت سے خارج نہیں ہو جاتا بنا بریں

اگر مثلاً کوئی درندہ میت کو کھا جائے یا اسے سیلاب بہا کر لے جائے مگر کفن باقی بچ جائے تو بھی کفن شوہر ہی کا ہوگا اگر چہ ایسے اتفاقات میت کو دفن کر دینے کے بعد ہی پیش آ جائیں۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۱ مسئلہ ۱۴)

۵: نیت اور قصد قربت

○ مسئلہ ۲۴۹: میت کی تجہیز و تکفین کے بعض امور قصد قربت کے ساتھ مشروط ہیں لہٰذا انہیں قربۃً الی اللہ کی نیت سے بجالانا چاہئے جیسے- احتیاط واجب کی بنا پر- غسل میت ہے یا میت پر ادا کی جانے والی نماز ہے جبکہ بعض امور کیلئے قصد قربت نہیں ہے جیسے حالت احتضار میں میت کو رو بقبلہ کرنا، حنوط کرنا، کفن دینا اور دفن کرنا البتہ بہتر ہے کہ انہیں بھی قربۃً الی اللہ کے قصد سے بجا لایا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۲ مسئلہ ۱۳ عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۵، ص ۲۸۹ مسئلہ ا، ص ۲۷۶ مسئلہ ۵ ص ۲۹۸ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۲۵۰: مذکورہ تمام وہ اعمال جن کیلئے قصد قربت شرط نہیں ہے اگر چہ ممیز بچے یا دیوانے شخص کے ذریعہ بھی انجام پائیں اور یہ یقین ہو کہ ان افعال کیلئے ضروری شرائط کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے- ہر چند کہ معلوم ہو کہ قصد قربت نہیں کیا گیا- تو بھی کافی ہے اور ان کی انجام دہی دوسرے مکلفین سے ساقط ہو جائے گی، مثلاً یہ کہ ممیز بچہ تدفین کے فرائض کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میت کو دفن کر لے لیکن جن امور کیلئے قصد قربت شرط ہے اسے کوئی بالغ اور عاقل انسان انجام دے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۵ ص ۳۱۸ مسئلہ ۴ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۷ م ۵۵۶)

○ مسئلہ ۲۵۱: گزشتہ مسئلے کی روشنی میں اگر کوئی بچہ- خواہ غیر ممیز ہو- کسی میت کو غسل دے تو احتیاط واجب کی بنا پر یہ غسل کافی نہیں ہوگا، لہٰذا دیگر مکلفین کو چاہئے کہ اسے دوبارہ غسل

دیں۔(تحریر جلد اول ص ۶۲ مسئلہ ۱۳، عروہ جلد اول ص ۲۷۶ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۲۵۲: جس سمجھدار بچے کی نماز صحیح ہوتی ہے اگر وہ میت پر نماز جنازہ پڑھے تو احتیاط واجب کی بنا پر دوسرے مکلفین سے یہ نماز ساقط نہیں ہوگی انہیں دوبارہ نماز ادا کرنا ہوگی، حتیٰ کہ انہیں یہ بھی معلوم ہو کہ اس نے تمام معتبر شرائط کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔(تحریر جلد ا ص ۷۱ مسئلہ ۲، عروہ جلد ا ص ۲۶۹ مسئلہ ۵، ص ۳۰۳ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۲۵۳: میت کے تینوں اغسال کیلئے ایک ہی نیت کافی ہے اور ہر ایک کیلئے علیحدہ نیت کی ضرورت نہیں ہے، حتیٰ کہ ہر غسل کیلئے تجدید، مستحب بھی نہیں، خصوصاً جب نیت ہو ہی صرف اسی قصد کے ساتھ۔

○ مسئلہ ۲۵۴: اگر کسی میت کو آدمی مل کر غسل دے رہے ہوں تو دونوں کو نیت کرنا چاہئے لیکن اگر ایک تو غسل دے رہا ہو اور دوسرا صرف اس کی ہاتھ بٹائی کر رہا ہو تو نیت کرنا صرف غسل دینے والے کیلئے واجب ہوگی اگرچہ بہتر ہے کہ ہاتھ بٹانے والا بھی نیت کرلے۔(عروہ ج ا ص ۲۷۳)

○ مسئلہ ۲۵۵: ضروری نہیں ہے کہ غسل دینے والا صرف ایک آدمی ہی ہو، بلکہ تینوں اغسال کو تین آدمیوں کے درمیان تقسیم بھی کیا جاسکتا ہے، بلکہ تینوں اغسال کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ایک غسل کو کئی افراد میں بھی تقسیم کیا جاسکتا ہے اور اس صورت میں تمام افراد کو جداگانہ نیت کرنا پڑے گی۔(عروہ جلد ا ص ۲۷۳، ۲۷۴)

○ مسئلہ ۲۵۶: میت کو غسل دینے کی اجرت لینا جائز نہیں حتیٰ کہ اگر غسل دینے والے کا نظریہ اجرت لینا ہو۔ جو کہ قصد قربت کے خلاف ہے۔ تو غسل میت بھی باطل ہے(تحریر جلد ا ص ۶۴ مسئلہ ۹، عروہ جلد ا ص ۲۸۴ مسئلہ ۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۱ مسئلہ ۵۶۷)

○ مسئلہ ۲۵۷: غسل دیتے وقت، غسل دینے والے کا نظریہ قصد قربت ہو، لیکن اس

کے ساتھ ہی اجرت لینا بھی پیش نظر ہو تو ایسی صورت میں غسل میت تو صحیح ہو گا لیکن اجرت لینا حرام ہوگی۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۴، ۲۸۵ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۲۵۸: حرام سے بچنے کا واحد حل یہی ہے کہ غیر واجب امور کیلئے - مثلاً میت کی انگلیوں اور جوڑوں کو نرم کرنے، غسل میت دینے سے پہلے اس کے ہاتھوں کو نصف حصے تک دھونے، اس کے سر کو بیری کے پتوں کی جھاگ یا "خطمی" کے ساتھ دھونے، شرمگاہ کو "بیری" یا "اُشنان" کے ساتھ دھونے، غسل میت انجام دینے کے بعد اس کے سر اور بدن کو پاکیزہ کپڑے کے ساتھ خشک کرنے وغیرہ جیسے اعمال کہ جن کا تذکرہ آگے چل کر "غسل کے آداب اور مستحبات" کی بحث میں آئے گا - اجرت لینا جائز ہے کیونکہ اس طرح سے نہ تو غسل باطل ہو گا اور نہ ہی اجرت لینے میں کوئی اشکال ہو گا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۴ مسئلہ ۹ عروہ جلد ا ص ۲۸۵ مسئلہ ۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۱ مسئلہ ۵۶۷)

نوٹ ا: رسالہ توضیح المسائل میں ان امور کو "مقدماتی کام" سے تعبیر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ متن کی تعبیر جو تحریر الوسیلہ اور عروۃ الوثقیٰ سے حاصل کی گئی ہے ان کو بھی شامل ہے اور دیگر مستحب امور کو بھی، حتی کہ غسل کے درمیان کے مسائل کو بھی شامل ہے۔ واللہ اعلم

نوٹ ۲: بیری تو ایک معروف درخت کا نام ہے جبکہ خطمی ایک قسم کا پودا ہے اسی طرح اُشنان بھی ایک نباتات کا نام ہے جن سے سابقہ زمانے میں بدن کی صفائی کیلئے استفادہ کیا جاتا تھا۔

○ مسئلہ ۲۵۹: جو لوگ - میت کو غسل دینے سے پہلے - اس کے جسم پر پانی ڈالنے اور جسم کو دھونے کیلئے شریک ہوتے ہیں اپنے حق الزحمہ مقرر کرنے کا خود ہی حق رکھتے ہیں، لہٰذا ضروری نہیں ہے کہ حاکم شریعت اس کو متعین کرے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۵ سوال ۲۱۵)

○ مسئلہ ۲۶۰: میت کا ولی یا کوئی دوسرا شخص جو ولی میت کی طرف سے مجاز ہوتا ہے اگر

کسی شخص کو میت کو غسل دینے پر یا اس پر نماز پڑھنے کیلیے آمادہ کرے، تو انجام دینے والے کا عمل بلکہ وہ قصد قربت بھی رکھتا ہو صحیح ہوگا کیونکہ وہ خود بھی - آمادہ کرنے والے کی مانند - غسل دینے کیلیے مکلّف ہوتا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۲ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۲۶۱: نماز میت پڑھنے کیلیے وجوب یا استحباب کی نیت ضروری نہیں بلکہ مطلقاً قصد قربت بھی کافی ہو رہتا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۴ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۲۶۲: جائز ہے کہ ایک ہی زمانے میں کئی لوگ فرادیٰ یا ایک یا کئی جماعتوں کے ساتھ نماز میت پڑھ سکتے ہیں اور سب لوگ - خواہ کوئی فرادیٰ ہے یا امام جماعت یا ماموم - اس وقت تک وجوب کی نیت کر سکتے ہیں جب تک کسی ایک کی نماز مکمل نہیں ہو جاتی اور باقی لوگ چاہیں تو وجہ - یعنی استحباب اور وجوب - کی نیت کریں اور بقیہ نماز کو استحباب کی نیت سے جاری رکھیں یا مطلقاً قربۃ الی اللہ کے قصد سے نماز کو جاری رکھیں۔ (تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۷۲ مسئلہ ۱۵، عروہ جلد ا ص ۳۰۴ مسئلہ ۵)

۶: تجہیز، تکفین اور تدفین کی ترتیب

○ مسئلہ ۲۶۳: میت سے متعلقہ اعمال مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ انجام پائیں گے:

۱: غسل میت۔ ۲: حنوط یعنی کافور کو میت کے سات اعضاءِ سجدہ پر ملنا۔ ۳: میت کو کفن پہنانا۔ ۴: میت کے ہمراہ اس کے کفن میں دو تر لکڑیاں (جریدتین) رکھنا۔ ۵: تشییع جنازہ۔ ۶: نماز جنازہ۔ ۷: تدفین یعنی میت کو قبر میں دفن کرنا۔

نوٹ: یاد رہے کہ ترتیب مذکورہ میں بعض امور واجب ہیں، بعض مستحب ہیں اور ہر ایک کو اپنی اپنی جگہ واضح کر دیا گیا ہے نیز آئندہ گفتگو میں بھی بیان ہوگا اور مذکورہ ترتیب قدرتی ہے جس میں بحث کی ضرورت نہیں۔

فصل ہشتم (۸)

غسل میت

روایات کی رہنمائی:

۱۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء طاہرین سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے جد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام نے رسولؐ خدا کی زبانی فرمایا: ''مَامِنْ مُؤْمِنٍ یُغَسِّلُ مَیِّتاً اِلاَّ یَتَبَاعَدُ عَنْہُ لُھَبُ النَّارِ وَیُوَسِّعُ اللّٰہُ عَلَیْہِ الصِّرَاطَ بِقَدْرِ مَایَبْلُغُ الصَّوْتُ وَیُعْطیٰ نُوْرًا حَتّٰی یُوَافِی الْجَنَّۃَ'' جو مومن بھی کسی مردے کو غسل دیتا ہے، جہنم کی آگ کے شعلے اس سے دور ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ۔ ایک انسان کی۔ آواز کے فاصلے تک پُل صراط کو اس کیلئے وسیع و عریض کر دیتا ہے اور بہشت میں پہنچنے تک اسے ایک نور عطا ہوتا ہے۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ ص ۲۰۴ روایت ۱۸۰۱)

۲۔ اسی طرح ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ''جو شخص کسی میت کو غسل دے اور۔ اس کے عیوب کو چھپائے اور۔ دوسروں کے سامنے انکا اظہار نہ کرے تو ''خَرَجَ مِنَ الذُّنُوبِ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہُ'' تو وہ گناہوں سے ایسے باہر آجاتا ہے جیسے ابھی شکم مادر سے باہر آیا ہو۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۶۹۲ باب ۸ روایت ۲)

۳۔ نیز منقول ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا: ''جو شخص کسی میت کو غسل دے اور اس کے بارے امانت کا خاص خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ اسے میت کے ہر بال کے بدلے کہ جس پر

اس نے ہاتھ پھیرا ہے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا کرتا ہے اور سو درجہ کا اضافہ کرتا ہے"۔

کسی نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! اس کے بارے میں امانت کا خاص خیال کیونکر رکھا جائے؟" تو آپ نے فرمایا: "اس کی شرمگاہ کو چھپائے اور عیبوں کی پردہ پوشی کرے، لیکن جو ایسا نہیں کرے گا "حَبِطَ اَجْرُهُ وَ کُشِفَتْ عَوْرَتُهُ فِی الدُّنیا وَالْآخِرَةِ" اس کا اجر و ثواب ضائع ہو جائے گا اور اس کے عیوب و نقائص دنیا اور آخرت (دونوں) میں کھل جائیں گے"
(ایضاً روایت ۵)

غسل دینے والے کے شرائط

۱۔ بلوغ:

○ مسئلہ ۲۶۴: غسل دینے والا بالغ ہونا چاہئے، بنابریں احتیاط واجب یہی ہے کہ میت کو نابالغ بچہ حتیٰ کہ ممیز بچہ بھی غسل نہ دے کیونکہ یہ کافی نہیں ہوتا۔ اگرچہ ہم اس بات کے قائل بھی ہوں کہ طفل ممیز کی عبادت صحیح اور درست ہوتی ہے۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۶۲ مسئلہ ۱۳، عروہ جلد اص ۲۷۶ مسئلہ ۵ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۶ مسئلہ ۵۵۵)

۲۔ عقل:

○ مسئلہ ۲۶۵: غسل دینے والا عقل مند انسان ہو، دیوانہ نہ ہو۔ (عروہ جلد اص ۲۷۶ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۶ مسئلہ ۵۵۵)

۳۔ ہم صنف:

○ مسئلہ ۲۶۶: غسل دینے والا میت کے مذکر اور مؤنث ہونے میں ہم جنس اور ہم مثل ہو، بنابریں جائز نہیں ہے کہ مرد، عورت کو یا عورت مرد کو غسل دے خواہ لباس پہنا کر ہی کیوں نہ دیا

جائے اور خواہ اس کے جسم کو مس بھی نہ کرے اور نہ ہی اس کی طرف نگاہ کرے سوائے چند ایک مواقع کے کہ جو اس سے مستثنیٰ ہیں جنہیں آئندہ مسائل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (تحریر الوسیلہ جلد ۱ ص ۶۱ مسئلہ ۷ عروہ جلد ۱ ص ۲۷۴ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۱ مسئلہ ۵۵۹)

چند استثنائی صورتیں

الف: تین سالہ بچہ

○ مسئلہ ۲۶۷: مرد ہو یا عورت، اپنے مخالف صنف و مثل کو اس وقت غسل دے سکتے ہیں جب مرنے والے بچے کی عمر تین سال سے زائد نہ ہو۔ خواہ صنف موافق کا فرد موجود بھی ہو اور خواہ بچے کے جسم پر کپڑا نہ بھی ہو۔ اگر چہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ صرف اس صورت میں یہ اقدام کیا جائے جب ہم مثل فرد موجود نہ ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۱ مسئلہ ۷، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۴، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۳۹ مسئلہ ۵۶۰)

نوٹ: استثناء کے موارد میں سے ایک آقا اور کنیز کا ایک دوسرے کو غسل دینا ہے، چونکہ آجکل کے دور میں اس کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا اسے پیش نہیں کیا جاتا اگر کسی کو ضرورت ہے تو اصل مسئلہ اور اس کی فروعات کیلئے تحریر جلد ۱ ص ۶۱ مسئلہ ۹ اور عروہ جلد ۱ ص ۲۷۵ فصل دوم مسئلہ ۱ کی طرف رجوع کرے۔

ب: شوہر اور بیوی

○ مسئلہ ۲۶۸: شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں خواہ مرنے والے کا ہم مثل موجود بھی ہو، اور میت کے تن بدن پر کپڑا بھی موجود نہ ہو اگر چہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر یہی ہے کہ غسل کپڑے کے ساتھ دیں اور صرف ہم مثل کی عدم موجودگی کی

صورت میں ہی ایک دوسرے کو غسل دیں۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۷ عروہ جلد ا ص ۲۷۴ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۱ مسئلہ ۵۵۹)

○ مسئلہ ۲۶۹: بیوی کا اطلاق عقد دائمی کے ساتھ نکاح میں آنے والی آزاد عورت اور کنیز پر بھی ہوتا ہے اور شوہر انہیں غسل دے سکتا ہے اور احتیاط واجب کی بنا پر نکاح مؤقت کے تحت عقد میں آنے والی۔ متعہ۔ بیوی اور اس عورت کو غسل دینے سے پرہیز کرے جس کا عدہ طلاق ابھی ختم نہیں ہوا البتہ جس عورت نے طلاق رجعی لی ہوئی تھی اور اس کی عدت اب مکمل ہو چکی ہے، خاص کر جب وہ عدت کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح کر چکی ہو، رہا اس عورت کو غسل دینا جس کی دونوں عدتیں ختم ہو چکی ہوں یا جسے طلاق بائن ہو چکی ہو تو یہ قطعاً ناجائز ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۷ عروہ جلد ا ص ۲۷۴ فصل)

○ مسئلہ ۲۷۰: غسل دیتے وقت، شوہر اور بیوی میں سے ہر ایک، ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھ سکتے ہیں مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔ (ایضاً)

ج: محارم

○ مسئلہ ۲۷۱: ہم مثل اور ہم صنف کی عدم موجودگی کی صورت میں مرد اپنے مخالف صنف کی رشتہ داروں کو غسل دے سکتا ہے خواہ وہ رشتہ دار نسبی ہوں جیسے ماں، بہن، پھوپھی اور خالہ خواہ رضاعت کی وجہ سے اس کی محرم ہوئی ہوں۔ ستر عورتین کیساتھ انہیں غسل دے گا، اسی طرح مذکورہ رشتہ دار بھی اسے غسل دے سکتی ہیں لیکن اگر ہم صنف موجود ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر ایک دوسرے کو غسل نہ دیں۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۸، عروہ جلد ا ص ۲۷۴، رسالہ توضیح ج ا ص ۳۳۹ مسئلہ ۵۶۱، ۵۶۲)

صنفیت کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ۲۷۲: اگر کسی میت کے مذکر یا مونث ہونے کی تشخیص نہ ہو سکے خواہ خنثیٰ مشکل (یعنی مخنث یا ہیجڑا) کی صورت میں بھی ہو تو اسے کپڑے کے اوپر سے مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۱ مسئلہ ۱۰، عروہ جلد ۱ ص ۲۷۵ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ۲۷۳: اس سے پہلے مسئلے اور سابقہ دیگر مسائل کی روشنی میں اگر مخنث مشکل کی عمر تین سال سے زائد نہ ہو تو اس کے غسل دینے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی اور زن و مرد اسے غسل دے سکتے ہیں اور اگر تین سال سے زائد ہو اور کسی کا محرم بھی ہو تو گذشتہ مسائل پر عمل کیا جائے گا اور کسی قسم کا اشکال پیش نہیں آئے گا لیکن تین سال سے زائد ہو اور کسی کا محرم بھی نہ ہو تو احتیاط واجب یہی ہے کہ اسے کپڑے کے اوپر مرد بھی غسل دے سکتا ہے اور عورت بھی۔ (عروہ ج ۱ ص ۲۷۵ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ۲۷۴: اگر میت کے اعضاء میں سے کوئی عضو موجود ہو لیکن واضح نہ ہو کہ یہ مرد کا عضو ہے یا عورت کا؟ تو اسے کپڑے کے اوپر سے مرد بھی غسل دے اور عورت بھی۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۷۵ مسئلہ ۲ ص ۲۸۰ م ۱۴)

نوٹ: عروۃ الوثقیٰ جلد ۱ ص ۲۸۰ مسئلہ ۱۴ سے احتیاط واجب سمجھی جاتی ہے لیکن تحریر جلد ۱ ص ۶۱ مسئلہ ۱۰ سے وہ احتمال بلکہ یقینی طور پر امام خمینیؒ کا نظریہ اس مسئلے میں فتویٰ کا ہے احتیاط واجب کا نہیں۔

○ مسئلہ۲۷۵: میت کو کپڑے کے اوپر سے غسل دینا جائز بلکہ افضل ہے اگرچہ غسل دینے والا میت کا ہم صنف ہی ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۸۴ مسئلہ ۱)

۴: اسلام اور ایمان کی شرط

○ مسئلہ ۲۷۶: غسل دینے والے کو مسلمان بلکہ اختیاری حالت میں مومن شیعہ اثنا عشری ہونا چاہیے مگر میت کے ہم صنف ہونے کی صورت میں صرف مخالفِ مذہب، غیر شیعہ یا کافر اہل کتاب ہوسکتا ہے۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۶۱ مسئلہ ۱۱، عروہ جلد اص ۲۷۶ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۶ مسئلہ ۵۵۵)

○ مسئلہ ۲۷۷: غیر شیعہ امامی مسلمان اور مخالف مذہب اگر مل جائے تو وہ اہل کتاب کافر پر مقدم ہوگا۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۶۱ مسئلہ ۱۱، عروہ جلد اص ۲۷۶ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۲۷۸: اگر میت کا ہم مثل اہل کتاب کافر مرد یا عورت ہی ہو تو مسلمان کی میت کو غسل دینے میں اس ترتیب پر عمل کیا جائے گا کہ اگر میت مرد کی ہو تو مسلمان مرد، کتابی مرد کو اور اگر میت عورت کی ہو تو مسلمان عورت کتابی عورت کو حکم دیں گے کہ پہلے تو وہ خود غسل کریں بعد میں میت کو غسل دیں ورنہ اسے حکم دینے والے مسلمان کی نیت ہی کافی ہے۔ (تحریر ج اص ۶۱ م ۱۱ عروہ ج اص ۲۷۵ م ۳)

○ مسئلہ ۲۷۹: میت کو غسل دینے کی نیت کے سلسلے میں اگر کافر کی طرف سے غسل کی نیت کا وجود ہے تو پھر وہ خود ہی نیت کر کے غسل دے گا اور اس کی نیت کافی ہوگی اگرچہ اس صورت میں بھی احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ وہ خود بھی نیت کرے اور اسے حکم دینے والا مسلمان بھی نیت کرے۔

○ مسئلہ ۲۸۰: اگر یہ بات ممکن ہو کہ غسل دینے والا کافر پانی اور میت کو ہاتھ لگائے بغیر غسل دے سکتا ہو تو احتیاط واجب ہے کہ ایسا ہی کرے۔

○ مسئلہ ۲۸۱: اسی طرح اگر قلیل پانی کے ساتھ غسل دینے سے میت نجس ہو جاتی ہو

اور کافر کے ذریعہ کُر پانی یا جاری پانی میں میت کو غسل دینا ممکن ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر ایسا ہی کرے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۱۱ عروہ جلد ا ص ۲۷۵ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۲۸۲: اگر کسی بھی صورت میں ہم صنف نہ مل سکے حتی کہ اہل کتاب کافر مرد یا عورت بھی نہ مل سکے تو اس کا غسل ساقط ہو جائے گا اور احتیاط مستحب کی بنا پر صنف مخالف کا آدمی اسے غسل نہ دے خواہ وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگائے اور کپڑے کے اوپر سے ہی ہو اور اس پر نگاہ بھی نہ ڈالے اور اسے غسل دیئے بغیر اس کے اسی اپنے لباس میں دفن کر دیا جائے گا اور کفن پہنانے سے پہلے اس کے بدن کو خشک کر لیا جائے گا، کیونکہ اس بات کا احتمال ہوتا ہے کہ نجاست جسم پر باقی ہو اور کفن کو نجس کر دے گی۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۱۲، عروہ جلد ا ص ۲۷۶ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۲۸۳: گزشتہ مسائل کی روشنی میں میت کا ہم صنف نہ مل سکے لیکن غسل کی انجام دہی کے بعد ہم صنف وہم مثل مل جائے تو احتیاط واجب کی بنا پر غسل کا اعادہ کیا جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۷۶ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۲۸۴: اگر میت کو غسل دینے کیلئے ہم صنف صرف مخالف مذہب اور غیر شیعہ ہو تو ٹھیک اسی طرح عمل کیا جائے گا جو مندرجہ بالا مسائل میں بیان ہوا ہے اس میں فرق صرف اس بات کا ہے کہ اگر مخالف اسے گذشتہ صورتوں میں بیان کردہ تصریحات کی روشنی میں غسل دے تو اسے نہ تو میت کو غسل دینے سے پہلے خود اپنا غسل کرنے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے اجتناب کی ضرورت ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۱ مسئلہ ۱۱، عروہ جلد ا ص ۲۷۶ مسئلہ ۲)

۵: احکام غسل کا جاننا

○ مسئلہ ۲۸۵: غسل دینے والے کو چاہئے کہ وہ احکام غسل کو جانتا ہو اور ان سے پوری طرح باخبر

ہو۔(عروہ جلد ا ص ۲۷۶ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۲۶ مسئلہ ۵۵۵)

غسل میت کی کیفیت

○ مسئلہ ۲۸۶: اگر میت کا بدن نجس ہو تو واجب ہے کہ غسل دینے سے پہلے اس سے نجاست کو برطرف کیا جائے اور بدن کو پاک کیا جائے۔

○ مسئلہ ۲۸۷: غسل شروع کرنے سے پہلے میت کے تمام بدن کو پاک کرنا واجب نہیں ہے بلکہ غسل دینے سے پہلے اس کے ہر عضو کو پاک کر لیا جائے تو بھی کافی ہے لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل شروع کرنے سے پہلے میت کے تمام بدن کو دھو کر اچھی طرح پاک کر لیا جائے۔(تحریر جلد ا ص ۶۲ عروہ جلد ا ص ۲۸۰ مسئلہ ا ص ۲۸۳، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۰، م ۵۶۴)

○ مسئلہ ۲۸۸: واجب ہے کہ میت کو تین مرتبہ مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ غسل دیا جائے: ''پہلی مرتبہ بیری کے پتوں سے ملے ہوئے پانی کے ساتھ دوسری مرتبہ کافور کے ملے ہوئے پانی کے ساتھ اور تیسری مرتبہ خالص پانی کے ساتھ''۔(تحریر جلد ا ص ۶۲، عروہ جلد ا ص ۲۸۰ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۳۵ مسئلہ ۵۵)

نوٹ: سوائے مُحرِم کے غسل کے کہ جس کی طرف اشارہ ہوگا۔ نیز فصل ہفتم کا بھی مطالعہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۲۸۹: تینوں غسلوں کی کیفیت غسل ترتیبی جنابت جیسی ہے، یعنی پہلے میت سر اور گردن کو پھر دائیں طرف کو اور بعد میں بائیں طرف کو غسل دیا جائے گا اور میت کی شرمگاہ اور ناف کو یا تو دائیں طرف کو غسل دیتے وقت ان کے نصف کو بھی اور بائیں طرف کو غسل دیتے وقت ان کے بائیں طرف کو ملایا جائے گا یا سب کو ایک دفعہ مجموعی طور پر دائیں طرف کے ساتھ اور

دوسری مرتبہ بائیں طرف کے ساتھ غسل دیا جائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۲ عروہ جلد ۱ ص ۲۸۰، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۴۱ مسئلہ ۵۶۵)

○ مسئلہ ۲۹۰: میت کو مذکورہ ترتیب کے ساتھ غسل دیا جائے یعنی پہلے آب سدر کے ساتھ پھر آب کافور کے ساتھ اور آخر میں آب خالص کے ساتھ، چنانچہ اگر کسی بھی وجہ سے مذکورہ ترتیب پر عمل نہ ہوسکے تو غسلوں کو اس قدر دہرایا جائے کہ جس سے ترتیب حاصل ہوجائے لہٰذا تمام صورتوں میں تینوں غسلوں کو ازسرِ نو انجام دینا ضروری نہیں، بلکہ وہی غسل دہرائے جائیں جن کو بعد میں انجام دینے سے ترتیب حاصل ہوجائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۲، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۰)

○ مسئلہ ۲۹۱: اگر غسل ترتیبی انجام دینا ممکن ہے تو پھر غسل ارتماسی انجام دینے کی ضرورت نہیں۔ غسل ارتماسی یہ ہوتا ہے کہ میت کے تمام بدن کو یکبارگی پانی میں ڈبویا جائے۔ ہاں البتہ تینوں غسلوں میں میت کے اعضاء کو غسل ارتماسی دیا جائے، مثلاً پہلے سر اور گردن کو یکبارگی کثیر پانی میں ڈبویا جائے پھر دائیں طرف کو اور پھر بائیں طرف کو کثیر پانی میں غوطہ دیا جائے، غرض اعضاء میں ارتماس ہوگا، غسل ارتماسی نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۲، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۰، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۴۱ مسئلہ ۵۶۵)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں یہ اضافہ ہے کہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ غسل ترتیبی میں بدن کے تینوں حصوں میں سے ہر ایک حصہ کو پانی میں نہ ڈبوئیں بلکہ پانی ان کے اوپر ڈالیں۔

○ مسئلہ ۲۹۲: اگر کسی شخص نے احرام باندھا ہوا ہو اور اسے موت آجائے تو اسے بھی دوسری میتوں کی طرح غسل دیا جائے فرق صرف یہ ہوگا کہ دوسرا غسل۔ آب کافور کے ساتھ۔ نہیں دیا جائے گا بلکہ خالص پانی کے ساتھ دیا جائے گا، ہاں البتہ اگر اس کی موت حج میں "سعی" کے بعد اور عمرہ میں "تقصیر" کے بعد واقع ہو نیز جیسا کہ فصل ہفتم میں بیان ہوا ہے، مُحرِم کو کافور کے

ساتھ حنوط بھی نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے بدن پر کسی بھی قسم کی خوشبو نہ ملی جائے۔ (تحریر جلد اص ۶۳ مسئلہ ۵، عروہ جلد اص ۲۸۲ مسئلہ ۹)

پانی، بیری کے پتے اور کافور کس قدر ہو؟

○ مسئلہ ۲۹۳: غسل دینے کیلئے لازم نہیں ہے کہ اس کا پانی ایک خاص اندازے کے مطابق ہو بلکہ اسی قدر کافی ہے جس سے غسل کے واجبات اور مستحبات کو پیش نظر رکھ کر اسے غسل دیا جا سکے، البتہ بہتر ہے کہ پانی چھ مشک کے برابر ہو اور ہم آداب غسل کے مستحبات میں اس کی طرف اشارہ کریں گے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۱ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۲۹۴: آب خالص - یعنی خالص پانی - سے مراد وہ پانی ہے جسے بیری کا پانی یا کافور کا پانی نہ کہا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۱ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۲۹۵: بیری اور کافور مقدار میں اس قدر زیادہ نہ ہوں کہ ان سے پانی مضاف ہو جائے اور نہ ہی اس قدر کم ہوں کہ پانی کو بیری یا کافور سے "مخلوط" کہا جا سکے اور ان دونوں کی مقدار کا معیار یہی ہے اور وہ معیار نہیں ہے جو بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے کہ بیری "ایک رطل" (۲٫۵۰ گرام) کی مقدار میں ہو اور کافور تقریباً نیم مثقال (جو کہ ایک پیمانہ ہے) کی مقدار میں۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۶۲ مسئلہ ۱ عروہ جلد اص ۲۸۰ مسئلہ ۲ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۵ مسئلہ ۵۵۱)

مزید وضاحت

○ مسئلہ ۲۹۶: اگر بیری یا کافور یا دونوں بقدر کفایت نہ مل سکیں تو جس قدر مل سکتے ہیں اسی پر اکتفا کی جائے اور احتیاط واجب کی بنا پر اسی مقدار کو پانی سے مخلوط کر کے میت کو اس سے غسل دیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۵ مسئلہ ۷ رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۵ مسئلہ ۵۵۲)

○ مسئلہ ۲۹۷: اگر کافور کی مقدار اس قدر کم ہو کہ اس کے دو مصارف میں سے صرف ایک مصرف کیلئے پوری ہو سکے۔ یعنی یا تو اسے پانی سے مخلوط کر کے میت کو غسل دیا جا سکے یا اس سے میت کو حنوط کیا جا سکے۔ تو احتیاط واجب یہ ہے کہ پہلا مصرف یعنی آب کافور سے میت کا غسل مقدم ہوگا۔ (عروہ جلد اص ۲۹۹ م ۱۲، رسالہ توضیح جلد اص ۱۵۱ ۳ مسئلہ ۵۹۲)

○ مسئلہ ۲۹۸: اگر بیری یا کافور یا دونوں کم ترین مقدار میں بھی نہ مل سکیں تو ترتیب کو پیش نظر رکھتے ہوئے میت کو خالص پانی سے غسل دیا جائے، البتہ ہر ایک کی نیت الگ الگ ہوگی مثلاً اگر بیری نہیں ہے تو بیری کے پانی کے بدلے کی نیت کی جائے اور اگر کافور نہیں ہے تو کافور کے پانی کے بدلے کی، اور اگر دونوں نہیں ہیں تو بالترتیب بیری اور کافور کے پانی کے بدلے کی نیت کی جائے اور آخر میں خالص پانی کے ساتھ اسے غسل دیا جائے۔ بنابریں نیت میں ترتیب کی ضروری ہے حتیٰ کہ اگر بیری اور کافور نہ مل سکیں تو خالص پانی کے ساتھ غسل دیا جائے لیکن نیت میں بیری کے پانی کے یا کافور کے پانے کے بدلے کو پیش نظر رکھا جائے اور خالص پانی کے ساتھ غسل کی علیحدہ نیت کی جائے۔ (تحریر جلد اص ۶۲ مسئلہ ۲ عروہ جلد اص ۲۸۱ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۳۶ مسئلہ ۵۵۴)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں ایک اور صورت کا اضافہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر بیری یا کافور یا دونوں غصبی ہوں یا نایاب ہوں تو بھی میت کو ان کے بدلے میں خالص پانی سے غسل دیا جائے۔

○ مسئلہ ۲۹۹: اگر۔ بیری یا کافور یا دونوں کی عدم دستیابی کی صورت میں۔ میت کو خالص پانی کے ساتھ غسل دیا جائے لیکن اس کی تدفین سے پہلے عذر برطرف ہو جائے یعنی بیری یا کافور یا بیری اور کافور دستیاب ہو جائیں تو احتیاط واجب یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں کو پانی سے مخلوط

کر کے دوبارہ غسل دیا جائے لیکن اگر عذر دفن ہو جانے کے بعد برطرف ہو مگر اتفاق سے میت کسی سبب کے ساتھ قبر سے باہر آجائے تو پھر غسل کا اعادہ نہیں ہوگا اور اگر تدفین کے بعد عذر دور ہو جائے اور میت بھی قبر میں موجود ہو تو پھر دوبارہ غسل قطعاً واجب نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۶۳ مسئلہ ۶ عروہ جلد اص ۲۸۲ مسئلہ ۱۰)

میت کو تیمّم دینے کے احکام

○ مسئلہ ۳۰۰: اگر پانی نہ ملے یا میت کا بدن مجروح و زخمی ہو یا جل چکا ہو یا اس پر پھوڑے اور چھالے ہوں یا اسی قسم کا کوئی اور عذر ہو کہ جس کی بنا پر اس بات کا اندیشہ ہو کہ اگر میت کو غسل دیا جائے تو اس کی جلد ادھڑ جائے گی یا کٹ پھٹ جائے گی تو ایسی صورت میں اسے تین غسل دینے کی بجائے ان غسلوں کے بدلے بالترتیب تیمّم دیا جائے گا اور ہر تیمّم کے وقت اسی غسل کے بدلے کی نیت کی جائے گی مثلاً بیری کے پانی کے ساتھ غسل کے بدلے تیمّم، کافور کے پانی کے ساتھ غسل کے بدلے تیمّم اور خالص پانی کے ساتھ غسل کے بدلے تیمّم اور احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ ایک اور تیمّم بھی دیا جائے جس میں تینوں غسلوں کے بدلے میں تیمّم کی نیت کی جائے گی لیکن اگر مذکورہ تینوں تیمّم میں سے کسی ایک تیمّم کے موقعہ پر سب غسلوں کے بدلے ''مافی الذمہ'' کا قصد کر لیا جائے یا خصوصی طور پر آب خالص کے بدلے تیمّم کی نیت کر لی جائے تو تیمّم کے تقاضے پورے ہو جائیں گے اور چوتھا تیمّم بھی لازم نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۶۲ مسئلہ ۳ عروہ جلد اص ۲۸۱ مسئلہ ۶ ص ۲۸۲ مسئلہ ۸ رسالہ توضیح جلد اص ۳۴۲ مسئلہ ۵۶۸)

نوٹ: ۱۔ اس مسئلے کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ غسل میت میں ''غسل جبیرہ'' کی کوئی شرعی حیثیت نہیں جیسا کہ بعض بزرگ مراجع نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ۲۔ ''قصد مافی

الذمہ'' کے معنی ہیں ''اپنے ذمہ فریضہ کی ادائیگی کیلئے تیمم دے رہا ہوں''۔ ۳۔ رسالہ توضیح المسائل میں اس مسئلے کی ابتدا اس ہوتی ہے ''اگر پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے کوئی چیز مانع ہوتو.........''۔

توضیح وتحقیق: ○ مسئلہ ۳۰۱: جو شخص میت تیمم دے رہا ہے امکانی صورت میں میت کے ہاتھوں کو زمین پر مار کر اس کے چہرے اور ہتھیلیوں کی پشت پر پھیرے، یہی تیمّم کافی ہوگا اور ضروری نہیں ہے کہ تیمّم دینے والا اپنے ہاتھوں سے میت کو تیمّم دے ہر چند کہ احتیاط واجب یہی ہے کہ ایک بار میت کے اپنے ہاتھوں سے اسے تیمّم کرائے اور دوسری مرتبہ خود اپنے ہاتھوں سے تیمّم دے اور یہ احتیاط ترک نہیں ہونی چاہیے (تحریر جلد اص ۶۲ مسئلہ ۳ عروہ جلد اص ۲۸۲ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۳۰۲: ہر تیمّم میں ہاتھوں کو صرف ایک بار زمین پر مار کر چہرے اور دونوں ہاتھوں پر پھیرنا کافی ہے، اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ ہاتھوں کو دو مرتبہ زمین پر مارے ایک بار چہرے کیلئے اور دوسری مرتبہ ہاتھوں کیلئے۔ (تحریر جلد اص ۶۳ مسئلہ ۳ عروہ ج اص ۲۸۳ م ۱۱)

○ مسئلہ ۳۰۳: اگر صرف ایک غسل کی مقدار میں پانی موجود ہوتو اسے صرف ایک ہی غسل کیلئے کام میں لایا جائے دیگر دو غسلوں کیلئے اسے دوبار تیمّم دیا جائے جو غسلوں کے بدلے میں ہو، اس وضاحت کے ساتھ:

۱۔ کبھی بیری اور کافور دونوں موجود ہوتے ہیں۔

۲۔ کبھی بیری ہوتی ہے کافور نہیں۔

۳۔ کبھی کافور ہوتا ہے بیری نہیں۔

۴۔ کبھی دونوں نہیں ہوتے۔

چنانچہ پہلی اور دوسری صورت میں پانی کو آب سدر (بیری کے پانی کے ساتھ) غسل میں استعمال کیا جائے اور دوسرے غسلوں کیلئے دو تیمّم کرائے جائیں ترتیب کو مدنظر رکھ کر۔

چوتھی صورت میں جبکہ بیری اور کافور دونوں موجود نہیں ہوتے تو بھی ایسا ہی کیا جائے اگرچہ اس صورت میں ضعیف بلکہ بعید احتمال یہ بھی ہے کہ پانی کو صرف آب خالص کے ساتھ غسل کیلئے استعمال کریں اور پہلے اور دوسرے غسل کے بدلے میں دو تیمّم کرائے جائیں بہرحال اس صورت میں احتیاط کا طریقہ یہی ہے کہ سب سے پہلے میت کو احتیاطاً دوبار تیمّم کرایا جائے اور ترتیب کو پیش نظر رکھا جائے یعنی پہلا تیمم آب سدر سے غسل کے بدلہ میں اور دوسرا آب کافور سے غسل کے بدلہ میں پھر مافی الذمہ کے قصد اور پہلے یا تیسرے غسل کی نیت کرکے خالص پانی کے ساتھ غسل دیں اس کے بعد احتیاط کے قصد سے میت کو دوبار تیمّم دیں بالترتیب پہلی بار دوسرے غسل کے بدلے میں اور دوسری مرتبہ تیسرے غسل کے بدلے میں۔

تیسری صورت یہ ہے کہ پانی کو پہلے غسل (بیری کے پانی کے ساتھ والے غسل) میں استعمال کیا جائے اور میت کو دوسرے اور تیسرے غسل کے بدلے میں تیمّم کرایا جائے اور اس صورت میں بھی بعید احتمال یہ ہے کہ پانی کو دوسرے غسل میں کافور کے ساتھ ملاکر استعمال کیا جائے اور پہلے اور تیسرے غسل کے بدلے میں واجب طور پر تیمّم کرایا جائے یعنی پہلے اسے تیمّم کرائیں پھر آب کافور کے ساتھ غسل دیا جائے اور آخر میں ایک اور تیمّم کرایا جائے جو آب خالص کے بدلے میں ہو۔

اس صورت میں احتیاط کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میت کو غسل اول کے بدلے میں تیمّم کریا جائے پھر اسے آب کافور سے مافی الذمہ کے قصد سے آب سدر سے غسل دیا جائے پھر اسے دوبار تیمّم کرایا جائے، پہلی مرتبہ آب کافور کے ساتھ غسل کے بدلے میں اور دوسری بار آب

خالص کے ساتھ غسل کے بدلے میں۔ (تحریر جلد ا ص ۶۳ مسئلہ ۴، عروہ جلد ا ص ۲۸۱ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۳۰۴: اگر دو غسلوں کے اندازے کے مطابق پانی موجود ہو تو اسے پہلے اور دوسرے غسل کیلئے استعمال کیا جائے اور تیسرے غسل (آب خالص کے ساتھ) کے بدلے میں تیمم کرایا جائے گا اس بارے میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ بیری اور کافور یا ان میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۶۳ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۳۰۵: کسی غسل کے عدم امکان کی صورت میں میت کو تیمم دیا جائے لیکن بعد میں عذر برطرف ہو جائے اور پانی مل جائے تو اس کی تین صورتیں ہیں۔

الف: اگر میت کو دفن کرنے سے پہلے عذر برطرف ہو جائے اور پانی مل جائے تو واجب ہے کہ اسے غسل دیا جائے۔

ب: اگر دفن ہو جانے کے بعد عذر دور ہو جائے اور پانی مل جائے اور اتفاق سے کسی وجہ سے میت قبر سے باہر آجائے تو بھی احتیاط واجب یہی ہے کہ اسے غسل دیا جائے۔

ج: اگر دفن کے بعد عذر برطرف ہو جائے اور میت اسی طرح قبر میں ہو تو غسل کا اعادہ نہیں کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۳ مسئلہ ۶، عروہ جلد ا ص ۲۸۲ مسئلہ ۱۰)

غسل میت کے شرائط

○ مسئلہ ۳۰۶: جو شخص میت کو غسل دینا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ قربۃ الی اللہ کا قصد اور نیت کرے جیسا کہ وضو میں لازم ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۳، رسالہ توضیح جلد ا ص ۷۳ مسئلہ ۵۵۶)

○ مسئلہ ۳۰۷: شرائط غسل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس پانی سے میت کو غسل دیا جا رہا ہے وہ پاک و پاکیزہ ہونا چاہئے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۳ الثانی)

○ مسئلہ۳۰۸: شرائط غسل میت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے غسل دینے سے پہلے اس کے بدن سے ہر قسم کی نجاست کو دور کردیا جائے۔ جیسا کہ کیفیت غسل کی بحث میں گزر چکا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۳)

○ مسئلہ۳۰۹: میت کو غسل دینے کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے بدن سے ہر اس چیز کو دور کیا جائے جو اس کی جلد تک پانی پہنچنے سے مانع ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۳ الرابع)

○ مسئلہ۳۱۰: میت کو غسل دینے کے دوران اگر اس کے پاؤں کی انگلیاں بندھی ہوئی ہوں اور جس جگہ تک پانی پہنچنا چاہئے پہنچ جائے تو پھر ان کو کھولنا ضروری نہیں ہے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۵ سوال ۲۱۲)

○ مسئلہ۳۱۱: اگر میت کے بال لمبے اور گندھے ہوئے ہوں اس کے باوجود اگر پانی بالوں تک پہنچ جائے تو انہیں کھولنا ضروری نہیں ہے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۵ سوال ۲۱۳)

○ مسئلہ۳۱۲: اگر کوئی شخص گزشتہ چار شرائط کی شرط کو نہ جانتا ہو یا جانتا ہو مگر فراموش کردے اور غسل کے بعد یاد آجائے تو اسے غسل کا اعادہ کرنا چاہئے۔ (عروہ جلد ا ص ۱۶۰، ۲۸۳ مسئلہ ۴ تحریر جلد ا ص ۲۲ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ۳۱۳: میت کے غسل کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ غسل کا پانی غصبی نہ ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۱۵۹، ص ۱۶۰، ص ۲۸۳ تحریر جلد ا ص ۲۱ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ۳۱۴: غسل کے شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ پانی کا برتن غصبی نہ ہو۔

تشریح:

پانی کے غصبی ہونے کی چار صورتیں ہیں:

الف: اگر پانی کا برتن صرف وہی ہو اور اس کے ساتھ کوئی اور برتن نہ ہو اور وہ غصبی ہو تو

یقینی طور پر غسل باطل ہوگا۔

ب: اگر پانی اسی برتن میں منحصر نہ ہو جبکہ غسل دینے والا میت کے اعضاء کو برتن میں داخل کر کے غسل دے تو غسل باطل ہوگا۔

ج: جبکہ پانی کا برتن ایک نہ ہو بلکہ مباح برتن بھی موجود ہو اور غسل دینے والا مباح پانی تک دسترسی رکھتا ہو اور وہ اس سے مباح پانی لے کر میت کے اوپر ڈال کر اسے غسل دے تو ایسی صورت میں غسل صحیح ہوگا اگرچہ غسل دینے والا غصبی ظرف میں تصرف کی وجہ سے حرام کا مرتکب ہوا ہے۔

د: اگر پانی کا برتن صرف غصبی ہی ہو۔لیکن غسل دینے والا غصبی برتن سے پانی لے کر مباح برتن میں ڈال کر غسل دے تو ایسی صورت میں غسل صحیح ہوگا ہر چند کہ غصبی برتن میں تصرف کر کے گناہ کا ارتکاب کرے گا۔(عروہ جلد ا ص ۱۱۶ مسئلہ ا ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۸۳، تحریر جلد ا ص ۲۱ مسئلہ ا ص ۲۲ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۳۱۵: شرائط غسل میں سے ایک یہ ہے کہ جس بیری اور کافور کو پانی میں ملا کر غسل دیا جائے وہ غصبی نہ ہو۔(عروہ جلد ا ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۸۳، تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۲۱ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۳۱۶: شرائط غسل میں یہ بات شامل نہیں ہے کہ جہاں پر میت کو غسل دیا جا رہا ہو وہ جگہ اور اس کے اوپر سائبان اور جس فضا میں میت کو رکھا جائے وہ غصبی نہ ہوں اور یہ باتیں شرائط غسل میں شامل نہیں ہیں، ہاں البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل دیتے وقت ان باتوں سے اجتناب کیا جائے۔(عروہ جلد ا ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۸۳، تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۲۱ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۳۱۷: میت کو مباح جگہ پر غسل دینا جبکہ اس کی فضا غصبی ہو صحیح ہے، اگرچہ غسل دینے والا غصبی فضا میں تصرف کرنے کی وجہ سے گناہگار ہوگا، (عروہ جلد ا ص ۱۶۳ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۳۱۸: جس جگہ غسل میت کا پانی گر رہا ہے اور جس جگہ سے بہہ کر جا رہا ہے اس کا مباح ہونا شرائط غسل میں شامل نہیں، ہر چند کہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ ایسی صورت سے اجتناب کیا جائے خاص کر اس وقت جب وہاں پر پانی کا گرانا عرف عام میں غصبی جگہ میں تصرف شمار ہوتا ہو یا اس کے ذریعہ غصب کا کام مکمل ہوتا ہو اور آخری جزو اس کی علت تامہ شمار ہوتی ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۱۵۹، ۱۶۰، ۲۸۳، تحریر جلد ا ص ۲۱ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۳۱۹: جن صورتوں میں چیز کے غصبی ہونے سے غسل باطل ہو جاتا ہے یعنی ان کا غصبی نہ ہونا غسل کیلئے شرط ہوتا ہے مگر انسان اس مسئلہ کو نہ جانتا ہو یا جانتا تو ہو مگر فراموش کر چکا ہو اور میت کو غسل دے چکنے کے بعد اسے یاد آ جائے تو وہ غسل صحیح ہوگا اور اس کا اعادہ بھی ضروری نہیں ہوگا، بلکہ اگر اثنائے غسل میں ان کے غصبی ہونے کی طرف متوجہ ہو جائے تو اب تک جو اعضاء غسل دیئے جا چکے ہیں ان کا غسل صحیح ہوگا باقیماندہ اعضاء کو مباح کے ساتھ غسل دیں۔
(عروہ جلد ا ص ۱۶۰ مسئلہ ۴ ص ۱۶۱ مسئلہ ۵ ص ۲۸۳ تحریر جلد ا ص ۲۲ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۳۲۰: میت کو ٹھنڈا ہونے سے پہلے بھی غسل دیا جا سکتا ہے لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس قدر صبر کیا جائے کہ وہ ٹھنڈی ہو جائے اور پھر اسے غسل دیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۴ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۳۲۱: میت کو غسل دیتے وقت اس کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا حرام ہے لیکن اس سے غسل باطل نہیں ہوتا (عروہ جلد ا ص ۲۸۴ مسئلہ ۴، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۰ مسئلہ ۵۶۳)

غسل میت کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۳۲۲: اگر کسی انسان کے ذمہ غسل جنابت یا حیض وغیرہ واجب ہو اور وہ اس

دنیا سے رخصت ہو جائے تو اس کیلئے صرف غسل میت ہی کافی ہوگا دوسرے کسی غسل کے بجالانے کی ضرورت نہیں حتیٰ کہ مستحب بھی نہیں ہے اگر چہ منقول ہے کہ علامہ حلیؒ اس کے استحباب کے قائل تھے۔(تحریر جلد اص ۶۳ مسئلہ ۷ رسالہ توضیح جلد اص ۳۴۱ مسئلہ ۵۶۶ عروہ جلد اص ۲۸۴ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۳۲۳: اگر اثنائے غسل یا بعد از غسل میت کا بدن۔ خود اس کی اپنی نجاست مثلاً پیشاب، پاخانہ، خون اور منی وغیرہ سے یا کسی اور بیرونی۔ نجاست سے نجس ہو جائے تو اس کے بدن سے صرف ظاہری نجاست کو برطرف کیا جائے غسل کے دوبارہ بجالانے کی ضرورت نہیں ہے خواہ پیشاب، پاخانہ یا منی وغیرہ جیسی اس کی اپنی نجاست ہی کیوں نہ ہو۔

اگر چہ اثناء غسل میں خصوصاً تیسرے غسل کے دوران میت کے بدن سے پیشاب یا منی جیسی نجاست کے باہر آجانے سے احتیاط مستحب کی بنا پر اسے دوبارہ غسل دینا بہتر ہے۔

اسی طرح اگر میت کو قبر میں اتار دینے کے بعد اگر کوئی نجاست باہر سے اسے لگ جائے یا خود اس کے اپنے بدن سے خارج ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے بدن سے دور کر دیا جائے سوائے اس کے کہ ایسا کرنا امکان سے باہر ہو اگر چہ مشقت ہوتی ہو یا میت کو قبر سے باہر لانے میں میت کی ہتک حرمت ہوتی ہو۔(تحریر جلد اص ۶۴ مسئلہ ۱۰، عروہ ج اص ۲۸۵ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۳۲۴: میت کو جس تختے پر غسل دیا جاتا ہے وہ میت کیساتھ ساتھ اور خود بخود پاک ہو جاتا ہے اور واجب نہیں ہے کہ میت کے تینوں غسلوں کو انجام دینے کے بعد اسے تین یا زیادہ سے زیادہ ایک بار یا کسی اور میت کے غسل دینے کیلئے ایک بار دھویا جائے اگر چہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ ایک اور میت کو غسل دینے کیلئے اسے ایک بار دھولیا جائے۔

○ مسئلہ ۳۲۵: اسی طرح وہ کپڑا جو غسل میت دیتے وقت اس کے اوپر ڈالا جاتا ہے میت کے ساتھ ساتھ خود بخود پاک ہو جائے گا اور اسے علیحدہ پاک کرنا واجب نہیں ہے اگر چہ احتیاط مستحب کی

بنا پر بہتر ہے کہ اسے دھولیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۴ مسئلہ ۱۱، عروہ جلد ا ص ۲۸۵ مسئلہ ۹)

میت سے متعلق دیگر احکام

○ مسئلہ ۳۲۶: اگر میت کا ختنہ نہیں ہوا تو احتیاط واجب کی بنا پر اس کے مرنے کے بعد اس کا ختنہ جائز نہیں ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۷ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۳۲۷: احتیاط واجب کی بنا پر میت کے سر کے اور زیرِ ناف کے بال مونڈنا جائز نہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۷ مسئلہ الثالث)

○ مسئلہ ۳۲۸: احتیاط واجب کی بنا پر میت کے زیر بغل بالوں کا مونڈنا جائز نہیں ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۷ مسئلہ الرابع)

○ مسئلہ ۳۲۹: احتیاط واجب کی بنا پر میت کی مونچھوں کو قینچی کے ساتھ کاٹنا جائز نہیں ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۷ مسئلہ الخامس)

○ مسئلہ ۳۳۰: احتیاط واجب کی بنا پر میت کے ناخن لینا جائز نہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۱۸۷ مسئلہ السادس)

غسل میت کے آداب اور مستحبات

○ مسئلہ ۳۳۱: سب سے پہلے یہ بات بتانا ضروری ہے کہ درج ذیل مستحبات میں سے چند ایک امور ثابت نہیں ہیں لیکن انہیں "رجائے مطلوبیت" (شاید کہ خدا کو قبول ہوں) کے قصد سے بجالانے میں کوئی اشکال نہیں اور جائز ہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۵)

نوٹ: یہ یاد دہانی فقط ان آداب و مستحبات کے ساتھ متعلق ہے جو کتاب العروۃ الوثقیٰ جلد ا ص ۲۸۵ تا ۲۸۷ "فصل فی آداب الغسل" سے نقل کیے گئے ہیں اور انہیں کو شامل ہیں، لیکن

جو مسائل ''العروۃ الوثقیٰ'' کے دیگر مقامات سے لئے گئے ہیں یا بطور کلی جو مسائل تحریر الوسیلہ سے نقل کیے گئے ہیں انہیں شامل نہیں کیا گیا۔

○ مسئلہ ۳۳۲: مستحب ہے کہ میت کو بلند جگہ پر رکھ کر غسل دیا جائے تختہ ہو یا مسطح بلندی ہو یا کوئی تھڑا (چبوترہ) وغیرہ۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵، عروہ جلد ا ص ۲۸۵ الاول)

نوٹ: تحریر الوسیلہ کی عبارت میں ''ساجہ'' اور ''تختہ'' کے الفاظ درج ہیں۔

○ مسئلہ ۳۳۳: سب سے بہتر اور پہلے مرحلہ میں ''ساجہ'' ہے۔ جو ہندوستان کے ایک خاص درخت سے تختے کی صورت میں بنایا جاتا ہے۔ اس کے بعد کوئی بھی تختہ ہو سکتا ہے اور آخر میں ہر بلند جگہ جیسے تھڑا وغیرہ ہے۔

○ مسئلہ ۳۳۴: مناسب ہے کہ میت کے سرہانے کی جگہ اس کی پائینتی کی جگہ سے بلند تر ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۵ مسئلہ اول)

○ مسئلہ ۳۳۵: مستحب ہے کہ انسان میت کو غسل دینا اپنے ذمہ لے لے اور اسے غسل دے، کیونکہ روایات میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کے ضمن میں عرض کیا: ''یَارَبِّ! مَالِمَنْ غَسَّلَ الْمَوْتیٰ؟'' پروردگارا! جو شخص میت کو غسل دیتا ہے اس کا کیا اجر و ثواب ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اُغْسِلُہٗ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَمَا وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ'' میں اسے گناہوں سے ایسے دھودوں گا گویا ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۳۴ م ۱۹)

○ مسئلہ ۳۳۶: جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ مستحب ہے بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل دیتے وقت میت کو اسی طرح روبقبلہ لٹایا جائے جیسے اسے احتضار یعنی جان کنی کے موقعہ پر لٹایا جاتا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۴ مسئلہ ۱۲ عروہ جلد ا ص ۲۸۵ مسئلہ الثانی)

○ مسئلہ ۳۳۷: مستحب ہے کہ میت کی قمیض کو اس کے پاؤں کی طرف سے اتارے

تا کہ سر کی طرف سے خواہ اسے پھاڑنا ہی کیوں نہ پڑے، البتہ اگر پھاڑنے کی ضرورت پیش آجائے تو احتیاط واجب یہ ہے کہ بالغ اور راشد (پختہ ذہن) ورثا سے اس کی اجازت حاصل کی جائے اوران کی رضامندی کے بعد اسے پھاڑے۔ (تحریر جلد اص ۶۵ عروہ جلد اص ۲۸۵ الثالث)

○ مسئلہ ۳۳۸: بہتر ہے کہ میت کی شرمگاہ کو اسی قمیض سے ڈھانپ کر غسل دیا جائے کوئی نیا لباس یا کپڑا نہ لیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۶ الثالث)

○ مسئلہ ۳۳۹: مستحب ہے کہ میت کو چھت یا خیمے یا اس طرح کی چیزوں تلے غسل دیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۶۵ عروہ جلد اص ۲۸۶ الرابع)

○ مسئلہ ۳۴۰: سب سے بہتر یہی ہے کہ اسے چھت تلے غسل دیا جائے۔ (عروہ، ایضاً)

○ مسئلہ ۳۴۱: مستحب ہے کہ غسل میت کے پانی کیلئے خصوصی طور پر ایک گڑھا کھودا جائے تا کہ غسل کا تمام پانی اس میں جمع ہو جائے۔ (عروہ ایضاً الخامس)

○ مسئلہ ۳۴۲: اگر ایسی صورت پیش آجائے کہ غسل دینے والا یا حاضرین، میت کی شرمگاہ کی طرف نہیں دیکھ پاتے یا ایسے لوگ ہیں جن کا میت کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے، پھر مستحب ہوگا کہ شرمگاہ کو چھپایا جائے۔ (تحریر جلد اص ۶۵ عروہ جلد اص ۲۸۶ مسئلہ ۶، ۷ السابع السادس)

○ مسئلہ ۳۴۳: مستحب ہے کہ میت کو لباس یا کپڑے کے اوپر سے غسل دیا جائے غسل دینے والا خواہ اس کا ہم صنف وہم مثل ہو کیونکہ ایسا کرنا جائز ہی نہیں افضل بھی ہے اور یہ بات صحیح نہیں ہے جو کہتے ہیں کہ: ''اگر غسل دینے والا میت کا ہم صنف وہم مثل ہو تو افضل یہ ہے کہ۔ ستر عورتین کے علاوہ۔ میت کا بدن برہنہ ہو''۔ (عروہ جلد اص ۲۸۴ مسئلہ اص ۲۸۶ السادس)

○ مسئلہ ۳۴۴: میت کی انگلیاں بلکہ اس کے تمام جوڑوں کو آہستہ آہستہ مل کر نرم کیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۶۵، عروہ جلد اص ۲۸۶ الثامن)

○ مسئلہ ۳۴۵: اگر میت کی انگلیوں اور جوڑوں کو ملنے اور نرم کرنے میں مشقت پیش آتی ہو تو پھر انہیں رہنے دیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۱۲۸۶ الثامن)

○ مسئلہ ۳۴۶: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے بازوؤں کو آدھے حصے تک دھویا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵ عروہ جلد ا ص ۱۲۸۶ التاسع)

○ مسئلہ ۳۴۷: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کے دونوں ہاتھوں کو نصف بازو تک تین تین بار۔ مجموعی طور پر ۹ بار۔ دھویا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۷ تحریر جلد ا ص ۶۵)

نوٹ: تحریر الوسیلہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو غسل دینے سے پہلے، اس کے ہاتھوں کو تین بار دھونا مستحب ہے، البتہ یہ واضح نہیں ہے کہ تینوں غسلوں میں سے ہر ایک کے پہلے تین بار دھونا مستحب ہے، لیکن کہا جا سکتا ہے کہ "بظاہر یہی حکم ہے"۔

○ مسئلہ ۳۴۸: بہتر ہے کہ جب میت کے ہاتھوں کو دھویا جائے پہلے انہیں بیری کے پانی سے، دوسری بار کافور کے پانی سے اور تیسری بار خالص پانی سے دھویا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۱۲۸۶ التاسع)

○ مسئلہ ۳۴۹: مستحب ہے کہ میت کے سر کو بیری یا خطمی کی جھاگ سے دھویا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵ عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۳۵۰: میت کو دھوتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ پانی اس کے کانوں یا ناک کے اندر نہ پہنچنے پائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ العاشر)

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۵۰۱ میں ہے کہ: "مستحب ہے کہ میت کے سر کو جھکا کر اسے ہلایا جائے تاکہ ناک کی کثافتیں باہر آجائیں"۔

○ مسئلہ ۳۵۱: میت کو غسل دینے سے پہلے اس کی دونوں شرمگاہوں کو بیری یا اشنان

سے دھویا جائے۔

نوٹ: اشنان ایک نباتات کا نام ہے جو جسم کے دھونے کے کام آتی ہے۔

○ مسئلہ ۳۵۲: مستحب ہے کہ تین مرتبہ ایسا کیا جائے۔ (تحریر ج اص ۶۵ عروہ ج اص ۲۸۶ الحادی عشر)

○ مسئلہ ۳۵۳: میت کی شرمگاہ کو دھوتے وقت اس بات کا خیال رہے کہ واجب ہے کہ ایک کپڑا ہاتھوں پر لپیٹا جائے اور بعد میں اس کی شرمگاہ کو دھویا جائے -تا کہ ہاتھ، میت کی شرمگاہ کو نہ لگے-۔ (عروہ جلد اص ۲۸۶ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۳۵۴: پہلے دو غسلوں میں میت کے شکم پر آہستہ سے ہاتھ پھیرا جائے، لیکن اگر میت حاملہ عورت کی ہو اور بچہ اس کے شکم میں مر چکا ہو تو پھر ایسا نہ کیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵، عروہ جلد اص ۲۸۶ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۳۵۵: تینوں واجب اغسال کو میت کے سر کی دائیں جانب سے شروع کریں گے نا کہ بائیں جانب سے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۶ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۳۵۶: غسل دینے والا میت کی دائیں سمت کھڑا ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۱۴)

○ مسئلہ ۳۵۷: غسل دینے والے کو چاہئے کہ تمام تینوں غسلوں سے پہلے اپنے ہاتھوں کو کہنیوں بلکہ کاندھوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۶ الخامس عشر)

○ مسئلہ ۳۵۸: میت کو غسل دیتے وقت غسل دینے والے کو چاہئے کہ دھونے میں -مزید اور بہتر احتیاط کیلئے- میت کے بدن پر ہاتھ پھیرتا رہے، لیکن اگر یہ خوف ہو کہ ہاتھ پھیرنے سے میت کا کوئی جزو بدن گر جائے گا تو ایسی صورت میں صرف پانی ڈالنا ہی کافی ہوگا۔

ایضاً مسئلہ ۱۶ السادس عشر)

○ مسئلہ ۳۵۹: مستحب ہے کہ غسل میت کیلئے پانی چھ مشکوں کے اندازے کے مطابق ہو، کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حضور سرور کائناتؐ نے جناب امیر علیہ السلام کو وصیت کی کہ ''انہیں چھ مشک پانی سے غسل دیا جائے اور حضور اکرمؐ کے فرمان پر عملدر آمد بہتر ہے''۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۷ ا ص ۲۸۱ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۳۶۰: مستحب ہے کہ آخری غسل کے بعد اور کفن دینے سے پہلے میت کو کسی پاکیزہ کپڑے وغیرہ سے خشک کرلیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵ عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۱۸)

○ مسئلہ ۳۶۱: میت کو غسل دینے سے پہلے یا اس کے بعد اُسے نماز کے وضو جیسا وضو کرایا جائے اور مستحب بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل سے پہلے وضو کرایا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۴، عروہ جلد ا ص ۲۸۱ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۳۶۲: مستحب ہے کہ میت کو پہلے دو غسلوں -یعنی آب سدر اور آب کافور کے ساتھ غسل- سے پہلے بھی وضو کرایا جائے -علاوہ دونوں ہاتھوں کو آدھے بازو تک دھونے کے جیسا کہ بیان ہوا ہے-۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۶ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۳۶۳: مستحب ہے کہ میت کے تینوں اعضائے غسل -یعنی سر و گردن، دایاں حصہ اور بائیں حصہ- کو تینوں اغسال میں سے ہر ایک غسل کے موقع پر تین تین مرتبہ دھویا جائے جو مجموعی طور پر ستائیس مرتبہ دھونا بنتا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵، عروہ جلد ا ص ۲۸۶ العشرون)

○ مسئلہ ۳۶۴: اگر غسل دینے والا ہی میت کو کفن دینا چاہتا ہے تو مستحب ہے کہ پہلے اپنے دونوں پاؤں کو گھٹنوں تک دھولے۔ (عروہ ج ا ص ۲۸۷ الحادی العشرون)

○ مسئلہ ۳۶۵: مستحب ہے کہ غسل دینے والے، میت کو غسل کے دوران ذکر خدا، یادِ خدا اور استغفار میں مشغول رہیں اور بہتر ہے کہ بار بار اس دعا کو دہرائیں خصوصاً جب اس کے

بدن کو ایک طرف سے دوسری طرف پلٹائیں تو کہیں: ''رَبِّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ '' پروردگارا! تیری معافی، تیری معافی - تیرے اس بندے کے شامل حال رہے - یا کہے: ''اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَدَنُ عَبْدِکَ الْمُؤْمِنِ وَقَدْ اَخْرَجْتَ رُوْحَهُ مِنْ بَدَنِهِ وَفَرَّقْتَ بَيْنَهُمَا فَعَفْوَکَ عَفْوَکَ '' خدایا! یہ تیرے مومن بندے کا بدن ہے، تو نے ابھی اس کی روح کو اس کے بدن سے نکال لیا ہے اور ان دونوں کے درمیان میں تو نے جدائی ڈال دی ہے، پس تیری بخشش تیری بخشش - اس کے شامل حال رہے - ۔ (عروہ جلد اص ۲۸۷ مسئلہ ۲۲)

○ مسئلہ ۳۶۶: غسل دینے والا اگر میت میں کوئی عیب دیکھے تو اس کا اظہار کسی سے نہ کرے ۔ (عروہ ایضاً مسئلہ ۲۳)

﴿غسل کے مکروہات﴾

○ مسئلہ ۳۶۷: میت کو غسل دیتے وقت بٹھانا مکروہ ہے ۔ (عروہ جلد اص ۲۸۷ م ۱)

○ مسئلہ ۳۶۸: مکروہ ہے کہ غسل دینے والا، میت کو اپنے دونوں پاؤں کے درمیان میں قرار دے ۔ (ایضاً الثانی)

○ مسئلہ ۳۶۹: میت کے بالوں کو کنگھی کرنا مکروہ ہے ۔ (ایضاً السابع)

○ مسئلہ ۳۷۰: میت کے ناخنوں کی میل کو صاف کرنا مکروہ ہے ۔ (ایضاً ۸)

○ مسئلہ ۳۷۱: میت کو آگ سے گرم کیے ہوئے پانی بلکہ ہر قسم کے گرم پانی کے ساتھ غسل دینا مکروہ ہے، مگر یہ کہ مجبوری ہو - پھر دیا جا سکتا ہے - ۔ (ایضاً ۹)

○ مسئلہ ۳۷۲: غسل دیتے وقت میت کے اوپر قدم رکھنا مکروہ ہے ۔ (ایضاً ۱۰)

○ مسئلہ ۳۷۳: غسل کے پانی کو بیت الخلاء کے گڑھے میں ڈالنا مکروہ ہے بلکہ ہر قسم کی

گندگی کے گڑھے میں ڈالنا مکروہ ہے۔ چنانچہ مستحب ہے۔ جیسا کہ ''غسل کے آداب و مستحبات'' میں گزر چکا ہے کہ اس پانی کیلئے مخصوص گڑھا کھودا جائے اور اس میں پانی ڈالا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۸۷ حادی عشر)

○ مسئلہ ۳۷۴: اگر حاملہ عورت کی میت ہو تو اس کے شکم پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ ''میت کے غسل کے آداب و مستحبات'' میں گزر چکا ہے۔ (ایضاً ۱۲)

○ مسئلہ ۳۷۵: مکروہ ہے کہ تشییع جنازہ کے وقت تابوت جنازہ کے پیچھے پیچھے آتشدان اٹھایا جائے، اسی طرح غسل دینے کی حالت میں بھی یہ کام مکروہ ہے۔ (عروہ جلد اص ۲۹۹ مسئلہ ۱۰)

نوٹ: نیز مراۃ الکمال میں ہے کہ: ''مکروہ ہے کہ سنی کے ہوتے ہوئے شیعہ کسی سنی کو غسل دے'' (جلد ۳ ص ۵۰۲)

☆ ☆ ○ ☆ ☆ ○ ☆ ☆ ○ ☆

فصل نہم (۹)

صفائی اور پاکیزگی

احادیث کی رہنمائی:

۱۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا: ''میت کو غسل دینے نیز میت کو مس کرنے سے غسل کرنے کی وجہ، میت کی کثافتوں سے پاک رہنا ہے کیونکہ، جب انسان کی روح اس کے بدن سے نکل جاتی ہے اس کی بہت سی آفتیں باقی رہ جاتی ہیں، اسی لئے دوسرے لوگ خود کو بھی پاک پاکیزہ رکھیں۔۔یعنی غسل مس میت کریں۔۔اور میت کو بھی پاک کردیں ۔۔یعنی اسے غسل دیں۔''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۹۲۹ روایت ۱۲)

۲۔ نیز ایک اور روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے ہے کہ آپ نے فرمایا: ''مَنْ غَسَّلَ مَيِّتًا وَكَفَّنَهُ اِغْتَسَلَ غُسْلَ الْجَنَابَةِ '' جو کوئی میت غسل وکفن دے تو واجب ہے کہ اسی طرح غسل کرے جس طرح غسل جنابت کیا جاتا ہے۔۔یعنی غسل مس میت کرے۔ (ایضاً جلد۱ص ۹۲۸ روایت ۶)

احکام مس میت

○ مسئلہ ۳۷۶: جو شخص کسی انسان کی میت کو اس کے ٹھنڈا ہونے کے بعد اور غسل دینے سے پہلے مس کرے یا اس کے بدن کا کوئی حصہ اسے جا لگے تو اس پر غسل مس میت واجب ہو جائے گا۔

○ مسئلہ ۳۷۷: اگر کوئی شخص مردہ حیوان کو مس کرے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۵۶، عروہ جلد اص ۲۶۰، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۴ مسئلہ ۵۲۱)

○ مسئلہ ۳۷۸: انسان کی میت کے مکمل طور پر سرد ہو جانے سے پہلے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا، لہٰذا اگر کوئی شخص میت کے کچھ حصہ کے سرد ہو جانے کے بعد اسے مس کرے اس پر غسل واجب نہیں ہوگا، خواہ سرد شدہ حصہ کو ہی مس کرے۔ (تحریر جلد اص ۵۶، عروہ جلد اص ۲۶۰، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۴ مسئلہ ۵۲۲)

○ مسئلہ ۳۷۹: انسان کی میت کو غسل دینے کے بعد یعنی تینوں غسلوں کے مکمل ہو جانے کے بعد مس کرنے سے غسل (مس میت) واجب نہیں ہوتا، ہاں البتہ اگر کوئی شخص میت کو اس کے تینوں غسل مکمل ہونے سے پہلے مس کرے- خواہ آخری غسل کے مکمل ہونے سے چند لمحے پہلے ہی کیوں نہ ہو- اس پر غسل مس میت واجب ہو جائے گا، خواہ مس شدہ حصے کو تینوں غسل مل چکے ہوں۔ (تحریر جلد اص ۵۶، عروہ جلد اص ۲۶۰ رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۵۲۶)

○ مسئلہ ۳۸۰: اگر بیری یا کافور- یا دونوں کے- نہ ہونے کی وجہ سے میت کو خالص پانی کے ساتھ- ایک یا دونوں- غسل دیئے جا چکے ہوں تو ایسی میت کو مس کرنے سے بھی غسل واجب نہیں ہوگا اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر غسل کرنا بہتر ہوگا۔

○ مسئلہ ۳۸۱: اگر پانی کی عدم دستیابی- یا کسی دوسری مجبوری- کی بنا پر میت کو غسل نہ دے سکیں اور تینوں غسل کی بجائے اسے تیمم دیں تو ایسی میت کو مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا ہر چند کہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہوگا۔

○ مسئلہ ۳۸۲: اگر ہم صنف مسلمان کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے میت کو ہم صنف کافر نے مسلمان کے حکم کے مطابق غسل دیا ہو تو بھی ایسی میت کے مس کرنے سے غسل واجب

نہیں ہوگا، اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہوگا۔ (تحریر ج ا ص ۵۶ عروہ جلد ا ص ۲۶۰ مسئلہ ا ص ۲۸۳ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۳۸۳: میت خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی، بڑے کی ہو یا بچے کی میت ہی کہلاتی ہے لہٰذا اگر کوئی شخص مردہ بچے کو حتیٰ کہ سقط شدہ بچے کو جو ماں کے پیٹ سے مردہ ساقط ہو جائے اور اس کے چار مہینے مکمل ہو چکے ہوں تو اگر کوئی مس کرے گا تو اس پر غسل کرنا واجب ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر چار ماہ سے کم کا مردہ بچہ شکم مادر سے ساقط ہو جائے تو بھی اس کے مس کرنے سے احتیاط مستحب کی بنا پر غسل کرنا بہتر ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶، عروہ جلد ا ص ۲۶۰، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۲۵ مسئلہ ۵۲۴)

○ مسئلہ ۳۸۴: عضو خواہ زندہ کا ہو جو مس کر رہا ہے یا میت کا جسے مس کیا جا رہا ہے، عضو کا چاہے ظاہری حصہ ہو یا باطنی، خواہ اس میں روح ہوتی ہے خواہ بے جان ہو جیسے ہڈی اور ناخن وغیرہ میں کوئی فرق نہیں، معیار مس کرنا ہے جس سے غسل مس میت واجب ہو جاتا ہے۔

○ مسئلہ ۳۸۵: مسئلہ مذکورہ بالا کی روشنی میں اگر کسی شخص کے ناخن، مردہ کے ناخن کو چھو جائیں تو بھی غسل کرنا واجب ہوگا۔ (رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۲۴ مسئلہ ۵۲۱، تحریر جلد ا ص ۵۶، عروہ جلد ا ص ۲۶ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۳۸۶: اگر کوئی شخص اپنے بدن کے بالوں کے ذریعے میت کے بدن کو مس کرے گا تو اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۳۸۷: اسی طرح اگر میت کے بالوں کو۔ خواہ اپنے بالوں کے ذریعہ ہی کیوں۔ مس کرے گا تو بھی اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶، عروہ جلد ص ۲۶۰ مسئلہ ا رسالہ توضیح المسائل جلد ا ص ۳۲۴ مسئلہ ۵۲۳)

○ مسئلہ ۳۸۸: میت کے بدن کے فضلات۔ مثلاً میل، کچیل، پسینہ اور خون وغیرہ۔ کو

مس کرنا، غسل کا موجب نہیں ہوتا اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہوگا کہ غسل کیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۲۶۲ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۳۸۹: میت سے مس ہو جانا خواہ مجبوری اور غیر اختیاری صورت میں ہو اور نہ چاہتے ہوئے بھی مس ہو جائے پھر بھی غسل کرنا واجب ہوگا۔

○ مسئلہ ۳۹۰: میت سے مس کر جانا، موجب غسل ہے خواہ نیند میں ہو یا بیداری میں۔ (عروہ جلد اص ۲۶۱ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۴ مسئلہ ۵۲۱)

○ مسئلہ ۳۹۱: مس میت ہی موجب غسل ہے خواہ مس کرنے والا بڑا ہو یا بچہ، عاقل ہو یا دیوانہ۔ (عروہ جلد اص ۲۶۱ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۳۹۲: اگر کوئی بچہ، اپنے بچپن میں کسی میت کو مس کرے تو اس پر واجب ہو جائے گا کہ بالغ ہونے کے بعد غسل مس میت بجالائے ہر چند ممیز بچے کا غسل کرنا بھی صحیح اور درست ہے اگر غسل مس میت بجالائے تو کافی ہو جائے گا۔ (عروہ جلد اص ۲۶۱ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۵۲۶)

○ مسئلہ ۳۹۳: اگر کسی شخص نے دیوانگی کے عالم میں کسی میت کو مس کر لیا ہو تو تندرست اور صحیح سالم ہو جانے اور دیوانگی کے دور ہو جانے کے بعد جب وہ عقلمند ہو جائے گا تو اس کو غسل مس میت کرنا ہوگا۔ (عروہ جلد اص ۲۶۱ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۵۲۷)

○ مسئلہ ۳۹۴: اگر کوئی عورت، مردہ بچہ جنے تو اس پر مردہ بچے کے مس کرنے کی وجہ سے غسل مس میت واجب ہو جائے گا۔

نوٹ: یہ مسئلہ رسالہ توضیح المسائل میں یوں بیان ہوا ہے: ''بنابریں اگر چار ماہ کا بچہ مر کر شکم مادر سے باہر آجائے تو اس کی ماں کو چاہئے کہ غسل مس میت کرے بلکہ اگر چار ماہ سے کم تر

ہوتو بھی بہتر ہے کہ ماں غسل کرے"۔

○ مسئلہ ۳۹۵: اگر بچہ کے پیدا ہونے سے پہلے اس کی ماں فوت ہو جائے اور بچہ بعد میں پیدا ہو، تو بالغ ہو جانے کے بعد بچہ پر واجب ہو جائے گا کہ غسل مس میت کرے۔ (عروہ جلد۲ص ۲۶۲ مسئلہ ۸، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۵۲۵)

دو استثنائی صورتیں

○ مسئلہ ۳۹۶: دو مندرجہ ذیل صورتوں میں میت کو مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوتا: ا۔ شہید کے بدن کو مس کرنے سے اور ۲۔ اس میت کے بدن کو مس کرنے سے جس پر قصاص یا حد کے اجراء کے طور پر اس کا قتل کرنا واجب ہو گیا ہو اور اس نے حاکم شریعت -مجتہد جامع الشرائط- کے حکم کے مطابق قتل کئے جانے سے پہلے غسل میت بجالایا ہو جس کی کیفیت فصلِ ہفتم میں گزر چکی ہے۔ (تحریر جلد اص ۵۶ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۲۶۲ مسئلہ ااص ۲۷۹ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۳۹۷: جس جگہ شہید پر غسل نہیں ہوتا وہیں پر اس کا مس کرنا بھی موجب غسل مس میت نہیں ہوتا۔ (استفتاآت جلد اص ۸۷ سوال ۱۹۰) نوٹ: مزید تفصیلات کیلئے فصل ہفتم کا مطالعہ فرمائیں۔

جسم سے جدا شدہ عضو کا حکم

میت کے بدن سے -کہ جسے ابھی تک غسل نہیں دیا گیا- جدا شدہ کسی عضو یا بدن کے کسی حصے اور زندہ شخص کے جسم سے کسی جدا شدہ عضو یا خشک شدہ عضو یا حصے کا حکم جو ابھی بدن سے جدا نہیں ہوا، تمام صورتوں کے احکام مختلف ہیں جنہیں آئندہ مسائل میں بیان کیا جائے گا۔

نوٹ: اس میت سے مراد یقینی طور پر وہ مردہ ہے جسے ابھی تک غسل نہ دیا گیا ہو جیسا کہ رسالہ توضیح المسائل اور تحریر الوسیلہ ج اص ۶۰ م ۲ سے معلوم ہوتا ہے۔

﴿صورت اول﴾ ○ مسئلہ ۳۹۸: زندہ انسان کے جسم سے اس جدا شدہ ٹکڑے کو مس کرنے سے غسل مس میت واجب ہوجاتا ہے جس میں گوشت اور ہڈی ہو، اسی طرح مردہ انسان کے اسی قسم کے حصے کو بھی مس کرنے سے غسل واجب ہوجائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶ مسئلہ ا، عروہ جلد ا ص ۲۶۰ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۲۶ مسئلہ ۵۲۸)

﴿صورت دوم﴾ ○ مسئلہ ۳۹۹: اگر انسان کسی زندہ انسان سے اس جدا شدہ ٹکڑے کو مس کرے جو صرف گوشت پر مشتمل ہے تو اس پر مسلم طور پر غسل مس میت واجب نہیں ہوگا، لیکن اگر میت سے جدا شدہ کسی ایسے حصے کو مس کرے تو وہ اتصال کے زمانے کے حکم میں ہوگا اور اس پر غسل واجب ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶ مسئلہ ا عروہ جلد ا ص ۲۶۰ مسئلہ ۲)

﴿صورت سوم﴾ ○ مسئلہ ۴۰۰: اگر انسان کسی زندہ شخص کے بدن سے ایسے جدا شدہ عضو یا حصے کو مس کرے جس میں ہڈی تو ہے مگر گوشت نہیں تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ غسل کرے، خصوصاً جبکہ اس پر ایک سال نہ گزر چکا ہو اور اگر مردہ کے جسم سے ایسا ٹکڑا جدا ہو تو اتصال جسم میت کے حکم میں ہوگا جس کے مس کرنے سے غسل واجب ہوجائے گا (تحریر جلد ۲ ص ۵۶ مسئلہ ۱۱، عروہ جلد ا ص ۲۶۰ مسئلہ ۲ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۲۷ مسئلہ ۵۲۹)

﴿مزید وضاحت اور تحقیق﴾

○ مسئلہ ۴۰۱: اگر زندہ انسان کے جسم کا کوئی عضو خشک ہوجائے اور مکمل طور پر روح اس سے خارج ہوجائے، تو جب تک اس کے بدن کے ساتھ متصل ہے اس کے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا لیکن جسم سے جدا ہونے کے بعد اگر وہ عضو ہڈی پر مشتمل ہو تو مسلم طور پر اس کا مس کرنا غسل کا موجب ہوگا ورنہ محل اشکال ہوگا اور احتیاط واجب کی بنا پر غسل بجالانا ہوگا۔

(تحریر جلد ۱ ص ۵۷ مسئلہ ۴، عروہ جلد ۱ ص ۲۶۲ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۲۰۱۲: اگر زندہ انسان کے اعضاء، میں سے کوئی عضو کٹ جائے لیکن اس کے جسم کے ساتھ۔ جلد کی وجہ سے ہی۔ متصل ہو تاوقتیکہ جسم کے ساتھ متصل ہے اس کے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن جسم سے جدا ہونے کے بعد اگر ہڈی پر مشتمل ہو تو اس کا مس کرنا مسلّم طور پر موجب غسل ہوگا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۷ مسئلہ ۴، عروہ جلد ۱ ص ۲۶۲ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۲۰۳: اگر کوئی شخص زندہ انسان سے جدا شدہ کسی ٹکڑے کو اس کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے مس کرے احتیاط واجب کی بنا پر اسے غسل کرنا چاہیے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۱، ۲۶۲ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۲۰۴: اگر کوئی شخص اپنے جسم کے جدا شدہ ٹکڑے کو مس کرے گا تو اس پر غسل مس میت واجب ہو جائے گا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۱ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۲۰۵: اگر میت کے منہ سے دانت جدا ہو جائیں اور کوئی انسان انہیں مَس کرلے تو اس پر مطلقاً غسل واجب ہو جائے گا، لیکن زندہ انسان کے منہ سے گرے ہوئے یا نکالے ہوئے یا اکھاڑے ہوئے دانتوں کے مس کرنے سے اس وقت غسل واجب ہوگا جب ان کے ساتھ قابل توجہ گوشت ہوگا، نہ یہ کہ بہت کم گوشت ہو لیکن اگر گوشت بالکل ہی نہ ہو یا ہو تو بہت ہی مختصر اور کم، تو ان کے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۰، ۲۶۱ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۲۷ مسئلہ ۵۲۹)

○ مسئلہ ۲۰۶: بچے کی ناف کو کاٹنے اور اس کے جسم سے علیحدہ کرنے کے بعد اسے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۶۲ مسئلہ ۱۲)

﴿مَس میں شک کرنے کے احکام﴾

○ مسئلہ ۲۰۷: اگر انسان شک کرے کہ آیا اس نے میت کو مَس بھی کیا ہے یا نہیں تو اس

پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۴۰۸: اگر انسان شک کرے کہ اس نے جس چیز کو مس کیا ہے آیا وہ چیز انسان تھی یا کوئی اور شے؟ تو بھی اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۴۰۹: اسی طرح اگر شک کرے کہ اس نے جس چیز کو مس کیا ہے آیا وہ مردہ تھی یا زندہ؟ پھر بھی اس پر غسل واجب نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۴۱۰: اگر شک کرے کہ میت کو اس کو اس کے سرد ہونے سے پہلے مس کیا تھا یا بعد میں؟ تو بھی غسل واجب نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۴۱۱: اگر شک کرے کہ جس میت کو اس نے مس کیا ہے آیا وہ شہید کی تھی یا نہیں؟ تو بھی اس پر غسل مس میت واجب نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۴۱۲: اگر شک کرے کہ میت کے جسم کو مس کیا ہے یا اس کے لباس کو؟ تو بھی اس پر غسل فرض نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۴۱۳: اگر شک کرے کہ میت کے بالوں کو مس کیا ہے یا اس کے جسم کو؟ پھر بھی غسل واجب نہیں ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۱ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۴۱۴: اگر انسان کو علم ہو کہ اس نے میت کو مس کیا ہے لیکن شک ہو کہ اسے غسل دینے سے پہلے مس کیا تھا یا بعد میں؟ تو غسل مس میت بجالائے۔ (تحریر جلد ا ص ۵۶ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۲۶۱ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۴۱۵: اگر انسان ایسی ہڈیوں کو مس کرے جو بغیر گوشت کے اور قبرستان یا کسی اور جگہ موجود ہوں، چنانچہ اگر مسلمانوں کے مخصوص قبرستان میں ہوں تو ان کے مس کرنے سے غسل واجب نہیں ہوگا، لیکن اگر قبرستان کے علاوہ کسی اور جگہ پر ہوں۔ چاہے کفار کے گورستان

میں ہوں یا بالکل کسی بھی قبرستان میں نہ ہوں۔تو صرف اس صورت میں ان کے مس کرنے سے غسل واجب ہوگا جب اسے یقین ہو کہ کسی انسانی مردے کی ہڈیاں ہیں لیکن اگر اسے احتمال ہو کہ کسی زندہ انسان سے جدا کی گئی ہیں تو پھر اس پر غسل واجب نہیں ہوگا (عروہ جلد اص ۲۶۱ م ۳)

○ مسئلہ ۴۱۶: اگر ہڈیوں کے دو علیحدہ ٹکڑے موجود ہوں اور اجمالی طور پر یہ معلوم ہو کہ ان میں سے ایک ٹکڑا انسان کا ہے اور دوسرا حیوان کا، لیکن یہ معلوم نہ ہو کہ انسان کا کونسا ٹکڑا ہے اور حیوان کا کونسا؟ تو اگر کوئی شخص دونوں کو مس کرلے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا۔ (عروہ جلد ا ص ۲۶۱ مسئلہ ۴)

غسل مس میت کی کیفیت

○ مسئلہ ۴۱۷: اس غسل کے انجام دینے کی کیفیت بعینہٖ غسل جنابت کے انجام دینے کی کیفیت ہے فرق صرف اتنا ہے کہ غسل مس میت انجام دینے کے بعد اگر کوئی چاہتا ہے کہ نماز پڑھے تو اسے وضو کرنا پڑیگا، جبکہ غسل جنابت کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہوتی۔ (عروہ جلد اص ۲۶۲ مسئلہ ۱۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۸ مسئلہ ۵۳۰)

مس میت کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۴۱۸: میت کے جسم کو مس کرنے سے وضو باطل ہو جاتا ہے، بنابریں غسل مس میت کے انجام دینے کے علاوہ جن کاموں کیلئے وضو شرط ہے وضو بھی کرنا پڑے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۵۷ مسئلہ ۵ عروہ جلد اص ۲۶۲ مسئلہ ۱۴)

○ مسئلہ ۴۱۹: غسل مس میت روزے کے صحیح ہونے کی شرط نہیں ہے، چنانچہ اثنائے روزہ میں میت کو مس کرنے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (تحریر جلد اص ۲۵۸ مسئلہ ۸)

میت کو مس کرنے والے کے احکام

○ مسئلہ ۴۲۰: ہر وہ واجب عمل جس کے بجالانے کیلئے حدث اصغر سے طہارت اور وضو کرنا شرط ہوتی ہے اس کے بجالانے کیلئے وجوب شرطی کی نیت سے غسل مس میت کرنا واجب ہوتا ہے نیز جن اعمال کیلئے طہارت شرط ہوتی ہے، مثلاً نماز، طواف واجب اور حروف قرآن کا مس کرنا ان کیلئے غسل مس میت بھی واجب ہوتا ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۷ مسئلہ ۶، عروہ جلد ۱ ص ۲۶۲ مسئلہ ۱۶، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۲۸)

نوٹ: اس کا ذکر عروۃ الوثقیٰ کے حاشیہ میں ہوا ہے تحریر الوسیلہ میں اس کا ذکر نہیں ہوا۔

○ مسئلہ ۴۲۱: اگر کسی شخص نے جہالت یا فراموشی کی وجہ سے غسل مس میت نہ کیا لیکن ایک مدت کے بعد اسے پتہ چل گیا تو اب تک اس نے جو بھی نمازیں پڑھی ہیں ان کا اعادہ کرے گا لیکن اگر اس دوران اس نے غسل جنابت کر لیا ہو تو اس کے بعد والی نمازیں صحیح ہوں گی کیونکہ غسل جنابت غسل مس میت سے کافی ہو رہتا ہے۔ (استفتاءات جلد اول ص ۸۷ سوال ۱۸۹)

○ مسئلہ ۴۲۲: غسل مس میت نہ کرنے والے کے لیے مندرجہ ذیل چند چیزیں جائز ہیں: الف، ب: مسجدوں اور (معصومینؑ کے) روضوں میں داخل ہونا یا ان میں ٹھہرنا۔

ج: جن سورتوں میں سجدہ واجب ہے اور جنہیں "سُوَرِ عزائم" ان کا پڑھنا۔

نوٹ: یاد رہے کہ قرآن مجید کی ان چار سورتوں میں سجدہ واجب ہے: ۱: الم تنزیل یا سورہ "سجدہ" سورت نمبر ۳۲۔ ۲: حٰم سجدہ یا "فصلت" سورت ۴۱۔ ۳: سورہ "النجم" سورت ۵۳۔ ۴: سورہ "اقراء" یا "علق" سورہ ۹۶۔ د: اگر کسی عورت نے میت کو مس کر لیا ہو تو اس کے شوہر کیلئے اس کے ساتھ ہم بستری جائز ہے۔ پس بنابریں "مس میت" حدث اصغر کی مانند ہے جو صرف

وضو کو باطل کرتا ہے، اس کا اور دوسرے حدث اصغر میں یہ فرق ہوتا ہے کہ نماز وغیرہ کے بجالانے کیلئے غسل مس میت کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑتا ہے۔ (تحریر جلد اص ۵۷ مسئلہ ۷، عروہ جلد اص ۲۶۳ مسئلہ ۱۷)

غسل مس میت کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۴۲۳: اگر کسی نے ایک یا کئی میتوں کو کئی مرتبہ مس کیا ہے تو سب کے بدلے صرف ایک غسل مس میت ہی بجالانا کافی ہے، جیسا کہ تمام حدثوں کا بھی یہی حکم ہے، خواہ حدث اکبر جو موجب غسل ہوتا ہے۔ یا حدث اصغر۔ (تحریر جلد اص ۵۷ مسئلہ ۸، عروہ جلد اص ۲۶۳ مسئلہ ۱۹، رسالہ توضیح جلد اص ۳۲۸ مسئلہ ۵۳۱)

○ مسئلہ ۴۲۴: اگر کسی شخص پر غسل مس میت کے علاوہ غسل جنابت بھی واجب ہو تو غسل مس میت غسل جنابت کے ساتھ تداخل پیدا کرے گا، یعنی غسل جنابت کے بجالانے سے غسل مس میت خود بخود انجام پا جائے گا خواہ اس کی نیت نہ بھی کریں، اگرچہ احتیاط مستحب مؤکد بہتر ہے کہ غسل بجالاتے وقت دونوں کی نیت کی جائے اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اس صورت میں ان امور کے انجام دینے کیلئے وضو کی ضرورت نہیں ہوگی جن کے انجام دینے کیلئے وضو شرط ہوتا ہے۔ (تحریر جلد اص ۳۹ مسئلہ ۲۲، عروہ جلد اص ۲۶۲ مسئلہ ۱۰، ص ۲۲۰ مسئلہ ۱۵)

○ مسئلہ ۴۲۵: غسل مس میت کی انجام دہی کے دوران حدث اکبر۔ جس کی وجہ سے غسل واجب ہوتا ہے۔ صادر ہو جائے یا کہ حدث اصغر۔ جس کی وجہ سے وضو واجب ہوتا ہے۔ تو اس سے غسل مس میت باطل نہیں ہوتا، البتہ اس دوران اگر کسی اور میت کو مس کرلے تو اسے از سر نو غسل مس میت کرنا پڑے گا (عروہ ج اص ۲۶۳ م ۱۸)

وضاحت کے چند قابل توجہ نکات

سابقہ مسائل کے پیش نظر اور اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ہر اس حیوان کا مردہ نجس ہے جس کا خون جہندہ ہوتا ہے یعنی بوقت ذبح دھار مار کر نکلتا ہے۔ جن میں انسان بھی شامل ہے ۔مندرجہ ذیل مسائل عرض خدمت ہیں:

○ مسئلہ ۴۲۶: اگر کوئی شخص میت کے ٹھنڈا ہونے کے بعد اور اسے غسل دینے سے پہلے تر عضو بدن کے ساتھ اسے مس کرے تو اسے غسل مس میت کرنے کے علاوہ اس عضو کو بھی پاک کرنا پڑے گا جس سے میت کو مس کیا ہے۔

○ مسئلہ ۴۲۷: اگر کوئی شخص میت کو غسل دینے کے بعد یا اس کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کے بدن کو بغیر تری کے مس کرے نہ تو اس پر غسل واجب ہوگا اور نہ ہی مس کرنے والے عضو کو پاک کرنا ہوگا، البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس عضو کو دھو دینا چاہئے جو میت سے مس ہوا ہے۔

○ مسئلہ ۴۲۸: اگر کوئی شخص میت کے بدن کے ٹھنڈا ہو جانے کے بعد اور اسے غسل میت دیئے جانے سے پہلے بدن کی تری کے بغیر اسے مس کرے تو اس پر صرف غسل مس میت واجب ہوگا، جس عضو کے ذریعہ اسے مس کیا ہے اسے پاک کرنا ضروری نہیں ہوگا، اگر چہ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں احتیاط مستحب کی بنا پر اسے دھونا بہتر ہے۔

○ مسئلہ ۴۲۹: اگر کوئی شخص میت کے سرد ہونے سے پہلے بدن کی تری کے ساتھ اسے مس کرے تو اس پر غسل واجب نہیں ہوگا، صرف اس عضو کو دھوئے گا جو میت سے مس ہوا ہے

(عروہ جلد ۱ ص ۲۶۳ مسئلہ ۲۰)

فصل دہم (۱۰)

حنوط میت

روایات کی رہنمائی:

ا: فروع کافی میں ایک روایت کے ضمن میں درج ہے کہ: ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنے ساتھ کافور لے کر حضور اکرمؐ کے پاس نازل ہوئے جس کا وزن چالیس درہم کے برابر تھا تو حضور گرامیؐ نے اسے تین حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ اپنے لئے، ایک حضرت علیؑ کیلئے اور ایک حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کیلئے مقرر کیا (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۷۳۰ روایت ۱)

نوٹ: اس بارے میں مزید وضاحت مستحبات حنوط میں آئے گی۔

۲۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ: "جب تم اپنی میت کو حنوط کرنا چاہو تو کافور کو اٹھا کر اس کے مقامات سجدہ- پیشانی، دونوں ہتھیلیوں، دونوں گھٹنوں اور پاؤں کے دونوں انگوٹھوں- اور تمام جوڑوں، سر اور داڑھی کو ملو اور- جو بچ جائے اسے- اس کے سینے پر رکھ دو"۔ (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۷۴۷ روایت ۱)

احکام حنوط

○ مسئلہ ۴۳۰: میت کے سات اعضائے سجدہ- پیشانی، ہاتھوں کی ہتھیلیوں، گھٹنوں اور پاؤں کے انگوٹھوں- پر کافور ملنا واجب ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۸، عروہ جلد ۱ ص ۲۹۸، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۴۹ مسئلہ ۵۸۵)

○ مسئلہ ۴۳۱: مندرجہ بالا مقامات پر غسل دینے کے بعد - یا مجبوری کی صورت میں تیمم کے بعد - کافور ملا جائے، جبکہ اس سے پہلے مَل لینے سے حنوط صحیح نہیں ہوگا اور بہتر ہے میت کو کفن دینے سے پہلے حنوط کیا جائے ہر چند کہ اثنائے کفن یا بعداز کفن بھی جائز ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸ عروہ جلد اص ۲۹۸ رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۰ مسئلہ ۵۸۷)

کافور کے شرائط

○ مسئلہ ۴۳۲: کافور کو پاک و پاکیزہ ہونا چاہئے یعنی نجس نہ ہو۔

○ مسئلہ ۴۳۳: کافور کو مباح ہونا چاہئے یعنی غصبی نہ ہو۔

○ مسئلہ ۴۳۴: کافور کو تازہ ہونا چاہئے یعنی پرانا اور بچا کھچا نہ ہو۔

○ مسئلہ ۴۳۵: کافور کو رگڑا ہوا ہونا چاہئے۔ (بوقت استعمال)

○ مسئلہ ۴۳۶: مذکورہ بالا مسائل کی روشنی میں اگر کافور نجس، یا پرانا اور بچا کھچا ہو اور اس کی خوشبو ختم ہو چکی ہو یا بوقت استعمال اسے رگڑا نہ جائے تو کافی نہیں ہوگا اور میت کے بدن کو دوبارہ حنوط کرنا پڑے گا ہاں البتہ کافور غصبی ہو اگرچہ اس کے ساتھ حنوط کرنا حرام ہے لیکن اگر کسی نے نافرمانی کرتے ہوئے اس کے ساتھ حنوط کیا ہے تو ایسے حنوط کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ (عروہ جلد ۲ ص ۲۹۸، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۰ مسئلہ ۵۸۵)

○ مسئلہ ۴۳۷: حنوط کرنے میں قصد قربت شرط نہیں ہے، لہٰذا جائز ہے کہ اسے ممیز - حتیٰ کہ غیر ممیز - بچہ بھی اپنے ذمہ لے کر انجام دے سکتا ہے۔ (عروہ جلد اص ۲۹۸ مسئلہ ۲)

کافور کس قدر ہو؟

○ مسئلہ ۴۳۸: کافور کی مقدار اس قدر کافی ہے کہ اس پر کافور کا ملنا صادق آجائے اور

کہیں کہ ''میت کے ساتوں اعضاء سجدہ پر کافور لگا دیا گیا ہے'' کوئی خاص مقررہ مقدار ضروری نہیں ہے۔

حنوط کے مستحبات

○ مسئلہ ۴۳۹: مستحب ہے کہ جو کافور فقط میت کے اعضائے سجدہ پر ملا جائے۔ نہ کہ وہ جو غسل دینے کیلئے ہو۔ مندرجہ ذیل ترتیب کے مطابق زیادہ ہونا چاہئے۔ (الف): ایک درہم۔ ب: ایک مثقال شرعی۔ ج: چار درہم۔ د: چار مثقال شرعی۔ ہ: ۱۳،۱/۳ درہم مساوی سات مثقال صیرفی رائج در بازار اور یہ مقدار سب سے افضل اور اکمل ہے۔ (تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۶۹ مسئلہ ا عروہ جلد ا ص ۲۹۹ مسئلہ ۳) از مترجم: ایک مثقال شرعی ۳،۵۰ گرام تقریبا اور ایک مثقال صیرفی = ۵ گرام تقریبا اور لغت حییم میں ایک مثقال تقریباً ۵ گرام کے برابر ہے۔

○ مسئلہ ۴۴۰: مستحب ہے بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ ناک کے سرے پر کچھ کافور لگایا جائے، بلکہ رجاء مطلوبیت کی نیت سے یعنی اس امید پر کہ مقبول بارگاہ الٰہی قرار پائے گا، بغلوں کے نیچے، گلے کے نیچے، دونوں رخساروں کے نیچے اندر کی دھنسی ہوئی جگہ پر، تمام جوڑوں پر پاؤں کے اوپر، ہاتھوں کی پشت پر۔ ہتھیلیوں کے علاوہ کہ ان پر ملنا واجب ہے۔ بلکہ جسم کے ہر اس جگہ پر کافور ملا جائے جہاں سے بدبو آتی ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸، ۶۹، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۹ مسئلہ ۵۸۵ عروہ جلد ا ص ۲۹۸)

○ مسئلہ ۴۴۱: احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ کافور کو ہاتھوں بلکہ ہتھیلیوں کے ساتھ پیسا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۸)

○ مسئلہ ۴۴۲: اگر کافور بچ جائے تو مستحب ہے کہ اسے میت کے سینے پر ڈال دیا جائے

۔(ایضاً ص ۲۹۹، مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۴۴۳: مستحب ہے کہ کافور کے ساتھ سید الشہداء علیہ السلام کی کچھ تربت (خاک شفاء) ملالی جائے، البتہ ایسی صورت میں کافور کو وہاں پر نہیں ملا جائے گا جو خاک شفا کے احترام کے منافی ہو، جیسے پاؤں کے انگوٹھے وغیرہ لہذا وہاں پر ایسے کافور سے حنوط کیا جائے جو خاک شفاء سے مخلوط نہ ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۹ مسئلہ ۲، عروہ جلد ۱ ص ۲۹۹ مسئلہ ۹، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۱ مسئلہ ۵۹۱)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں یہ بھی ہے کہ: "خاک شفا کی مقدار اس قدر زیادہ نہ ہو جو کافور پر غالب آجائے اور اسے کافور نہ کہا جائے"۔

○ مسئلہ ۴۴۴: مستحب ہے کہ سب سے پہلے پیشانی پر کافور ملا جائے پھر دوسرے مقامات پر، البتہ دوسرے مقامات ایک دوسرے پر مقدم نہیں ہیں۔ (رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۰ مسئلہ ۵۸۶، عروہ جلد ۱ ص ۲۹۹ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۴۴۵: کافور کا ہاتھوں سے -نا کہ ہاون دستے یا بقول لقمان صاحب "دلنگری" - پیسنا ثابت نہیں ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۹ مسئلہ ۷)

حنوط کے مکروہات

○ مسئلہ ۴۴۶: میت کی آنکھوں، ناک اور کانوں کے اندر کافور داخل کرنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۹ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۴۴۷: میت کے بدن کو مشک، عنبر، کستوری، عود اور دیگر عطریات وغیرہ سے خوشبو لگانا یا انہیں کافور سے مخلوط کر کے لگانا مکروہ ہے، بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر ایسا نہیں کرنا

چاہئے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۹ مسئلہ ۴ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۱ مسئلہ ۵۹۰)

حنوط کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۴۴۸: اگر کافور کی مقدار کم ہو اور سات اعضاء کیلئے کافی نہ ہو اور صرف پیشانی کیلئے کافی ہو یا کسی ایک دوسری جگہ کیلئے ہی پوری ہو اور اس سے زیادہ نہ مل سکتا ہو تو احتیاط واجب یہی ہے کہ پیشانی کو دوسرے تمام اعضاء پر مقدم کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۹ ص ۳۰۰ مسئلہ ۱۲ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۱ مسئلہ ۵۹۲)

○ مسئلہ ۴۴۹: اگر کافور نہ مل سکے۔ حتیٰ کہ برائے نام بھی۔ تو حنوط ساقط ہو جائے گا اور دوسری کوئی خوشبو حتیٰ کہ ضرورت کے تحت بھی اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتی، لہٰذا میت کو حنوط کئے بغیر دفن کر دیا جائے گا۔ ہاں البتہ میت کو "ذریرہ" کے ساتھ معطر کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا مقصد یہ نہیں کہ وہ کافور کے قائم مقام ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۹ عروہ جلد ا ص ۲۹۹ مسئلہ ۴)

نوٹ: "ذریرہ" کے معنی فصل ۱۱ میں دیکھیں۔

○.....☆.....☆.....○.....☆.....☆.....○.....☆

فصل یازدہم (۱۱)

کفن یا لباس شرافت

روایات معصومینؑ کی رہنمائی

۱: ایک روایت میں ہے کہ جناب امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: میت کو کفن دینے کی وجہ یہ ہے کہ میت پاکیزہ بدن کے ساتھ اپنے رب کے حضور حاضری دے نیز اسکی شرمگاہ ان لوگوں کے لیے ظاہر نہ ہو جو اسے اُٹھاتے ہیں، اس کی تشییع کرتے ہیں اور اسے دفن کرتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہ لوگ اس کی بری کیفیت اور نا قابل دید منظر کو نہ دیکھیں۔ یا یہ منظر ان کے لیے ظاہر نہ ہوتا کہ اس طرح سے وہ اس قسم کے تباہ کن منظر کو دیکھ کر جو مردوں کو درپیش ہوتا ہے۔ سخت دل نہ ہو جائیں۔ اسی طرح زندہ لوگوں کی روح اس ہیئت کو دیکھ کر آرزدہ نہ ہو اور دوست اسے دیکھ کر پریشان نہ ہوں تا کہ مبادا اس کی یاد اور محبت کو دل سے بھلا دیں نتیجۃً جن امور کی مرنے والے نے اپنے پسماندگان کے بارے میں اور دوسری باتوں کے سلسلے میں وصیت کی ہے اور چاہتا ہے کہ اس پر عمل درآمد ہو، اس کے حال کی رعایت نہ کریں (وسائل الشیعہ جلد ۲ ص ۷۲۵ روایت ۱)

۲: ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تَنَوَّقُوا فِی الاکفَانِ فَاِنَّکُم تُبعَثُونَ فِیھَا ،، اپنے لیے اچھا...... بیش قیمت ...... کفن تیار کرو کیونکہ...... قیامت کے دن تم اس میں اپنی قبروں میں اٹھائے جاؤ گے۔ (ایضاً ص ۷۴۹ روایت ۴)

۳: اسی طرح کی ایک اور روایت ہے امام فرماتے ہیں: اَجِیدُوا اَکفَانَ مَوتَاکُم فَاِنَّهَا زِینَتُهُم ،، اپنے مردوں کیلئے عمدہ کفن کا انتخاب کرو، کیونکہ یہ ان کی زینت ہے۔ (ایضا روایت ۳)

۴: ایک اور روایت میں ارشاد ہوتا ہے،، فَاِنَّ المَوتٰی یَتَبَاهَونَ بِاَکفَانِهِم ،، یعنی چونکہ مردے اپنے کفنوں پر فخر ومباہات کرتے ہیں (ایضا روایت ۱)

کفن دینے کے احکام

○ مسئلہ ۴۵۰: وجوب کفائی کی بناء پر میت کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت، مخنث ہو یا بچہ تین کپڑوں میں کفن دیا جانا چاہیے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵، عروہ ص ۲۸۸ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۳ مسئلہ ۵۷۰)

○ مسئلہ ۴۵۱: جن تین کپڑوں میں میت کو کفن دیا جانا چاہیے وہ یہ ہیں۔

۱: ''لنگوٹ'' اس کے لیے واجب ہے کہ اتنا ہو جو میت کی ناف سے لے کر اس کے زانوں تک۔ بدن کے تمام اطراف کو۔ چھپادے اور بہتر یہ ہے کہ سینے سے لے کر پاؤں تک کے حصے کو چھپائے۔

۲: ''کفنی'' اس کے لئے احتیاط واجب یہ ہے کہ میت کے کندھوں سے لے کر۔ کم از کم۔ نصف پنڈلی تک کی تمام اطراف کو چھپائے آگے اور پیچھے دونوں طرف سے۔

۳: ''چادر پوٹ'' یعنی بڑی چادر۔ اس کے لئے واجب ہے کہ میت کے تمام اطراف بدن کو چھپائے بلکہ واجب ہے کہ اس کی لمبائی میت کے جسم سے زیادہ ہو اور چوڑائی اس قدر ہو کہ اس کا ایک طرف کا حصہ اس کی دوسری طرف کے حصے تک جا پہنچے اور انہیں ایک دوسرے پر

رکھ کر میت کو اس میں اس طرح لپیٹ دیں کہ میت کا تمام بدن اس میں چھپ جائے۔ (تحریر جلد اول ص ۶۵ عروہ جلد اول ص ۲۸۸ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۳ مسئلہ ۵۷۱، ۵۷۲)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل کی عبارت یوں ہے: چادر پوٹ کی لمبائی اس قدر ہو کہ اس کے دونوں سروں کو باندھنا ممکن ہو اور چوڑائی اس قدر ہو کہ اس کا ایک طرف کا حصہ دوسری طرف کے حصے پر پوری طرح آجائے۔

○ مسئلہ ۴۵۲: اگر تینوں کپڑے مہیا ہونے ممکن نہ ہوں تو جتنا ہو سکیں ان پر اکتفا کی جائے، اگر صرف ایک کپڑا مہیا ہو سکتا ہو تو اختیار حاصل ہے اسے جو صورت دی جائے، لیکن بہتر ہے جو بدن کو زیادہ چھپائے وہی حصہ قرار دیا جائے۔ یعنی بالترتیب چادر پوٹ۔ اگر نہ بن سکے تو کفنی ورنہ لنگوٹ بنا کر پہنایا جائے گا (تحریر جلد اول ص ۶۵ عروہ جلد اول ۲۸۸)

○ مسئلہ ۴۵۳: اگر صرف اس مقدار کا کپڑا ملنا ممکن ہو جس سے صرف میت کی شرمگاہ ہی کو چھپایا جا سکتا ہو تو صرف اسی مقدار کا کفن متعین اور واجب ہوگا۔

○ مسئلہ ۴۵۴: اگر کپڑا صرف اس قدر ہی ممکن ہو سکے جس سے صرف میت کی شرمگاہ کا اگلا یا پچھلا حصہ چھپایا جا سکتا ہو تو پھر اگلے حصے کو چھپانا مقدم ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۵، ۶۶، عروہ جلد ا ص ۲۸۹)

کفن کے شرائط

○ مسئلہ ۴۵۵: کفن کو کسی حالت میں بھی غصبی نہیں ہونا چاہئے خواہ مجبوری کی حالت ہی کیوں نہ ہو، بلکہ اگر میت کو غصبی کفن اور مال سے کفنایا گیا ہو تو واجب ہے کہ اسے اس کے بدن سے اتار لیا جائے خواہ وہ دفن بھی ہو چکی ہو۔

نوٹ: مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، "نبش قبر" کے بارے گفتگو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ مسئلہ ۱، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۴۵۶: مردار جانور کی کھال اور چمڑے کا کفن نہیں ہونا چاہئے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹)

نوٹ: بنیادی طور پر یہ اور اس سے پہلے والا مسئلہ رسالہ توضیح المسائل (جلد ۱ ص ۳۴۷ مسئلہ ۵۷۹، ۵۸۰) میں یوں آیا ہے مسئلہ ۵۷۹: غصبی چیز میں کفن دینا جائز نہیں، خواہ کوئی اور چیز نہ بھی مل سکے اور اگر میت کو غصبی کفن دے دیا گیا ہو اور اس کا مالک راضی نہ ہو تو اس کے بدن سے اتار لیا جائے اگر چہ اسے دفن بھی کر چکے ہوں، اسی طرح اسے مردار کی جلد میں بھی کفن دینا جائز نہیں۔ مسئلہ ۵۸۰: میت کو نجس چیز یا خالص ریشمی کپڑے کا کفن دینا جائز نہیں ہے ہاں البتہ مجبوری اور لاچاری کی صورت میں کوئی حرج نہیں ہے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ اسے سونے کی تاروں سے بنا ہوا کفن بھی نہ دیا جائے البتہ مجبوری کی حالت میں جائز ہے۔

○ مسئلہ ۴۵۷: میت کو نجس چیز کے ساتھ کفن دینا جائز نہیں اور نہ ہی کفن نجس ہونا چاہئے، حتیٰ کہ اتنا مقدار بھی نجس نہ ہو جتنا مقدار نماز میں نجاست معاف ہوتی ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ مسئلہ ۱، عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۴۵۸: میت کو خالص ریشمی لباس میں کفن دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کفن خالص ریشم کا ہو، اگر چہ میت بچہ ہو یا عورت لیکن ناخالص ریشم سے اسے کفن دینا جائز ہے، بشرطیکہ جو چیز ریشم کے ساتھ مخلوط ہو احتیاط واجب کی بنا پر خود ہی زیادہ ریشمی نہ ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ مسئلہ ۱ عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ م ۴، ص ۲۹۰ م ۶)

○ مسئلہ ۴۵۹: احتیاط واجب کی بنا پر کفن ایسے کپڑے کا نہ ہو جو طلا بافت اور سونے

چاندی کی تاروں سے بنا ہوا ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۸۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۴۶۰: میت کا کفن حرام گوشت جانور کے بالوں، پشم، اون اور اجزاء وغیرہ سے نہ ہو خواہ انہیں شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو اور مردار بھی نہ ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۶۶ مسئلہ ا، عروہ جلد ا ص ۲۸۹ مسئلہ ۴)

نوٹ: توضیح المسائل جلد اول ص ۳۴۸ مسئلہ ۵۸۱ میں یوں مرقوم ہے: ''ایسے کپڑے سے کفن دینا جو حرام گوشت جانور کی پشم یا اون وغیرہ سے تیار کیا گیا ہو اختیاری حالت میں جائز نہیں ہے لیکن اگر حلال گوشت جانور کے چمڑے کو ایسے انداز میں تیار کریں کہ اسے ''کپڑا'' کہا جائے تو اس میں میت کو کفن دیا جا سکتا ہے، اسی طرح اگر حلال گوشت جانور کی پشم یا اون وغیرہ سے تیار شدہ کپڑے میں کفن دیا جائے تو بھی کوئی اشکال نہیں اگرچہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ ان دونوں صورتوں میں میت کو کفن نہ دیا جائے''۔

○ مسئلہ ۴۶۱: اگر حلال گوشت جانور کے چمڑے سے ایسے انداز میں کفن تیار کیا جائے کہ اسے ''کپڑا'' کہا جائے تو اس میں کفن دینے میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اسے کپڑا نہ کہا جا سکے تو جائز نہیں ہوگا اور اختیاری حالت میں اس سے میت کو کفن نہیں دیا جا سکتا اور اگر حلال گوشت جانور کی پشم یا اون وغیرہ سے کفن تیار کیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس سے نہیں ہونا چاہئے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۶ مسئلہ ۱، ۲۔ عروہ جلد ا ص ۲۸۹ مسئلہ ۴)

وضاحت اور تحقیق

○ مسئلہ ۴۶۲: مذکورہ بالا جن صورتوں میں بتایا گیا ہے کہ کفن جائز نہیں ہے۔ سوائے پہلی صورت کے کہ اگر کفن غصبی ہو تو مجبوری کی حالت میں بھی جائز نہیں۔ اختیاری حالت کے ساتھ خاص ہے، لیکن مجبوری کی حالت میں کفن دیا جا سکتا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۶ مسئلہ ۱، ۲۔ عروہ جلد ا ص ۲۸۹ مسئلہ ۳، ۴)

○ مسئلہ ۴۶۳: اگر اتفاق سے مجبوری کی حالت میں مندرجہ ذیل چیزوں کے درمیان میں سے کسی ایک کو انتخاب کرنا پڑے تو مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ انتخاب کریں گے۔ (الف: نجس کفن، ب: خالص ریشم کا کفن (احتیاط واجب کی بنا پر) ج: حلال گوشت جانور کی کھال سے تیار شدہ کفن لیکن اس کو کپڑا نہیں کہا جاتا، د: حرام گوشت حیوان کے چمڑے کے سوا باقی چیزیں مثلاً اون، پشم اور بال وغیرہ اور اس کو شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو، ہ: حرام گوشت جانور کا چمڑا۔ و: اور باقی سب چیزیں برابر ہیں کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۶ مسئلہ ۲ عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۴۶۴: احتیاط واجب کی بنا پر کفن کے تینوں حصوں کو اس قدر ضخیم ہونا چاہئے کہ وہ بذات خود ہی بدن کو چھپالیں اور بدن ان سے ظاہر نہ ہو، اگر ظاہر ہوگا تو پھر کافی نہیں ہوں گے اگر چہ تینوں حصے مل کر بدن کو چھپائیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۴۷ مسئلہ ۵۷۸)

○ مسئلہ ۴۶۵: اگر ایسے کفن کو نشاستہ جیسی چیزیں مل دی جائیں جن سے وہ "ساتر" (بدن کو چھپانے والا) بن جائے اور جسم اس کے اندر سے ظاہر نہ ہو تو کافی ہے اگر چہ بنا بر احتیاط مستحب بہتر یہ ہے کہ ایسی صورت پر اکتفا نہ کیا جائے اور ایسی چیز سے کفن دیا جائے جو بذات خود ساتر ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۸۹ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۴۶۶: اگر کفن نجس ہو جائے۔ خواہ باہر کی نجاست سے یا خواہ خود میت کی اپنی نجاست سے نجس ہو جائے خواہ قبر میں اتارنے سے پہلے ہو جائے یا اس کے بعد۔ تو مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جاسکتا ہے:

۱۔ کفن کو دھو کر پاک کر لیا جائے۔

٢۔ کفن کو کاٹ دیا جائے ۔ بشرطیکہ کفن کی واجب مقدار متاثر نہ ہو البتہ بہتر ہے کہ قبر میں اتارنے کے بعد دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے ۔ (تحریر جلد اص ٦٦ مسئلہ ١٣، عروہ جلد اص ٢٩٠ مسئلہ ٧، رسالہ توضیح جلد اص ٣٤٩ مسئلہ ٥٨٢)

نوٹ: اس مسئلے اور آنے والے مسائل کی بجائے رسالہ توضیح المسائل جلد اص ٣٤٩ مسئلہ ٥٨٢ میں صرف اس قدر بیان ہوا ہے: ''اگر میت کا کفن خود اس کی اپنی نجاست سے نجس ہو جائے یا کسی دوسری نجاست سے، اگر کفن کے ضائع ہونے کا خدشہ نہ ہو تو نجس مقدار کو دھو کر پاک کر لیا جائے یا کاٹ لیا جائے لیکن اگر اسے قبر میں اتارا جا چکا ہو تو بہتر ہے کہ کفن کی نجس مقدار کو کاٹ لیا جائے بلکہ اگر میت کا باہر نکالنا اس کی توہین کا سبب ہو تو کفن کو کاٹنا واجب ہو جائے گا اور اگر کاٹنا یا دھونا ناممکن اور تبدیل کرنا ممکن ہو تو اسے تبدیل کیا جائے''۔

○ مسئلہ ٤٦٧: اگر کفن کا پاک کرنا ناممکن ہو۔ خواہ میت کو قبر سے باہر نکالنے پر موقوف ہو اور اس کا باہر نکالنا اس کی توہین کا موجب ہو اور اس سے اس کی ہتک حرمت ہوتی ہو۔ تو واجب ہے کہ دوسری راہ کا انتخاب کیا جائے یعنی کفن کی نجس مقدار کو کاٹ لیا جائے۔

○ مسئلہ ٤٦٨: اگر کفن کا کاٹنا ممکن نہ ہو۔ یعنی کاٹنے سے اس کی ''ساتر'' (پردہ پوشی کرنے کی) ہونے کی صفت ختم ہو جاتی ہو۔ تو اسے دھو کر پاک کرنا چاہیے۔

○ مسئلہ ٤٦٩: اگر مذکورہ دونوں طریقوں۔ دھونے یا کاٹنے۔ میں سے کوئی بھی ممکن نہ ہو لیکن اگر اس بات کا امکان ہو اور ساتھ ہی میت کی توہین بھی نہ ہوتی ہو تو واجب ہے کہ کفن تبدیل کر دیا جائے اور میت کو دوسرا کفن پہنایا جائے لیکن اگر یہ ناممکن ہو اور میت کی ہتک حرمت ہوتی ہو تو کفن کو تبدیل کرنا جائز نہیں ہوگا اور میت کو اسی صورت میں دفن کر دیا جائیگا۔ (تحریر جلد ا ص ٦٦ مسئلہ ٣، عروہ جلد اص ٢٩٠ مسئلہ ٧)

کفن کے آداب-اور-مستحبات

○ مسئلہ ۴۷۰: مستحب ہے کہ انسان، دوسرے آدمی کو فی سبیل اللہ کفن پہنائے خواہ وہ دولتمند ہی کیوں نہ ہو کیونکہ حدیث میں ہے: ''مَنْ کَفَّنَ مُؤْمِناً کَمَنْ ضَمِنَ کِسْوَتَهُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ'' جو کسی مومن کو کفن پہنائے وہ اس شخص کی مانند ہوگا جو قیامت تک کسی کو لباس پہنانا اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ (عروۃ جلد ۱ ص ۳۳۴ مسئلہ ۱۷)

○ مسئلہ ۴۷۱: آئندہ مسائل کو بیان کرنے سے پہلے یہ بات بتانا ضروری ہے کہ ان میں سے بعض موارد کا شرعی استحباب ثابت نہیں، لہٰذا انہیں رجائے مطلوبیت کی نیت سے بجالایا جائے یعنی اس امید کے ساتھ انجام دے رہا ہوں کہ ہوسکتا ہے کہ خداوند عالم کو منظور ہو۔

نوٹ: امام خمینیؒ نے اسی چیز کو عروہ کے حاشیہ میں ذکر کیا ہے، لہٰذا مذکورہ باتوں کا تحریر الوسیلہ سے تعلق نہیں ہے۔

مستحب کفن

○ مسئلہ ۴۷۲: بہتر ہے کہ مرد کیلئے خصوصی طور پر ایک عمامے کا اضافہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۴۷۳: عمامے کے طول وعرض کے اندازے کیلئے اتنا کافی ہے کہ اسے عمامہ کہا جاسکے لیکن بہتر ہے کہ اس کی لمبائی اس قدر ہو کہ اسے سر کے گرد لپیٹا جاسکے اور اس کے دونوں سروں کو ٹھوڑی کے نیچے سے دائیں طرف کے حصے کو سینے کے بائیں طرف اور بائیں طرف کے حصے کو سینے کے دائیں طرف ڈالا جاسکے۔

○ مسئلہ ۴۷۴: بہتر ہے کہ عورت کیلئے خصوصی طور پر عمامہ کی بجائے ''مقنعہ'' کا اضافہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۴۷۵: مقنعہ کے اندازہ کے لئے اتنا کافی ہے کہ اسے ''مقنعہ'' کہا جائے۔

○ مسئلہ ۴۷۶: بہتر ہے کہ عورت کے لئے خصوصی طور پر ''سینہ بند'' کا اضافہ کیا جائے اور وہ اس قدر ہو کہ اسے سینے پر لپیٹ کر پشت کی طرف گرہ لگادی جائے۔

○ مسئلہ ۴۷۷: مستحب ہے کہ ایک کپڑا مرد اور عورت کے لئے ''کمر بند'' کی حیثیت سے اضافہ کیا جائے۔

نوٹ: یہ مسئلے ۴۷۵ تا ۴۷۷ تحریر الوسیلہ میں نہیں ہیں۔

○ مسئلہ ۴۷۸: مستحب ہے کہ ایک کپڑا مرد اور عورت کی دونوں رانوں کے لپیٹنے کے لئے ''ران پیچ'' کی حیثیت سے اضافہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۴۷۹: بہتر ہے کہ ران پیچ کی لمبائی ساڑھے تین ہاتھ اور چوڑائی ایک تا ڈیڑھ بالشت یا اس سے زیادہ ہو۔

نوٹ: ہاتھ سے مراد کہنی سے لے کر درمیانی انگلی کے سرے تک کی لمبائی ہے۔

○ مسئلہ ۴۸۰: ران پیچ باندھنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے کمر بند کی جگہ باندھا جاتا ہے پھر زور سے دونوں رانوں کو گھٹنوں تک اس سے لپیٹا جاتا ہے اس طرح کہ رانوں کا کوئی بھی حصہ ظاہر نہ ہونے پائے پھر اس کا سرا دونوں پاؤں کے نیچے سے دائیں طرف سے باہر نکالیں اور جہاں پر لپیٹنا مکمل ہو جائے وہیں پر اسے اندر کر دیا جائے۔

○ مسئلہ ۴۸۱: مستحب ہے کہ زن و مرد۔ دونوں صنفوں۔ کیلئے ایک اور بڑی چادر کا اضافہ کیا جائے، جو واجب چادر پوٹ کے اوپر ہو۔

○ مسئلہ ۴۸۲: بہتر ہے کہ کفن کے کپڑے کی جنس ''برد یمانی'' ہو۔ یعنی یمن میں تیار ہونے والا کفن ہو۔

○ مسئلہ ۴۸۳: مستحب ہے کہ خصوصی طور پر عورت کیلئے ایک اور بڑی تیسری چادر بھی ہو جسے میت پر لپیٹا جائے۔

○ مسئلہ ۴۸۴: مستحب ہے کہ میت کو ران پیچ باندھنے سے پہلے اس کی دونوں رانوں کے درمیان روئی یا اس طرح کی کوئی اور چیز رکھی جائے جو اس کی دونوں شرمگاہوں کو چھپا دے، البتہ یہ حنوط کافور یا ذریرہ۔جس کا معنی آگے چل کر بیان ہوگا۔رکھنے کے بعد ہوگا اور اگر میت کی پشت سے کسی چیز کے باہر آنے کا اندیشہ بھی ہو تو اس کی جگہ کو بھی روئی سے بھر دیا جائے۔

اسی طرح اگر میت کے ناک سے خون باہر آنے کا خدشہ ہو تو بھی اسے روئی سے بند کر دیا جائے نیز اگر عورت کی شرمگاہ سے خون نفاس یا کسی اور خون کے باہر آنے کا خطرہ ہو، بلکہ بطور کلی ہر اس موقع پر یہی اقدام کیا جائے جہاں پر اس طرح کا خطرہ درپیش ہو۔(تحریر جلد اص ۶۷،۶۸۔عروہ جلد اص ۲۹۳،۲۹۴)

○ مسئلہ ۴۸۵: مستحب ہے کہ جب میت کو کفن دیا جائے تو اسے ایسی حالت میں لٹایا جائے جیسے احتضار یعنی جان کنی کے موقع پر لٹایا جاتا ہے یا جیسے اسے نماز جنازہ کے موقع پر لٹایا جاتا ہے یعنی ہر حالت میں اسے روبقبلہ ہی لٹایا جائے گا۔(عروہ جلد اص ۲۹۷ مسئلہ ۱۳)

○ مسئلہ ۴۸۶: مستحب ہے کہ میت کیلئے اچھے اور قیمتی کفن کا انتخاب کیا جائے، کیونکہ روایات میں ہے کہ ''قیامت کے دن مردے اپنے کفنوں پر فخر و مباہات کریں گے اور انہی کفنوں میں محشور ہوں گے'' نیز حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام کو جو کفن دیا گیا تھا وہ بہت قیمتی تھا اور اس پر پورا قرآن تحریر تھا۔(تحریر جلد اص ۶۸، عروہ جلد اص ۲۹۴ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۴۸۷: مستحب ہے کہ کفن کا کپڑا سوتی ہو۔(تحریر جلد اص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۴ مسئلہ الثانی)

○ مسئلہ ۴۸۸: مستحب ہے کہ کفن کا کپڑا سفید رنگ کا ہو سوائے "حبرہ" کے۔ جو ایک معروف یمنی چادر ہوتی ہے یا مطلقاً یمنی چادر۔ کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ حضور سرور کائنات کو سرخ حبرہ میں کفن دیا گیا تھا بلکہ مستحب ہے کہ کفن بُرد یعنی سرخ چادر یمانی میں دیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۴ مسئلہ ۳)

نوٹ: سرخ رنگ کا تعلق یمنی کپڑوں سے ہے اگر یمنی کپڑے ہوں تو سرخ رنگ میں ہوں گے، ورنہ سفید رنگ کا کفن متعین ہوگا۔

نوٹ: "حِبَرہ" سے مراد بردیمانی ہے۔

○ مسئلہ ۴۸۹: مستحب ہے کہ کفن خالص اور پاک مال سے ہو شبہہ والے مال سے نہیں ۔یعنی جس مال کے بارے میں شک ہو کہ خالص یا پاک ہے یا نہیں؟ تو اس سے کفن نہ دیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸ عروہ جلد ا ص ۲۹۴ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۴۹۰: مستحب ہے کہ کفن اس کپڑے میں دیا جائے جس میں انسان نے۔ حج یا عمرے کا ۔احرام باندھا تھا یا جس میں وہ نماز "پڑھتا تھا"۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸ عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۵)

نوٹ: یہ تحریر الوسیلہ کی عبارت ہے جبکہ العروۃ الوثقیٰ کی عبارت میں ہے "جس میں اس نے نماز پڑھی ہو" گویا تحریر کی عبارت سے استمرار سمجھا جاتا ہے جبکہ عروہ کی عبارت اس طرح نہیں ہے۔

○ مسئلہ ۴۹۱: مستحب ہے کہ کفن کے تمام ٹکڑوں پر قدرے "کافور" اور "ذریرہ" چھڑکا جائے۔ "ذریرہ" کے بارے میں جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ ایک قسم کا دانہ ہوتا ہے جو گندم کے دانے سے ملتا جلتا ہے، جب اسے کوٹا یا رگڑا جاتا ہے تو اس سے نہایت ہی بھینی بھینی خوشبو پیدا ہوتی ہے

اور آج کل بعض علاقوں میں اسے ''قمیہ'' کہا جاتا ہے شاید ماضی میں اسے ''ذریرہ'' کہا جاتا ہو۔
(تحریر جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۴۹۲: مستحب ہے کہ کفن فرات یا زم زم کے پانی سے دھویا جائے، پھر اسے خاک شفا کے ساتھ متبرک بنایا جائے اور اسے سید الشہدا اور دیگر معصومین علیہم السلام کی قبور اور ضریحوں سے مس کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۴۹۳: مستحب ہے کہ چادر پوٹ کے دائیں حصے کو میت کے بدن کے بائیں حصے پر اور اس کے بائیں حصے کو میت کے دائیں طرف ڈالا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۴۹۴: اگر کفن کو سینے کی ضرورت پیش آجائے تو مستحب ہے کہ کفن کے اپنے دھاگے ہی سے سیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۴۹۵: جو شخص میت کو کفن پہنا رہا ہے اس کیلئے مستحب ہے کہ باطہارت ہو۔
(تحریر جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۵ التاسع)

○ مسئلہ ۴۹۶: جس شخص نے میت کو غسل دیا ہے اگر چاہتا ہے کہ اسے کفن بھی پہنائے تو مستحب ہے کہ کفن دینے سے پہلے تین بار اپنے ہاتھوں کو کہنیوں بلکہ کندھوں تک اور پاؤں کو گھٹنوں تک دھوئے اور بہتر ہے کہ اپنے بدن کا جو حصہ نجس ہو چکا ہے اسے بھی پاک کرلے
(عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۴۹۷: اسی طرح اگر غسل دینے والا میت کو کفن بھی پہنانا چاہتا ہے تو مستحب ہے کہ کفن پہنانے سے پہلے غسل مس میت بجالائے اور ساتھ وضو بھی کرے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۴۹۷: مستحب ہے کہ کفن کے تمام پارچوں کے حاشیہ پر خواہ وہ واجب ہیں یا مستحب، حتیٰ کہ عمامہ تک کے حاشیہ پر یہ لکھا جائے: ''اِنَّ فلان بن فلان - یہاں پر میت اور اس کے والد کا نام لکھا جائے - یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَاَنَّ عَلِیًّا وَّالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَعَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ وَمُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ وَّجَعْفَرَبْنَ مُحَمَّدٍ وَّمُوْسَی بْنَ جَعْفَرٍ وَّعَلِیَّ بْنَ مُوْسَی وَ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِیٍّ وَعَلِیَّ بْنَ مُحَمَّدٍ وَّالْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَالْحُجَّةَ الْمَهْدِیَّ (علیہم السلام) اَئِمَّتُهٗ وَسَادَتُهٗ وَقَادَتُهٗ وَاَنَّ الْبَعْثَ وَالثَّوَابَ وَالعِقَابَ حَقٌّ''یعنی یقین کے ساتھ فلاں بن فلاں گواہی دیتا ہے کہ خداوند برحق کے سوا کوئی معبود نہیں، جو وحدہٗ لاشریک ہے اور یقیناً حضرت محمد مصطفیٰ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں اور اس میں شک نہیں ہے کہ حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین، علی زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور حجت مہدی علیہم السلام امام ہیں، پیشوا ہیں اور رہبر ہیں، بے شک دوبارہ اٹھایا جانا حق ہے اور ثواب وعذاب حق ہے۔

نوٹ: (تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۶۸) البتہ اسی کتاب میں ائمہ علیہم السلام کا نام ذکر نہیں کیا گیا بلکہ امام حسین علیہ السلام کے نام کے بعد ہے کہ ''تمام ائمہ کا آخر تک نام لکھا جائے''۔

یا یہ لکھے کہ: ''فلان بن فلان - میت اور اس کے باپ کا نام لکھے - یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه و آله وَاَنَّ عَلِیًّا وَّالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَعَلِیًّا وَ مُحَمَّدًا وَجَعْفَرًا وَّ مُوْسٰی وَعَلِیًّا وَّمُحَمَّدًا وَّعَلِیًّا وَالْحَسَنَ وَالْحُجَّةَ الْقَائِمَ اَوْلِیَآءُ اللّٰهِ وَاَوْصِیَآءُ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَئِمَّتِی وَاَنَّ الْبَعْثَ وَالثَّوَابَ وَالْعِقَابَ حَقٌّ'' ترجمہ: فلاں بن فلاں گواہی دیتا ہے کہ خداوند وحدہ

لاشریک ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، حضرت علی، حسن، حسین، علی، محمد، جعفر، موسیٰ، علی، محمد، علی، حسن اور حجت قائم علیہم السلام جو اللہ کے ولی ہیں اور رسول خدا کے وصی ہیں، میرے امام ہیں، دوبارہ اٹھایا جانا اور ثواب وعذاب حق ہے۔ (العروۃ الوثقیٰ جلد ا ص ۲۹۵)

○ مسئلہ ۴۹۹: مستحب ہے کہ کفن پر تمام قرآن لکھا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۵ م ۱۱)

○ مسئلہ ۵۰۰: مستحب ہے کہ کفن پر دعائے جوشن کبیر لکھی جائے۔ (تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۶۸، عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۵۰۱: مستحب ہے کہ دعائے جوشن کبیر کو کافور یا مشک سے کسی برتن پر لکھ کر پھر اسے دھو کر کفن پر چھڑکا جائے کیونکہ روایت میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ''میرے والد بزرگوار نے مجھے خاص تاکید کی ہے کہ میں اس دعا کو حفظ کروں اور کفن پر تحریر کروں اور اپنے اہل بیت کو بھی یہی تعلیم دوں''۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۵۰۲: مستحب ہے کہ دعائے جوشن صغیر کو بھی کفن پر تحریر کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۵ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۵۰۳: ان دو اشعار کا بھی کفن پر لکھنا مستحب ہے جو امیر المومنین علیہ السلام نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کفن پر تحریر کئے تھے:

وَفَدْتُ عَلَى الْكَرِيْمِ بِغَيْرِ زَادٍ   مِنَ الْحَسَنَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِيْمِ
وَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ كُلِّ شَيْئٍ   اِذَا كَانَ الْوَ فُوْدُ عَلَى الْكَرِيْمِ

ترجمہ: اپنے ساتھ حسنات ونیکیوں اور سالم قلب کا توشہ لئے بغیر اپنے کریم یعنی بزرگ

وبرتر- خداوند- کے حضور جا پہنچا ہوں۔

کیونکہ جب کوئی کسی بزرگ ہستی کے پاس مہمان بن کر جاتا ہے اس کے لئے سب سے بری بات یہی ہوتی ہے کہ اپنے ہمراز ادو توشہ لے جائے۔

○ مسئلہ ۵۰۴: مناسب ہے کہ ''**سلسلة الذهب**'' کی مشہور ومعروف سند کو اس طرح کفن پر لکھا جائے: ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُوسَى الْمُتَوَكِّلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ يُوسُفَ بْنِ عَقِيلٍ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ رَاهَوَيْهِ قَالَ: لَمَّا وَافَى اَبُوالْحَسَنِ الرِّضَا عليه السلام نَيْسَابُورَ وَاَرَادَ اَنْ يَّرْتَحِلَ اِلَى الْمَامُونِ، اِجْتَمَعَ عَلَيْهِ اَصْحَابُ الْحَدِيثِ فَقَالُوْا: ''يَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ! تَدْخُلُ عَلَيْنَا وَلَاتُحَدِّثُنَا فَنَسْتَفِيدَهُ مِنْكَ؟'' وَقَدْكَانَ قَعَدَ فِي الْعَمَّارِيَّةِ، فَاَطْلَعَ رَاْسَهُ فَقَالَ ''سَمِعْتُ اَبِي مُوْسَى بْنَ جَعْفَرٍ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبِي جَعْفَرَبْنِ مُحَمَّدٍ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبِي مُحَمَّدَبْنِ عَلِيٍ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبِي عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ ابى الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ اَبِي اَمِيرَالْمُؤْمِنِينَ عَلِيَّ بْنَ اَبِي طَالِبٍ عليه السلام يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وآله يَقُوْلُ سَمِعْتُ جِبْرَائِيْلَ عليه السلا يَقُوْلُ سَمِعْتُ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَقُوْلُ: ''لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِي فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِي اَمِنَ مِنْ عَذَابِي'' فَلَمَّا مَرَّتِ الرَّحِلَةُ نَادَى: ''اَمَا بِشُرُوْطِهَا وَاَنَا مِنْ شُرُوْطِهَا'' ''یعنی ہم سے محمد بن موسیٰ متوکل نے روایت کی اور کہا کہ ہمیں علی بن ابراہیم نے روایت کی انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے یوسف بن عقیل سے انہوں نے اسحاق بن راہویہ سے روایت کی ہے انہوں نے کہا: جب حضرت امام رضا علیہ السلام نیشاپور پہنچے اور چاہا کہ وہاں سے مامون کی طرف تشریف لے جائیں تو بہت

سے محدثین آپؑ کے گرد جمع ہو کر عرض گزار ہوئے: فرزند رسولؐ! آپؑ ہمارے پاس تشریف لے آئے ہیں لیکن ہم سے کوئی حدیث بیان نہیں فرمائی جس سے ہم استفادہ کرتے؟ آپ اس وقت عماری میں تشریف فرما تھے، اپنا سر مبارک اس سے باہر نکال کر فرمایا: میں نے اپنے والدِ بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے سنا ہے انہوں نے اپنے والد امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا ہے انہوں نے اپنے والدِ گرامی امام محمد باقر علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے والد امام حسین علیہ السلام سے انہوں نے اپنے پدر گرامی امیر المومنین علی علیہ السلام سے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول خداؐ سے انہوں نے فرمایا: میں نے جبرائیل امین علیہ السلام سے اور انہوں نے کہا: میں نے خداوند عز و جل سے سنا ہے کہ اس نے فرمایا: ''کلمہ لا الہ اللہ میرا قلعہ اور جائے پناہ ہے تو جو شخص میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا میرے عذاب سے امان پا جائے گا'' پس جب کچھ دیر اونٹ چلا تو آپؑ نے بلا کر فرمایا: ''یہ سب کچھ اس کے شرطوں کے ساتھ ہے اور ان شرطوں میں سے بھی ایک ہوں''۔

○ مسئلہ ۵۰۵: بہتر ہے کہ اس حدیث کی دوسری سند کو بھی کفن پر تحریر کریں جو یوں ہے ''حَدَّثَنَا اَحمَدُبْنُ الْحَسَنِ الْقَطَّانُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالْكَرِيمِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْحُسَيْنِى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُبْنُ اِبْرَاهِيمَ الرَّازِى قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنَ يَحيىَ الاَهْوَازِىُ قَالَ حَدَّثَنِى اَبُوالْحَسَنِ عَلِيُّ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنَا الْحَسَنَ بْنُ مُحَمَّدِبْن جُمْهُورٍ قَالَ حَدَّثَنِى عَلِيُّ بْنُ بِلَالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُوْسَى الرِّضَا عليه السلام عَنْ مُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ عليه السلام عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِى طَالِبٍ عليهم الصلوٰة والسلام عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى اللّٰهُ عليه و آلهٖ عَنْ جِبْرَائِيلَ عَنْ مِيكَائِيلَ عَنْ اِسْرَافِيلَ عليهم السلام

عَنِ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ قَالَ يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ: "وِلَايَةُ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ حِصْنِيْ فَمَنْ دَخَلَ حِصْنِيْ اَمِنَ مِنْ نَارِيْ" "احمد بن حسن قطان نے ہمیں یہ روایت بیان کی اور کہا کہ عبدالکریم بن محمد حسینی نے روایت کی اور کہا کہ محمد بن ابراہیم رازی نے ہمیں روایت کی اور کہا کہ عبداللہ بن یحییٰ اہوازی نے روایت کی اور کہا کہ ابوالحسن علی بن عمرو نے مجھے روایت کی اور کہا کہ حسن بن محمد بن جمہور نے ہمیں روایت کی اور کہا کہ علی بن بلال نے مجھے روایت کی اور کہا کہ ہمیں حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام نے امام موسیٰ کاظم سے انہوں نے امام جعفر صادق سے انہوں نے امام محمد باقر سے انہوں نے امام زین العابدین سے انہوں نے امام حسین سے انہوں نے علی بن ابی طالب علیہم السلام سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہوں نے حضرت جبرائیلؑ سے انہوں نے حضرت میکائیلؑ سے انہوں نے حضرت اسرافیلؑ سے انہوں نے لوح وقلم سے روایت کی ہے کہ خداوند عزوجل کا فرمان ہے: "علی بن ابی طالب کی ولایت میرا قلعہ اور جائے پناہ ہے پس جو شخص میری پناہ گاہ کے اندر آ گیا وہ میری جہنم کی آگ سے محفوظ ہو گیا"۔

○ مسئلہ ۵۰۶: بہتر ہے کہ کلمہ شہادتین اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی اور ان کی امامت کا اقرار عقیق کی انگوٹھی پر لکھوا کر میت کے منہ میں رکھ دی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷)

○ مسئلہ ۵۰۷: بلکہ ہر اس چیز کا لکھنا کہ جس کے فائدے کی امید ہو بہتر ہے لیکن یہ سمجھ کر نہ لکھا جائے کہ شریعت میں اس کا حکم ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷)

○ مسئلہ ۵۰۸: بہتر ہے کہ مذکورہ دعاؤں کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مزار مبارک کی مٹی (خاک شفاء) کے ساتھ لکھا جائے یا دوات میں تھوڑی سی خاک شفاء ڈال دی جائے اور پھر لکھا جائے، اگر خاک شفاء مہیا نہ ہو سکے تو دیگر ائمہ علیہم السلام کی قبور کی مٹی سے

استفادہ کیا جائے، البتہ ان کا مٹی اور پانی سے لکھنا بلکہ دوات کے بغیر انگلی سے لکھنا بھی جائز ہے (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۷)

خبردار

○ مسئلہ ۵۰۹: بہتر ہے بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ قرآنی آیات اور مقدس اسماء کو کفن میت کے ان مقامات پر لکھا جائے جہاں پر ان کے نجس ہونے کا احتمال تک نہ ہو اور ان جگہوں پر لکھنے سے جو احترام کے منافی ہوں مکمل طور پر اجتناب کیا جائے، کیونکہ ایسی صورت میں قطعاً جائز نہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۶۸ عروہ جلد ۱ ص ۲۹۳، ۲۹۴)

○ مسئلہ ۵۱۰: اگر مذکورہ دعاؤں اور قرآن مجید کو کفن پر نہیں بلکہ نجاست اور آلودگی سے بچنے کیلئے ایک علیحدہ کپڑے پر لکھ کر میت کے سر یا سینے پر رکھ دیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۷ تتمہ)

کفن کے مکروہات

○ مسئلہ ۵۱۱: کفن کو لوہے کے ہتھیار سے کاٹنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۷)

○ مسئلہ ۵۱۲: نئے کفن میں آستین رکھنا یا اسے بٹن لگانا مکروہ ہے اور اگر چاہیں کہ میت کو اس قمیص کی کفنی پہنائیں جو وہ زندگی میں پہنتا تھا تو اس کے بٹن اتار لئے جائیں اگر آستین باقی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۷ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۵۱۳: جس تاگے سے کفن سیا جائے اسے لعاب دہن سے تر کرنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۲۹۷ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۱۴: کسی خوشبودار چیز ہے دھوئیں سے کفن کو خوشبودار کرنا، بلکہ اگر دھوئیں

سے بھی خوشبودار نہ کیا جائے پھر بھی اسے خوشبودار کرنا کافور اور ذریرہ کے علاوہ مکروہ ہے بلکہ مستحب یہ ہے۔جیسا کہ بیان ہوا ہے۔کہ صرف کافور اور ذریرہ سے ہی خوشبودار کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۵۱۵: مکروہ ہے کہ ''حبرہ'' کے سوا باقی کفن رنگین ہو (عروہ جلد ا ص ۲۹۴)

نوٹ: حبرہ کا معنی پہلے بتایا جا چکا ہے۔

○ مسئلہ ۵۱۶: مکروہ ہے کہ کفن سیاہ کپڑے کا ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۵۱۷: نیز یہ بھی مکروہ ہے کہ کفن کو سیاہ رنگ کی روشنائی یا کسی اور سیاہ چیز سے لکھا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۵۱۸: اسی طرح مکروہ ہے کہ کفن سُتلی (پٹ سن) کا دیا جائے خواہ مخلوط سُتلی ہی کیوں نہ ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۵۱۹: مکروہ ہے کہ کفن مخلوط ریشم کا ہو، بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس سے نہ ہی ہو، مگر یہ کہ جو چیز اس سے مخلوط ہو وہ ریشم سے زیادہ ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۵۲۰: کفن خریدتے وقت بھاؤ تاؤ میں سخت گیری کرنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۵۲۱: عمامہ کہ جس کا مرد کی میت کیلئے ہونا مستحب ہے اس کی تحت الحنک نہ رکھنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۲۹۷ مسئلہ ۹)

نوٹ: تحت الحنک سے مراد یہ ہے کہ عمامہ کے دونوں سرے میت کی ٹھوڑی سے گذار کر اس کے سینے پر ڈال دیں۔

○ مسئلہ ۵۲۲: مکروہ ہے کہ کفن صاف ستھرا نہ ہو بلکہ میلا کچیلا ہو۔ (عروہ ایضاً مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۵۲۴: مکروہ ہے کہ کفن سِلا ہوا ہو، بلکہ بعض علماء کے فرمان کے مطابق مستحب ہے کہ کفن کا ہر حصہ علیحدہ اور اَن سِلا ہوا ہو اور اس کلام میں اشکال نہیں ہے۔ (عروہ ایضاً م ۱۰)

☆......☆......○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل دوازدہم (١٢)

سبزہ ہمراہ یا جریدتین

روایات کی رہنمائی:

١۔ زرارہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ "اگر میت کے ہمراہ جریدتین۔ دو سبز لکڑیاں۔ نہ رکھی جائیں تو کیا ہوگا؟" فرمایا: "۔بہتر ہے کہ رکھی جائیں کیونکہ۔ جب تک لکڑیاں تر رہیں گی میت سے عذاب وحساب اٹھالیا جائے گا ۔البتہ قبر کا عذاب وحساب نا کہ قیامت کا۔ کیونکہ عذاب وحساب ایک دن میں، ایک گھڑی میں اور لحظے میں اور میت کو قبر میں اتارنے اور جنازے کی تشیع کرنے والوں کے پلٹ جانے کے بعد مکمل ہوجاتا ہے: "اِنَّمَا جُعِلَتِ السَّعُفَتَانِ لِذَالِکَ فَلَا یُصِیبُہٗ عَذَابٌ وَلَا حِسَابٌ بَعْدَ جُفُوفِہِمَا اِنْ شَآءَ اللّٰہ" اور کھجور کی دو سبز لکڑیاں میت کے ہمراہ اس لئے رکھی جاتی ہیں کہ ان دونوں کے خشک ہوجانے کے بعد انشاء اللہ میت کا عذاب وحساب نہیں ہوگا۔ (وسائل الشیعہ جلد٢ ص ٧٣٦ روایت ١)

٢۔ ایک اور روایت میں لکڑیوں کے "سبز اور تازہ" کی مصلحت کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا: "ایک انصاری آدمی فوت ہوا اور اس کی خبر وفات حضور گرامی کو دی گئی تو آپؐ نے اس کے متعلقین سے فرمایا: "خَضِّرُوْا صَاحِبَکُمْ فَمَا اَقَلَّ الْمُخَضَّرِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" اپنے ساتھی کو سرسبز کرو، کیونکہ قیامت کے دن بہت کم لوگ ہوں گے جو سرسبز ہوں گے"۔

عرض کیا گیا: ''حضور! سر سبز ہونے کا کیا مطلب ہے؟'' فرمایا: ''سر سبز اور تازہ لکڑی میت کے ہمراہ رکھی جائے جو گلے اور کندھے کے درمیان ہاتھوں کے اوپر ہو''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص۷۳۶روایت۳)

جریدتین مستحب ہیں

○ مسئلہ ۵۲۴: شیعوں کے نزدیک مستحب مؤکد ہے کہ میت کے ہمراہ ''جریدتین'' رکھے جائیں یعنی دو سر سبز اور تروتازہ لکڑیاں اس کے کفن میں رکھی جائیں، میت خواہ مرد کی ہو یا عورت کی، نیک کی ہو یا گناہ گار کی، اسے عذاب قبر ہونے کا احتمال ہو یا نہ ہو، مرنے والا خواہ بچہ ہو یا بوڑھا، البتہ بچے کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اس کے ساتھ رجاء مطلوبیت کی نیت سے جریدتین رکھے جائیں، نا کہ شرعی حکم سمجھ کر۔

روایات میں ہے کہ تروتازہ لکڑیاں ہر ایک کیلئے سودمند ہیں، خواہ مرنے والا مومن ہو یا کافر، نیک ہو یا بدکار، جب تک یہ تازہ اور تر رہیں گی میت سے عذاب برطرف رہے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گزر رہے تھے۔ اور باطنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا۔ کہ قبر پر عذاب ہو رہا ہے، آپؐ نے ایک تروتازہ لکڑی منگوائی اور اس کے دو حصے کیے ایک حصے کو سر کی طرف اور دوسرے کو پائنتی کی طرف زمین میں گاڑ دیا اور فرمایا: ''جب تک یہ دونوں تروتازہ رہیں گی، اس کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔ یا کلی طور پر برطرف ہو جائے گا''۔

نیز بعض روایات میں ہے کہ: ''حضرت آدم علیہ السلام نے اس امر کی وصیت کی کہ دو تر لکڑیاں۔ یعنی جریدتین۔ ان کے کفن میں رکھی جائیں تاکہ انہیں ان سے مانوسیت رہے''۔ اسی

طرح دیگر انبیاء علیہم السلام نے بھی اس پر عمل کیا، مگر یہ طریقہ کار زمانہ جاہلیت میں متروک ہوگیا اور پیغمبر اسلام علیہ السلام نے اسے دوبارہ زندہ فرمایا۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۰، تحریر جلد ا ص ۶۹، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۲ مسئلہ ۵۹۳)

جریدتین کے احکام

○ مسئلہ ۵۲۵: خشک لکڑی کافی نہیں ہوگی اور اس استحباب پر عمل اس وقت صادق آئے گا جب لکڑی تر ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۰ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۵۲۶: بہتر ہے کہ ان تر لکڑیوں کی جنس امکانی صورت میں مندرجہ ذیل ترتیب کے تحت ترجیح کی حامل ہوگی: ۱۔ کھجور کے درخت کی لکڑی۔ ۲: بیری کے درخت کی لکڑی۔ ۳: نیم کے درخت کی لکڑی۔ ۴: انار کے درخت کی لکڑی، اگر کوئی نہ مل سکے تو ۵: ہر درخت کی تروتازہ لکڑی جو دستیاب ہو سکے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۹، عروہ جلد ا ص ۳۰۰ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۵۲۷: بہتر ہے کہ ان دونوں لکڑیوں کی لمبائی کہنی سے درمیانی انگلی کے سرے تک کی لمبائی کے برابر ہو اگرچہ اس سے کم تر ایک بالشت تک بھی کافی ہو رہتی ہے اور اس سے زیادہ ایک ہاتھ کی لمبائی تک کافی ہے۔

○ مسئلہ ۵۲۸: ضخامت کے لحاظ سے یہ دونوں لکڑیاں جس قدر زیادہ موٹی ہوں اسی قدر بہتر ہیں، کیونکہ زیادہ جلدی خشک نہیں ہوتیں۔ (تحریر جلد ا ص ۶۹ عروہ جلد ا ص ۳۰۰ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۲۹: بہتر ہے کہ دونوں جریدوں پر میت اور اس کے باپ کا نام لکھنے کے بعد تحریر کیا جائے: "اِنَّهُ یَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ بَعْدِهٖ اَوْصِیَائَهُ" یہ یقین کے ساتھ گواہی دیتا ہے کہ خداوند عالم کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں

اور یقیناً حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور ان کے بعد- امت کے پیشوا اور امام- آنحضرتؐ کے اوصیاء ہیں- اس کے بعد ہر ایک امام کا اسم گرامی لکھا جائے-۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۱ مسئلہ ۷)

یا وہ عبارتیں تحریر کی جائیں جو کفن کے حاشیہ پر لکھی جاتی ہیں-- جن کا تذکرہ کفن کے آداب و مستحبات میں گذر چکا ہے-۔ (تحریر جلد ا ص ۶۸)

○ مسئلہ ۵۳۰: جریدتین کو جس کیفیت کے ساتھ بھی میت کے ہمراہ رکھا جائے، استحباب پر عمل کیلیے کافی ہو رہتا ہے اگرچہ ان کے رکھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ایک کو میت کے دائیں طرف اس کے بدن کے ساتھ ملا کر گلے اور کندھے کی ہڈی کے درمیان سے جہاں تک پہنچ جائے رکھی جائے اور دوسری کو میت کے بائیں سمت اس کی کفنی کے اوپر اور بڑی چادر کے نیچے گلے اور کندھے کی ہڈی کے درمیان جہاں تک پہنچ جائے رکھی جائے۔

بعض روایات کے مطابق ایک کو دائیں بغل کے نیچے اور دوسری کو دونوں گھٹنوں کے درمیان کہ جس کا آدھا حصہ پنڈلی کی طرف اور دوسرا آدھا ران کی طرف ہو۔

نیز بعض روایات کے مطابق دونوں لکڑیوں کو میت کے بدن کی داہنی جانب رکھا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۹ عروہ جلد ا ص ۳۰۰ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۵۳۱: اگر دو لکڑیاں نہ مل سکیں صرف ایک ہی مہیا ہو سکے تو اسے میت کی داہنی طرف رکھا جائے گا۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۱ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۵۳۲: اگر بھول کر جریدتین کو میت کے ساتھ نہیں رکھا جا سکا یا کسی اور وجہ سے ایسا کرنا چھوٹ گیا تو ان دونوں کو میت کی قبر پر رکھا جائے بایں صورت کہ ان میں سے ایک کے دو ٹکڑے کیے جائیں گے، ایک حصے کو قبر کے اوپر سرہانے کی طرف، دوسرے کو پائنتی کی طرف اور

ایک کو خود قبر کے اوپر رکھا جائے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۱ مسئلہ ۵)

نوٹ: شیخ طوسیؒ کی کتاب ''مصباح المتہجد'' اور راوندیؒ کی کتاب ''دعوات'' میں ہے کہ جو تحریر جریدتین کے ساتھ میت کے نزدیک رکھی جاتی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ تحریر لکھنے سے پہلے لکھنے والا یہ کہے: ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّاَنَّ النَّارَ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ'' ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم کے سوا کوئی معبود نہیں جو اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندہ اور رسول ہیں اور یہ کہ بہشت یقینی طور پر حق ہے اور جہنم کے حق ہونے میں شک نہیں ہے اور قیامت حق ہے جو آ کر رہے گی اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں اور یہ بات بھی یقینی ہے کہ خداوند عالم تمام اہل قبور کو دوبارہ زندہ کرے گا اور محشور فرمائے گا۔

پھر میت کا نام لکھ کر یوں تحریر کرے: ''اَشْهَدَهُمْ وَاسْتَوْدَعَهُمْ وَاَقَرَّ عِنْدَهُمْ اَنَّهٗ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللہ علیہ وآلہ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّهٗ مُقِرٌّ بِجَمِيْعِ الْاَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ علیہم السلام وَاَنَّ عَلِيًّا وَلِيُّ اللّٰهِ اِمَامُهٗ وَاَنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ وُّلْدِهٖ اَئِمَّتُهٗ وَاَنَّ اَوَّلَهُمُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَعَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَجَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ وَمُوْسَى بْنُ جَعْفَرٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُوْسٰى وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ وَالْقَائِمُ الْحُجَّةُ علیہم السلام وَاَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَّالنَّارَ حَقٌّ وَّالسَّاعَةَ آتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيْهَا وَاَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ

فِي الْقُبُوْرِ وَاَنَّ مُحَمَّدًا (رَسُوْلُهٗ) جَآءَ بِالْحَقِّ وَاَنَّ عَلِيًّا وَّلِيُّ اللّٰهِ وَالْخَلِيْفَةُ مِنْ بَعْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُسْتَخْلَفَهٗ فِيْ اُمَّتِهٖ مُؤَدِّيًا لِاَمْرِ رَبِّهٖ وتبارک وتعالٰی وَاَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَابْنَيْهَا الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ اِبْنَا رَسُوْلِ اللّٰهِ وَسِبْطَاهُ وَاِمَامَا الْهُدٰى وَقَائِدَا الرَّحْمَةِ وَاَنَّ عَلِيًّا وَّمُحَمَّدًا وَجَعْفَرًا وَّمُوْسٰى وَعَلِيًّا وَّمُحَمَّدًا وَعَلِيًّا وَّحَسَنًا وَالْحُجَّةَ اَئِمَّةٌ وَّقَادَةٌ وَّدُعَاةٌ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَحُجَّةٌ عَلٰى عِبَادِهٖ" (ترجمہ) مرنے والے نے گواہوں کے سامنے گواہی دی ہے اوران کوامانت پیش کی ہے اوران کے نزدیک اقرار کیا ہے کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ خداوند عالم کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تمام انبیاء ورسل کی نبوت ورسالت کا اقرار کرتا ہے اور اس بات کا اعتراف واقرار کرتا ہے کہ حضرت علیؑ، اللہ کے ولی اور اسی کی طرف سے امام وپیشوا ہیں اور یقیناً جو ائمہؑ علیؑ کی اولاد سے ہیں اس کے پیشوا اور امام ہیں جن میں سب سے پہلے حسن- پھر- حسین بن علی پھر علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد حسن بن علی اور حجت بن الحسن امام قائم علیہم السلام ہیں- یہ کہ بہشت حق ہے یقیناً دوزخ حق ہے، قیامت یقیناً آکر رہے گی اس میں شک نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ تمام بندوں کو قبروں سے اٹھائے گا اور محشور فرمائے گا اور جو کچھ حضرت محمد- اللہ کے رسول- لے کر آئے ہیں سب حق ہے اور علی علیہ السلام اللہ کے ولی اور رسول خدا کے بلا فصل خلیفے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے پروردگار تبارک وتعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنی امت میں اپنا جانشین مقرر فرمایا اور حضرت فاطمہ زہراؑ رسولؐ خدا کی دختر ہیں اور ان کے دونوں فرزند حسن اور حسین علیہم السلام رسول اللہ کے

فرزند اور نواسے ہیں اور دونوں ہدایت کے امام اور رحمت خداوندی کی طرف رہبری کرنے والے ہیں اور حضرت علی زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی، علی نقی، حسن عسکری اور حجت بن الحسن (مہدی) علیہم السلام امام، رہبر، قائد اور پیشوا ہیں، خدا کی جانب لوگوں کو دعوت دینے والے ہیں اور خدا کے بندوں پر اس کی حجت ہیں۔

اس کے بعد گواہ حضرات یہ کہیں گے "اَسْتَوْدِعُکَ (یَافُلَانٌ اِنَسْتَوْدِعُکَ) اَللّٰهَ وَالْاِقْرَارَ وَالاِخَاءَ مَوْدُوْعَةٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه و آله وسلم وَ نَقْرَأُ عَلَیْکَ السَّلَامَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهُ "یعنی اے فلاں میں-اگر گواہ اکیلا ہو-یا ہم-اگر گواہ زیادہ ہوں-تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں اس شہادت، اقرار اور برادری کے ساتھ جو ہمارے درمیان ہے، جبکہ سب کچھ رسول خداؐ کے پاس بطور امانت موجود ہے اور ہم تمہیں سلام، خدا کی رحمت اور برکت کے ساتھ رخصت کرتے ہیں۔

اس کے بعد مذکورہ نوشتے کو لپیٹ دیں اور اس پر گواہوں اور میت کی مہر لگائیں اور اسے داہنی جانب کے جریدے کے ساتھ میت کے ہمراہ رکھ دیں، البتہ یہ نوشتہ کافور کے ساتھ اور لکڑی کے قلم کے ساتھ لکھا جائے جس میں خوشبو نہ ہو۔ "اِنشاء اللّٰه وَبِهِ التَّوْفِیْقُ وَصَلَی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ وَآلِهِ الْاَخْیَارِ الْاَبْرَارِ وَسَلَّمَ تَسْلِیْماً"۔(مستدرک الوسائل جلد۲ص۲۳۲ روایت ۱۸۸۱)

فصل سیزدہم (۱۳)

آخری وداع

روایات معصومینؑ کی رہنمائی

۱۔ روایات میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے جو مناجاتیں کیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ "یَارَبِّ مَالِمَنْ شَيَّعَ جِنَازَةً؟" پروردگارا! جو شخص تشییع جنازہ کرے۔ یعنی جنازہ کے پیچھے پیچھے چلے۔ اس کا کیا ثواب ہے؟ تو رب العزت نے فرمایا: "اُوَكِّلُ بِهِ مَلَائِكَةً مِنْ مَلَائِكَتِي، مَعَهُمْ رَأْيَاتٌ يُشَيِّعُونَهُمْ مِنْ قُبُورِهِمْ اِلَى مَحْشَرِهِمْ" میں اپنے ملائکہ کا ایک گروہ ان کیلئے مقرر کر دوں گا جن کے پاس علم ہوں گے جو ان کی قبر سے محشر تک تشییع کریں گے۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۲۰ روایت۲)

۲۔ نیز ایک حدیث میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا: "مَنْ شَيَّعَ جِنَازَةَ وَلِيِّ مِنْ اَوْلِيَائِنَا خَرَجَ مِنْ ذُنُوبِهِ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهُ لاذنب عليه" جو شخص ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کے جنازہ کی تشییع کرتا ہے وہ اپنے گناہوں سے ایسے باہر آجاتا ہے جیسے ماں نے اسے ابھی جنم دیا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہا۔ (مستدرک الوسائل جلد ۲ ص ۲۹۴ روایت ۲۰۰۷)

۳۔ جابر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: "اِذَامَاتَ الرَّجُلُ مِنْ

اَهْلِ الْجَنَّةِ اِسْتَحْيَى اللّٰهُ اَنْ يُعَذِّبَ مَنْ حَمَلَهٗ وَاتَّبَعَهٗ وَمَنْ صَلّٰى عَلَيْهِ "جب کوئی بہشتی انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو خداوند عالم کو اس بات سے حیا آتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو عذاب دے جنہوں نے اسے اٹھایا، جو اس۔ کی میت۔ کے پیچھے پیچھے چلے اور جنہوں نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

جابر کہتے ہیں جب سے میں نے یہ حدیث رسول پاکؐ سے سنی، اُس وقت سے کبھی تشییع جنازہ ترک نہیں کی۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ ص ۳۰۱ روایت ۲۰۳۳)

۴۔ عجلان ابی صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا: "اے ابو صالح! جب تم جنازہ کو اٹھائے ہوئے ہو یا تشییع جنازہ کر رہے ہو تو یوں تصور کرو کہ گویا خود تمہیں اٹھایا ہوا ہے اور گویا تم نے پروردگار سے درخواست کی ہے کہ وہ تمہیں دنیا میں واپس لوٹا دے اور تمہاری یہ درخواست منظور ہوگئی ہے پھر غور کرو کہ اپنے اعمال کو کیونکر انجام دو گے؟" پھر فرمایا: "ان لوگوں پر تعجب ہے جنہوں نے اپنے اول کو اپنے آخر کیلئے بچا کر رکھا ہے، پھر ان کے پاس کوچ کرنے کا حکم اس حال میں آن پہنچا کہ وہ کھیل کود میں مصروف تھے"۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۸۳ باب ۵۹ روایت ۱)

تشییع جنازہ کی فضیلت احادیث کی روشنی میں

○ مسئلہ ۵۳۲: تشییع جنازہ کی بہت فضیلت ہے اور بے حد و حساب ثواب ہے اور اس بارے میں بہت بڑی تعداد میں احادیث وارد ہوئی ہیں، چنانچہ ایک روایت میں ہے: "اَوَّلُ تُحْفَةٍ لِلْمُؤْمِنِ فِيْ قَبْرِهٖ غُفْرَانُهٗ وَغُفْرَانُ مَنْ شَيَّعَهٗ "مومن کیلئے خداوند عالم کا سب سے پہلا تحفہ اس کی قبر میں یہ ہوتا ہے کہ اللہ اسے بھی معاف کر دیتا ہے اور اس کے جنازے کی تشییع

کرنے والوں کو بھی بخش دیتا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۱ ۳۰)

نیز ایک اور حدیث میں ہے: ''جو شخص کسی جنازے کی تشییع کرے اس کے ہر قدم کے بدلے میں جو وہ گھر تک واپس آنے تک اٹھاتا ہے اس کیلئے دس کروڑ نیکیاں ہوتی ہیں، دس کروڑ گناہ بخش دیئے جاتے ہیں، دس کروڑ درجات بلند ہوتے ہیں اور اگر اس پر نماز جنازہ پڑھے دس کروڑ فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے ہیں اور اس کے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور اگر اس کی تدفین میں شرکت کرتا ہے تو خداوند عالم دس کروڑ فرشتے اس پر مقرر فرماتا ہے اور وہ اس کی قبر سے دوبارہ اٹھنے تک اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں اور جو شخص کسی میت پر نماز جنازہ پڑھے اس پر جبرائیلؑ اور ستر ہزار فرشتے نماز جنازہ پڑھیں گے اور اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اگر دفن کیلئے کھڑا ہو اور تدفین کے بعد اس کی قبر پر مٹی ڈالے تو تشییع جنازہ کے مراسم سے گھر تک لوٹنے کے عرصہ میں اس نے جو بھی قدم اٹھایا ہوگا ہر ایک قدم کے بدلے ''ایک قیراط'' ثواب عطا ہوگا اور ہر قیراط کا ثواب کوہِ احد کے برابر ہے جو اس کے میزان اعمال میں رکھے جائیں گے''۔ (تحریر الوسیلہ جلد ا ص ۶۹، ۷۰)

نوٹ: ممکن ہے کہ تشییع جنازہ کرنے والے کیلئے اس قدر ثواب کا فلسفہ یہ ہو کہ اس میں موت اور عالم آخرت کے ہولناک مناظر کی یاد کا راز مضمر ہوتا ہے اور کروڑوں کی تعداد میں گناہوں کی مغفرت بھی گناہان وجودی یا کثیر تعداد کے گناہوں کی طرف توجہ دلانا ہو جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں کی جاتی اس کی ایک اور توجیہ یہ بھی ہے کہ اگر تشییع کرنے والے کے اس قدر گناہ نہ ہوں تو اس کے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ واللہ اعلم

اسی طرح ایک اور حدیث میں یوں آیا ہے: ''جو کسی مومن کے جنازہ کے پیچھے چلے تو اس کے ہر ایک قدم کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھی جاتی ہے، ایک لاکھ گناہ مٹائے جاتے ہیں،

ایک لاکھ درجے بلند کئے جاتے ہیں اور اگر اس پر۔جنازہ کی نماز پڑھے۔تو بوقت موت ایک لاکھ فرشتے اس کے جنازہ کے پیچھے پیچھے چلتے ہیں اور اس کے قبر سے دوبارہ اٹھنے تک اس کیلئے استغفار کرتے رہتے ہیں''۔

ایک اور روایت میں ہے: ''جو شخص کسی جنازے کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اس پر نماز پڑھے تو اس کے اجر میں ایک قیراط ہوگا اور اگر اس کے دفن ہونے تک صبر کرے تو اس کا اجر دو قیراط ہوں گے اور ایک قیراط کا وزن کوہِ احد کے برابر ہے''۔

بعض روایات میں ہے: ''یُوْجَرُ بِمِقْدَارِ مَامَشٰی مَعَهَا''جس قدر بھی جنازے کے ساتھ چلے گا اسی مقدار میں اس کو اجر دیا جائے گا۔(عروہ جلد ا ص ۳۰۱)

نوٹ: تشیع جنازہ کا یہ ثواب اپنی جگہ لیکن حصول علم اور عالم کی مجلس میں شرکت کرنا اس سے افضل ہے ملاحظہ ہو مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۷۔

تشیع جنازہ کیلئے آمادگی

○ مسئلہ ۵۳۴: جس طرح کہ پانچویں فصل میں بیان ہو چکا ہے کہ جن لوگوں کے ذمہ میت کی تجہیز و تکفین کا انتظام سپرد ہے ان کیلئے مستحب ہے کہ مومن کی موت سے دوسرے مومنین کو مطلع فرمائیں تاکہ وہ اس کی تشیع جنازہ میں شریک ہوں اس پر نماز جنازہ پڑھیں اور اس کیلئے مغفرت کی دعا مانگیں۔

○ مسئلہ ۵۳۵: اسی طرح یہ بھی مستحب ہے کہ مومنین کرام تشیع جنازہ کیلئے جلدی کریں اور جلد پہنچنے کی کوشش کریں، کیونکہ روایت میں ہے کہ ''مومن جب ولیمہ، کھانے اور مہمانی کی طرف بلایا جاتا ہے تو ٹھہر ٹھہر کر اور رک رک کر جاتا ہے لیکن جب کسی تشیع جنازے میں شرکت

کیلئے بلایا جاتا ہے تو فوراً پہنچ جاتا ہے، کیونکہ جنازہ آخرت کی یاد دلاتا ہے جبکہ ولیمہ اور دعوتیں دنیا کی یاد دلاتی ہیں''۔ (عروۃ الوثقیٰ)

نوٹ: یہاں پر ہم نے عروۃ الوثقیٰ کی جس عبارت سے استفادہ کیا ہے وہ کچھ کٹی پھٹی سی تھی۔

تشییع کی حد اور اندازہ

○ مسئلہ ۵۳۶: تشییع جنازہ کی کوئی خاص حد مقرر ہے نہ اندازہ واضح ہے انسان جس قدر بھی اس میں شرکت کرے کافی ہے، لیکن بہتر ہے کہ میت کے دفن ہونے تک موجود رہے اور اس کی کم از کم حد یہ ہے کہ میت پر نماز پڑھنے کے وقت تک حاضر رہے۔ (عروہ جلد ا ص ۱ ۳۰)

تشییع کے آداب و مستحبات

○ مسئلہ ۵۳۷: مستحب ہے کہ جب انسان کی نگاہ جنازے پر پڑے تو کہے: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّـا اِلَيْـهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰـهُ اَكْبَرُ، هٰذا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا، اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِىْ تَعَزَّزَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرَ الْعِبَادَ بِالْمَوْتِ''

یقیناً ہم خدا ہی کیلئے ہیں اور یقیناً اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں، خدا بہت بڑا ہے، یہ وہی چیز ہے جس کی خبر ہمیں خدا اور اس کے رسولؐ نے دی ہے اور خدا اور اس کے رسول نے بالکل سچ فرمایا ہے بارِ خدایا! ہمارے ایمان اور ہماری تسلیم میں اضافہ فرما! تمام تعریفیں اس اللہ کی شایان شان ہیں جس نے اپنی عزت اور افرازی سب کو دکھادی ہے اور موت کے ذریعے اپنے بندوں پر غالب اور مسلط ہے۔

○ مسئلہ ۵۳۸: مذکورہ بالا دعا صرف تشییع جنازہ کرنے والے کیلئے مخصوص نہیں بلکہ جو بھی جنازے کو دیکھے اسی کیلئے مستحب ہے کہ یہ دعا پڑھے۔

○ مسئلہ ۵۳۹: اسی طرح مستحب ہے کہ جس شخص کی بھی نگاہ کسی جنازے پر پڑے خواہ وہ اس کی تشییع کرے یا نہ کرے اس دعا کو بھی پڑھے: "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَجْعَلْنِي مِنَ السَّوَادِ الْمُخْتَرَمِ" اس خدا کا شکر ہے جس نے مجھے ان لوگوں میں سے قرار نہیں دیا جو- بے ایمان اور کافر ہیں اور- ہلاکت میں مبتلا ہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۲)

○ مسئلہ ۵۴۰: مستحب ہے کہ جب جنازہ اٹھایا ہوا ہو تشییع کرنے والے کو یہ کہنا چاہئے "بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" اللہ کے نام اور اللہ کی ذات کے سہارے اور خداوند عالم کی خصوصی رحمت ہو حضرات محمد و آل محمدؐ پر، خداوندا! تمام مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے۔ (تحریر جلد ا ص ۰۷، عروہ جلد ا ص ۱۳۰۲ الثانی)

○ مسئلہ ۵۴۱: مستحب ہے کہ جنازے کی تشییع کرنے والا پیدل اس کے پیچھے پیچھے چلے، بلکہ اگر مجبوری نہ ہو سواری پر تشییع مکروہ ہے البتہ تشییع جنازہ سے واپسی پر سوار ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۰۷ عروہ جلد ا ص ۳۰۲ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۴۲: مستحب ہے کہ تشییع کرنے والا جنازے کو اپنے کندھوں پر اٹھائے نا کہ کسی سواری- چوپائے وغیرہ- پر لیکن اگر کوئی معقول عذر ہے مثلاً دور کا سفر ہے، تو ایسی صورت میں کندھے پر اٹھانا مستحب نہیں ہوگا، اور یہ صرف اس لئے ہے کہ مومنین جنازہ اٹھانے کی فضیلت اور ثواب سے محروم نہ ہوں لہذا چوپائے پر اسے اٹھانے کی کراہت معلوم نہیں۔ (تحریر جلد ا ص ۰۷ عروہ جلد ا ص ۳۰۲)

نوٹ: مراۃ الکمال میں اس بات کا اضافہ بھی ہے کہ جنازے کو کندھے پر اٹھانے کا ثواب علیحدہ ہے اور پیدل چلنے کا ثواب علاوہ ہے اور ہمارے بعض ائمہ علیہم السلام نے بعض

جنازوں کے اٹھانے میں شرکت کی ہے۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۸ منقول از مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۳۴۱)

○ مسئلہ ۵۴۳: مستحب ہے کہ تشییع کرنے والا عاجزی و انکساری کی حالت میں غور و خوض اور تفکر کے ساتھ چلے اور یہ بات تصور میں رکھے کہ گویا یہ اسی کا جنازہ اٹھایا ہوا ہے اور اس نے خدا سے دعا مانگی ہے کہ اسے ایک مرتبہ دنیا میں واپس بھیج دے اور اس کی دعا مستجاب ہوئی ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۰، عروہ جلد ۱ ص ۳۰۲ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۵۴۴: مستحب ہے کہ تشییع کرنے والا جنازہ کے یا تو پیچھے پیچھے چلے یا اس کے دائیں بائیں اور اس کے آگے نہ چلے اور پہلی صورت یعنی جنازے کے پیچھے چلنا دوسری صورت یعنی اس کے دائیں یا بائیں چلنے سے بہتر ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۰ عروہ جلد ۱ ص ۳۰۲ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۵۴۵: مستحب ہے کہ جنازے کے اوپر بالکل سادہ سا کپڑا اڈالیں اور زینت و آرائش اور رنگین کپڑے سے اجتناب کریں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۲ مسئلہ ۷)

نوٹ: مراۃ الکمال میں ہے: ”تابوت کو رنگا رنگ اور سرخ و زرد کپڑوں سے مزین کرنا مکروہ ہے“ (جلد ۳ ص ۴۹۲)۔

○ مسئلہ ۵۴۶: مستحب ہے کہ جنازہ اٹھانے کیلئے چار افراد ہوں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۲ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۵۴۷: ”تربیع جنازہ“ مستحب ہے اور وہ یہ ہوتی ہے کہ ایک شخص باری باری جنازے کو چاروں طرف سے اٹھائے۔

○ مسئلہ ۵۴۸: ”تربیع“ کی بہترین کیفیت یہ ہے کہ تشییع کرنے والا سب سے پہلے میت کے تابوت کو اگلی دائیں طرف سے پکڑے اور اپنے داہنے کندھے پر رکھے پھر جنازے کی پچھلی داہنی طرف کو اپنے داہنے کندھے پر رکھے پھر پچھلی سمت کی بائیں جانب کو اپنے بائیں

کندھے پر رکھے اس کے بعد آخر میں آگے کی طرف واپس آ کر اس کی بائیں جانب اپنے بائیں کندھے پر رکھے اسی طرح وہ جنازے کے گرد ایک چکر پورا کرلے گا اور اسے اٹھانے کا ثواب بھی حاصل کرلے گا۔ (تحریر جلد اص ۷۰، عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۵۴۹: مستحب ہے کہ صاحب مصیبت ننگے پاؤں ہو اور عبا کو اپنے کندھے پر سے اٹھالے، یا بصورت دیگر اپنی ہیئت اور کیفیت اس طرح بنائے جس طرح ایک صاحب عزا ہوتا ہے، تاکہ عام لوگوں کو پتہ چل سکے کہ یہی صاحب مصیبت ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۰، عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ ۱۰)

نوٹ: مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۴۸۶، ۴۸۷ میں ان مسائل کو یوں بیان کیا گیا ہے:

الف: مستحب ہے کہ میت کو تابوت میں رکھا جائے اور پھر جنازہ اٹھایا جائے، خاص کر جب میت عورت کی ہو تو استحباب میں تاکید پیدا ہو جاتی ہے۔

ب: تابوت کی کیفیت اس طرح ہو کہ اس کے اطراف میں لکڑی کے تختے کا حاشیہ ہونا چاہئے، تاکہ جب اس میں جنازہ رکھا جائے تو میت کا جسم اس کے اندر سے دیکھا نہ جا سکے۔

ج: مستحب ہے کہ تشییع کرنے والا درمیان سے نہ لوٹ آئے جب تک کہ اسے دفن نہ کرلیں ہرچند کہ میت کا ولی پلٹنے کی اجازت بھی دیدے اور کہے بھی کہ "رخصت عام ہے"۔

تشییع جنازہ کے مکروہات

○ مسئلہ ۵۵۰: مکروہ ہے کہ دو آدمیوں کے جنازے کو ایک تابوت میں رکھا جائے خواہ دونوں مرد ہوں یا دونوں عورتیں ہوں یا ایک مرد اور ایک عورت ہو، بلکہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ ایسا بالکل نہ کیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۲، عروہ جلد اص ۳۲۷ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ۵۵۱: تشییع جنازہ کی حالت میں ہنسا اور لغو و بیکار اور فضول کام یا کھیل کود کرنا مکروہ ہے۔(تحریر جلد اص ۷۰، عروہ جلد اص ۳۰۲)

○ مسئلہ۵۵۲: مکروہ ہے کہ صاحب عزا کے علاوہ کوئی دوسرا شخص اپنے کندھے سے عبا کو اتارے۔(تحریر جلد اص ۷۰، عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ۲)

○ مسئلہ۵۵۳: تشییع جنازہ کے دوران یاد خدا، ذکر الٰہی، دعا، توبہ و استغفار کے علاوہ کوئی اور بات کرنا یا اور باتوں میں مشغول ہو جانا مکروہ ہے، یہاں تک کہ روایات کے مطابق تشییع کرنے والے پر سلام کرنا بھی ممنوع قرار دیا گیا ہے۔(عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ۳)

نوٹ: مرآۃ الکمال میں ہے کہ صاحب مصیبت کا جنازے کو اٹھانا مکروہ ہے۔(جلد۳ ص۲۹۲ منقول از وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۵۵ باب ۳۰ حدیث ۱)

○ مسئلہ۵۵۴: بہتر ہے کہ خواتین تشییع جنازہ میں شرکت نہ کریں، خواہ جنازہ عورت ہی کا ہو بلکہ خصوصیت کے ساتھ نوجوان خواتین کا جنازے کی تشییع میں شرکت کرنا مکروہ ہے۔(تحریر جلد اص ۵، عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ۴)

○ مسئلہ۵۵۵: جنازے کے آگے آگے چلنا خاص کر غیر شیعہ کے جنازے کے آگے چلنا مکروہ ہے۔(عروہ جلد ص ۳۰۲ مسئلہ۶)

○ مسئلہ۵۵۶: جنازے کو تیز تیز لے کر چلنا جبکہ میت کے ساتھ نرم برتاؤ اور احترام کے منافی ہو مکروہ ہے خصوصاً دوڑا کر لے جانا، بلکہ مناسب ہے کہ چلتے ہوئے میانہ روی اختیار کی جائے۔(تحریر جلد اص ۷۱، عروہ جلد اص ۳۰۲ الخامس)

○ مسئلہ۵۵۷: تشییع جنازہ کی صورت میں رانوں پر ہاتھ مارنا یا دوسرے ہاتھ پر ہاتھ مارنا مکروہ ہے۔(عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ۶)

○ مسئلہ ۵۵۸: مکرہ ہے کہ صاحب مصیبت یا کوئی دوسرا شخص کہے: ''میت کے ساتھ نرمی کرو'' یا ''اس کیلیے استغفار کرو'' یا ''اس پر رحم کرو'' یا ''اسے روکو'' (عروہ جلد اص ۳۰۲، ۳۰۳)

○ مسئلہ ۵۵۹: میت کے پیچھے پیچھے آگ لے جانا مکروہ ہے خواہ آتش دان میں بھی ہو ، البتہ رات کے وقت چراغ یا مطلقاً کوئی بھی روشنی لے جائی جاسکتی ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۱، عروہ جلد اص ۳۰۳ مسئلہ ۸ ص ۲۹۹ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۵۶۰: نعش کے اوپر کافور ڈالنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد اص ۲۹۹ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۵۶۱: جنازے کے گزرتے وقت اگر کوئی شخص بیٹھا ہو تو اس کا اٹھ کھڑا ہونا مکروہ ہے، مگر یہ کہ جنازہ کسی کافر کا ہو تو ایسی صورت میں کھڑا ہو جائے تا کہ کافر، مسلمان پر فوقیت اور برتری حاصل نہ کرے۔ (تحریر جلد اص ۷۱، عروہ جلد اص ۳۰۲ مسئلہ ۹)

نوٹ: مراۃ الکمال میں ہے کہ میت کو قبر اور لحد میں رکھ دینے سے پہلے، بیٹھنا مکروہ ہے ۔مگر یہ کہ یہود کی مخالفت مقصود ہو۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۲۹۱، ۵۳۶ منقول از قرب الاسناد ص ۴۲، تہذیب الاحکام جلد اص ۲۶۲ حدیث ۱۵۰۹)

○ مسئلہ ۵۶۲: کہا گیا ہے کہ مومن کے جنازہ کی تشییع کیلیے کافر، منافق اور فاسق کو روک دیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۳ مسئلہ ۱۰)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل چہاردہم (۱۴)

نماز۔اور۔دعا

روایات کی رہنمائی:

ا۔ دعوات راوندی میں ہے کہ حضرت ابوذر ؓ نے کہا: ''مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''وَصَلِّ عَلَی الْجَنَائِزِ لَعَلَّ ذَالِکَ یُحْزِنُکَ فَاِنَّ الْحُزْنَ فِی اَمْرِ اللّٰہِ یُعَوَّضُ '' اور نماز جنازہ پڑھا کرو کیونکہ امید ہے کہ یہ امر تمہارے حزن واندوہ کا موجب بن جائے۔ اور خدا اور آخرت کا خوف دلائے۔ کیونکہ انسان کو امر خداوندی کے خوف کا اجر ملتا ہے''۔ (مستدرک الواسائل جلد۲ ص ۲۴۶ روایت ۱۸۸۶)

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جو مومن بھی نماز میت پڑھتا ہے''اَوْجَبَ اللّٰہُ لَہُ الْجَنَّۃَ '' خداوند عالم اس کیلئے بہشت واجب قرار دے دیتا ہے'' سوائے اس کے جو منافق ہو یا۔ والدین کا نافرمان۔ ہو۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۷۶۲ روایت ۳)

۳۔ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے آباء کرام علیہم السلام سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: ''جو شخص نماز میت پڑھتا ہے، اس پر ستر ہزار فرشتے نماز پڑھیں گے اور ''غَفَرَ اللّٰہُ لَہُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ وَمَاتَاَخَّرَ '' اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ بھی معاف کر دیتا ہے اور اگر میت کی تدفین تک موجود رہے اور اس پر مٹی ڈالے تو اسے ہر قدم کے بدلے ایک ''قیراط'' اجر وثواب ملے گا اور ''قیراط'' کا وزن کوہ احد

کے برابر ہوتا ہے"۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۸۲۴روایت ۸)۔

نماز میت کے شرائط

○ مسئلہ ۵۶۳: نماز میت کے شرائط اور اس کے موانع کے ترک کرنے میں حدث -باطنی نجاست- اور خبث -ظاہری نجاست- سے طہارت اور لباس کا غصبی نہ ہونا وغیرہ ضروری نہیں بلکہ ان تمام موانع میں سے صرف اور صرف مندرجہ ذیل چیزیں ہیں، جن سے احتیاط واجب کی بنا پر نماز میت کی ادائیگی کے دوران پرہیز ضروری ہے:

الف: قہقہہ لگانا۔

ب: بات کرنا۔ (اگر کوئی نماز میت کے دوران بات کرلے تو نماز باطل نہیں ہوتی)

ج: قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا۔

لہذا نمازی کو منہ قبلہ کی طرف کرنا ہوگا ہر چند احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ انسان نماز میت میں بھی انہی امور کی پابندی کرے جو پنجگانہ نمازوں کیلئے ضروری ہوتے ہیں، مثلاً حدث اور خبث سے طہارت، یعنی ظاہری طہارت اور بدن اور لباس کا نجس نہ ہونا اور اندرونی طہارت یعنی وضو یا غسل یا تیمم کے ساتھ نماز پڑھنا، لباس کا غصبی نہ ہونا، ستر عورتین کرنا حتیٰ کہ لباس کے بھی وہی صفات پیش نظر رہیں جو ان نمازوں میں ہوتے ہیں، یعنی لباس خالص ریشم کا نہ ہو، طلا باف نہ ہو اور حرام گوشت جانور کے اجزاء سے نہ بنا ہو وغیرہ۔ (تحریر جلد ا ص ۵۷ مسئلہ ا، عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ا، ص ۳۱۲ مسئلہ ۱۰، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۶)

○ مسئلہ ۵۶۴: اگر پانی کا حصول انسان کیلئے ممکن ہو پھر بھی نماز میت کیلئے -غسل یا وضو کے بدلے- تیمم کر سکتا ہے، خواہ وضو یا غسل کرنے کی دیر نماز میت کے فوت ہوجانے کا

اندیشہ ہو یا نہ ہو، اگرچہ احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ صرف اس صورت میں تیمّم کرے جب وضو یا غسل کیلئے پانی نہ ملے یا وضو یا غسل کرنے کی دیر نماز میت ہاتھ سے چلے جانے کا خوف ہو۔
(تحریر جلد اص ۷۷، عروہ جلد اص ۳۱۲ مسئلہ ۹، ص ۳۱۵ م اول، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ م ۶۱۱)

نوٹ: اس مسئلے کا بغیر تیمّم کے نماز میت پڑھنے کے جواز سے اختلاف نہیں ہے، بلکہ مقصد یہ بتانا ہے کہ اگر کوئی شخص نماز میت پڑھے تو وہ تیمّم کر سکتا ہے یا نہ؟۔

○ مسئلہ ۵۶۵: اگر میت غصبی جگہ پر ہو اور نماز پڑھنے والا مباح جگہ پر، بلکہ اگر وہ بھی غصبی جگہ پر ہو تو بھی نماز میت صحیح ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۱۱ مسئلہ ۴ ص ۳۱۰ مسئلہ ۱۲)

نماز پڑھنے والے کے شرائط

○ مسئلہ ۵۶۶: نماز پڑھنے والا مومن، شیعہ اور اثنا عشری ہو لہٰذا مخالف (سنی یا غیر مسلم) کی پڑھی ہوئی نماز کافی نہیں ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۱ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۳۰۳ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۵۶۷: ضروری نہیں ہے کہ نماز پڑھنے والا بالغ بھی ہو، اس لئے کہ طفل ممیز (سمجھدار بچے) کی نماز بھی صحیح ہے البتہ مکلفین - بالغ اور عاقل نمازیوں - کے ہوتے ہوئے اس کا کافی ہونا اشکال سے خالی نہیں لہٰذا احتیاط واجب کی بناء پر مذکورہ افراد نماز کو دوبارہ پڑھیں۔

نوٹ: مزید وضاحت کیلئے فصل ہفتم میں نیت اور قصد قربت کی بحث کا مطالعہ کیا جائے
(تحریر الوسیلہ جلد اص ۷۱ مسئلہ ۴، عروہ جلد اص ۳۰۳ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۵۶۸: نماز میت کیلئے مرد ہونا شرط نہیں ہے، لہٰذا مرد کے ہوتے ہوئے بھی عورت کی نماز حتیٰ کہ مرد کی میت پر بھی صحیح ہے، لیکن مستحب ہے بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ مرد کے ہوتے ہوئے عورت ایسا اقدام نہ کرے۔ (تحریر جلد اص ۷۱ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۳۰۵ مسئلہ ۹)

○ مسئلہ ۵۶۹: نماز میت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت حاضر ہو، بنابریں ’’غائبانہ نماز جنازہ‘‘ صحیح نہیں ہے، ہر چند کہ اسی شہر میں موجود ہو۔ (عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۵۷۰: نماز میت کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نماز جنازہ پڑھتے وقت اسے پشت کے بل لٹایا ہوا ہو۔ (تحریر جلد اص ۴۷، عروہ جلد اص ۳۱۰ م ۱، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۳ م ۵۹۷)

○ مسئلہ ۵۷۱: اگر نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ میت کو نماز کی حالت میں پشت کے بل نہیں لٹایا گیا تھا تو اسے پشت کے بل لٹا کر دوبارہ اس پر نماز پڑھی جائے (عروہ جلد اص ۳۱۱ م ۶)

○ مسئلہ ۵۷۲: نماز میت کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میت کا سر نمازی کے دائیں طرف اور اس کے پاؤں نمازی کے بائیں طرف ہوں۔ (تحریر جلد اص ۴۷ رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۷، عروہ جلد اص ۳۱۰ الثانی)

○ مسئلہ ۵۷۳: اگر نماز پڑھنے والا میت پر فرادیٰ نماز پڑھ رہا ہے یا امام جماعت ہے تو چاہئے کہ میت اس کے بالکل آگے ہو اور وہ میت کے برابر میں کھڑا ہو، یعنی اس کے دائیں یا بائیں کھڑا نہ ہو، لیکن جو نمازی نماز جماعت میں ماموم ہے اگر جماعت کی صف میت کے دائیں بائیں سے گزر جائے اور نمازی صف کے ساتھ متصل ہو تو کافی ہے اور صحیح ہے اور جو لوگ میت کے مقابل میں نہیں ہیں ان کی نماز بھی صحیح ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں۔ (تحریر جلد اص ۴۷، عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۳ رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۴ مسئلہ ۶۰۰)

○ مسئلہ ۵۷۴: نماز میت کے دیگر شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اس پر فرادیٰ نماز پڑھ رہا ہے یا امام جماعت ہے تو اس کے اور میت کے درمیان اتنا فاصلہ نہ ہو جس سے ’’میت کے نزدیک کھڑا ہونا‘‘ صادق نہ آئے، البتہ جو شخص ماموم ہے اگر جماعت کی صف کے ساتھ اس کا اتصال ہے تو اس کیلئے فاصلہ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ (تحریر جلد اص ۴۷، عروہ جلد اص ۳۱۰

مسئلہ۳ رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۴ مسئلہ ۵۹۹)

○ مسئلہ ۵۷۵: شرائط نماز میت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نمازی اور میت کے درمیان کوئی رکاوٹ اور مانع نہ ہو، جیسے پردہ یا دیوار وغیرہ ہے کہ جس کے ہوتے ہوئے نماز میت صادق نہ آتی ہو، لیکن میت کو تابوت یا صندوق میں رکھ کر نمازی کے آگے رکھنے سے نماز پر اثر نہیں پڑتا۔ (تحریر جلد اص ۴۷، عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۴ مسئلہ ۶۰۱)

○ مسئلہ ۵۷۶: جو تختہ یا کپڑا تابوت کے اوپر ڈالا جاتا ہے وہ مانع شمار نہیں ہوتا اور نماز صحیح ہے۔ (استفتاآت جلد اص ۸۹ سوال ۲۱۹)

○ مسئلہ ۵۷۷: نماز میت کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ میت اور نمازی کی جگہ ایک دوسرے سے بہت بلند نہیں ہونی چاہئے، نمازی کی جگہ یا بہت زیادہ نیچے یا بہت زیادہ اونچی نہ ہو، لیکن مختصر اور معمولی سی بلندی یا پستی میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (تحریر جلد اص ۴۷، عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۷، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۸)

○ مسئلہ ۵۷۸: نماز میت کے دیگر شرائط میں سے یہ ہے کہ نمازی کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنا چاہئے۔ (تحریر جلد اص ۴۱، عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۹، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۴ م ۶۰۳)

○ مسئلہ ۵۷۹: نماز میت کے شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ نماز کو ایک جگہ پر جم کر کھڑا ہونا چاہئے، بایں معنی کہ اسے اس قدر ہلنا جلنا نہیں چاہئے کہ جسے قیام نہ کہا جا سکے، بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ جس طرح پنجگانہ نمازوں کیلئے قیام کیا جاتا ہے اسی طرح قیام کیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۳۱۰ مسئلہ ۱۴)

○ مسئلہ ۵۸۰: اگر کوئی ایسا شخص موجود ہے جو کھڑا ہونے پر قادر ہے اس پر نماز میت پڑھنا واجب عینی ہوگا اور اسی فرض کی صورت میں احتیاط واجب کی بنا پر جو شخص کھڑا نہیں ہو سکتا

اس کی نماز کا صحیح ہونا اور ان لوگوں سے کافی ہونا ہونا جو کھڑے ہو کر پڑھ سکتے ہیں، محل اشکال ہے، لہٰذا احتیاط واجب کی بنا پر ایسے شخص کی نماز نہ صحیح ہے اور نہ دوسروں کی طرف سے کافی ہے

لیکن اگر ایسا شخص موجود نہ ہو جو کھڑا ہونے پر قادر ہو، یا اگر موجود تو ہے مگر نافرمانی کرتے ہوئے اپنے فریضہ کو انجام نہیں دیتا تو پھر عاجز شخص ہی اپنا فریضہ ادا کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۷۵ مسئلہ ۳ عروہ جلد ا ص ۳۱۲ مسئلہ ا ص ۳۱۱ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۴۵ مسئلہ ۶۰۴)

نوٹ: اس عبارت کا عروۃ الوثقیٰ جلد ا ص ۳۱۱ مسئلہ ۲ سے استفادہ کیا گیا ہے اور تحریر الوسیلہ کی عین عبارت ہے۔

○ مسئلہ ۵۸۱: اگر صورت حال اس بات پر منحصر ہو جائے کہ ایک شخص کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے مگر وہ جم کر کھڑا نہیں ہو سکتا جبکہ دوسرا بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے اور اسے جم کر بیٹھنا حاصل ہوتا ہے تو کیا کیا جائے؟ ایسی صورت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مقدم ہوگا۔

○ مسئلہ ۵۸۲: اگر صورت حال یہ ہو کہ نماز یا تو چلتے ہوئے پڑھی جا سکتی ہے یا بیٹھ کر تو بیٹھ کر نماز پڑھنا مقدم ہوگا البتہ یہ اس صورت میں ہے کہ مثلاً خوف ہو یا احتمال ہو کہ اگر دونوں صورتوں میں نماز پڑھنے سے میت خراب ہو جائے گی وگرنہ احتیاط واجب یہ ہے کہ دوں صورتوں میں پڑھی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۱ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۵۸۳: اگر کوئی عاجز شخص اس اعتماد کے ساتھ میت پر نماز پڑھے کہ یہاں پر کھڑا ہونے پر قادر شخص موجود نہیں، لیکن نماز پڑھنے کے بعد معلوم ہو کہ ایسا شخص پہلے سے موجود تھا تو چاہئے کہ میت پر دوبارہ نماز پڑھی جائے لیکن اگر واقعاً قادر شخص موجود نہ تھا لیکن نماز پڑھنے کے بعد اور دفن ہونے سے پہلے آ موجود ہو تو اس پر نماز پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ بیٹھ کر پڑھنے

والے کی نماز کافی ہوگی، اگرچہ احتیاط مستحب موکد کی بنا پر بہتر یہ ہے کہ میت پر نماز پڑھے۔
(تحریر جلد ا ص ۵ ۷ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۳۱۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۵۸۴: اگر نماز پڑھنے والا نماز کے دوران کھڑا ہونے سے عاجز ہو جائے اور نماز میت بیٹھ کر مکمل کرے تو اس قسم کی نماز کافی نہیں ہوگی، لہٰذا قادر شخص کو کھڑے ہو کر اس کا اعادہ کرنا چاہئے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۲ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۵۸۵: نماز میت کی شرائط میں سے یہ بھی ہے کہ نمازی کو اپنی نیت میں میت کا تعین کرنا چاہئے اور اس طرح سے اسے واضح کرنا چاہئے کہ ہر قسم کا ابہام دور ہو جائے، خواہ وہ یہ کہے "حاضر میت" پر نماز پڑھتا ہوں یا کہے کہ: "جو میت امام امام جماعت کے نزدیک معین ہے"
(تحریر جلد ا ص ۴ ۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۰ مسئلہ ۱۰، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۴ مسئلہ ۶۰۳)

○ مسئلہ ۵۸۶: نماز میت کی شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نمازی کا رخ قبلہ کی طرف ہو (تحریر جلد ا ص ۴ ۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۰ مسئلہ ۸، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۷)

○ مسئلہ ۵۸۷: اگر نمازی کا رو بہ قبلہ کھڑا ہونا، ناممکن ہو تو پھر یہ شرط ساقط ہو جائے گی
(تحریر جلد ا ص ۵ ۷ مسئلہ ۲ جلد ا ص ۳۱۱ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۸۸: اگر قبلہ کی سمت معلوم نہ ہو تو مندرجہ ذیل ترتیب کے ساتھ عمل کیا جائے اگر قبلہ کی سمت معلوم کرنے کا علم قطعی ناممکن ہو اور لاعلمی کے موقع پر جن علامات اور نشانیوں پر بھروسہ کرتے ہوئے عمل کیا جاتا ہو وہ بھی موجود نہ ہوں صرف ظن، گمان یا قوی احتمال سمت قبلہ کے معلوم کرنے کیلئے ہو تو پھر اسی پر عمل کیا جائے گا، اگرچہ اس صورت میں نیز آنے والی صورت کی مانند احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ چاروں سمتوں کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے لیکن اگر ایسا کرنے سے میت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر صرف ایک سمت کی طرف منہ کر کے

نماز پڑھی جائے خواہ کوئی بھی سمت ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۷ مسئلہ ۲ عروہ جلد ۱ ص ۳۱۱ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۸۹: نماز میت کے شرائط میں سے ایک یہ بھی ہے کہ نماز کی تکبیروں اور دعاؤں میں موالات کا خاص خیال رکھا جائے اور انہیں اس طرح مسلسل ادا کیا جائے کہ نماز کی صورت محفوظ رہے اور وہ اپنی صورت سے خارج نہ ہو جائے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۱۰ مسئلہ ۱۲ رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۷ مسئلہ ۶۰۹)

○ مسئلہ ۵۹۰: نماز میت، غسل وکفن اور حنوط کے بعد پڑھی جائے، اگر اس سے پہلے پڑھی جائے گی تو کافی نہیں ہوگی۔ (تحریر جلد ۱ ص ۴۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۰ م ۱۵ ص ۳۰۴ م ۳، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۵)

○ مسئلہ ۵۹۱: اگر نماز میت غسل وکفن سے پہلے بلکہ کفن کے دوران یا غسل کے دوران یا حنوط کرنے کے دوران پڑھی جائے تو کافی نہیں ہوگی اعادہ کیا جائے گا۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۴ مسئلہ ۳ رسالہ توضیح توضیح جلد ۱ ص ۳۵۳ مسئلہ ۵۹۵)

○ مسئلہ ۵۹۲: اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ نماز میت، غسل وکفن سے پہلے جان بوجھ کر پڑھی جائے یا بے علمی کی وجہ سے یا مسئلہ بھول جانے کی بناپر، غرض ان تمام صورتوں میں نماز کافی نہیں ہوگی، دوبارہ پڑھی جائے گی۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۴ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۹۳: جن صورتوں میں میت سے مندرجہ بالا امور۔ غسل، کفن یا حنوط۔ ساقط ہوتے ہیں تو مذکورہ تمام صورتوں میں اس پر نماز ساقط نہیں ہوگی، بلکہ میت کی شرمگاہ کو کسی طرح چھپا کر اس پر نماز ادا کی جائے گی، مزید وضاحت اگلے مسائل میں ذکر ہوگی۔ (تحریر جلد ۱ ص ۵۷ اور ۷۱، عروہ جلد ۱ ص ۳۰۴ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۹۴: کفن نہ ہونے کی صورت میں میت کی شرم گاہ کو چھپایا جائے خواہ پتھر،

-کچی یا پختہ- اینٹ یا تختہ وغیرہ سے ہی چھپانا پڑے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۵، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۰، توضیح جلد ۱ ص ۳۵۴ مسئلہ ۶۲)

○ مسئلہ ۵۹۵: کفن نہ ہونے کی صورت میں میت کو قبر میں اتارنے سے پہلے اس کی شرمگاہ کو مذکورہ چیزوں میں سے کسی کے ساتھ چھپا کر معمول کے مطابق اس پر نماز ادا کی جائے اور اگر یہ بھی ناممکن ہو تو پھر میت کو جس طرح زمین پر لٹا کر نماز ادا کی جاتی ہے، اسی طرح اسے قبر یا لحد میں سیدھا لٹا کر مٹی سے اس کی شرمگاہ کو چھپا کر نماز ادا کی جائے اور نماز کے بعد اسے اسی طرح لٹایا جائے گا جس طرح میت کو روبقبلہ کر کے دفن کیا جاتا ہے، لٹا کر دفن کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۵، عروہ جلد ۱ ص ۳۰۴ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۵۹۶: میت کو دفن کرنے سے پہلے اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور دفن کے بعد اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر شریعت کی حکم عدولی کرتے ہوئے اور گناہ کا ارتکاب کر کے یا فراموشی کی وجہ سے یا کسی اور عذر کی بنا پر اسے نماز سے پہلے دفن کر دیا جائے یا دفن کے بعد معلوم ہو کہ جو نماز اس پر پڑھی گئی ہے باطل تھی- ہر چند کہ اس وجہ سے باطل ہوئی کہ بوقت نماز، میت کو سیدھا نہیں لٹایا گیا تھا- تو نماز کیلئے نبش قبر (قبر کو کھودنا) جائز نہیں ہے البتہ اگر ایک شبانہ روز یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جائے تو قبر کو سامنے کر کے روبقبلہ ہو کر اور نماز کی دوسری شرائط کو مدِ نظر رکھتے ہوئے نماز پڑھی جائے گی لیکن اگر اس کو دفن ہوئے کافی زمانہ گزر چکا ہو اور قبر میں میت میں تبدیلی پیدا ہو چکی ہو اور اب اسے ''میت'' کا نام نہ دیا جاتا ہو تو پھر نماز میت ساقط ہو جائے گی۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۶، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۳ مسئلہ ۱۷، ص ۳۰۵ مسئلہ ۷، ص ۳۱۱ م ۷ رسالہ توضیح المسائل جلد ۱ ص ۳۵۶ مسئلہ ۶۰۷)

○ مسئلہ ۵۹۷: اگر کوئی شخص نماز میت میں غلطی سے پانچ کی بجائے چار تکبیر کی نیت کر

کے اس پر چار تکبیریں پڑھے اور پانچویں تکبیر نہ کہے لیکن میت کے دفن ہو جانے کے ایک دن بعد متوجہ ہو کہ اس نے پانچویں تکبیر نہیں کہی تھی تو اسے چاہئے کہ قبر پر جا کر پوری نماز کا اعادہ کرے، لیکن اگر عرصہ زیادہ گزر چکا ہو اور میت قبر میں تبدیل ہو چکی ہو کہ اب اسے "میت" نہ کہا جا سکے تو ایسی صورت میں نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ (استفتاآت جلد ا ص ۸۶ سوال ۲۱۸)

○ مسئلہ ۵۹۸: اگر کسی کی میت پر چار تکبیر نماز پڑھی گئی اور بعد میں قبر کو کھودا گیا یا کسی اور وجہ سے میت کو باہر نکالا گیا یا کسی وجہ سے میت باہر نکل آئی تو بھی اس صورت میں نماز میت کا اعادہ واجب نہیں لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس پر نماز پڑھی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۳ مسئلہ ۱۷، ص ۳۱۱ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۵۹۹: اگر کسی میت پر نماز پڑھ کر اسے دفن کر دیا گیا ہو لیکن کسی نے اس کے دفن سے پہلے اس پر نماز نہ پڑھی ہو تو وہ شخص اس کی قبر پر دفن ہونے کے ایک شبانہ روز تک نماز پڑھ سکتا ہے، لیکن اگر اس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ نماز نہ پڑھے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد ا ص ۳۱۳ مسئلہ ۱۸)

○ مسئلہ ۶۰۰: جسے حاکم شریعت کے حکم پر پھانسی دی گئی ہو، اس کو تختہ دار سے اتارنے سے پہلے اس پر نماز میت نہیں پڑھنا چاہئے، بلکہ تین دن گزر جانے کے بعد اسے تختہ دار سے اتار کر اس پر نماز میت پڑھنا چاہئے اسی طرح جو شخص حاکم شریعت کے علاوہ کسی اور کے حکم سے پھانسی پر لٹکایا گیا ہو اس پر بھی اسے اتارے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی بلکہ واجب ہے کہ فوراً اتار کر اس پر نماز ادا کی جائے اور اگر اسے اتارنا ناممکن ہو تو نماز کے تا حد امکان دوسرے شرائط کو پیش نظر رکھ کر اس پر اسی حالت ہی میں نماز پڑھی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۳ م ۱۵)

○ مسئلہ ۶۰۱: واجب نماز کے دوران بھی نماز میت پڑھی جا سکتی ہے لیکن احتیاط مستحب

کی بنا پر بہتر ہے کہ ایسا نہ کریں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴ مسئلہ ۲۱)

○ مسئلہ ۶۰۲: نماز میت کو بار بار بھی پڑھا جا سکتا ہے، نماز پڑھنے والا خواہ ایک ہو یا کئی!! لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے مگر میت کسی اہل علم وشرف اور با بصیرت وصاحب تقویٰ کی ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۶ مسئلہ ۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۳ مسئلہ ۱۶، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۵۵ مسئلہ ۶۰۶)

میت پر کب نماز پڑھی جائے

○ مسئلہ ۶۰۳: میت پر ہر وقت نماز پڑھی جا سکتی ہے اور کسی بھی وقت میں مکروہ نہیں ہے حتی کہ ان اوقات میں بھی پڑھی جا سکتی ہے جن میں فقہاء نے دوسری مستحبی نماز پڑھنا مکروہ قرار دیا ہے چاہے یہ نماز، نماز پڑھنے والے پر واجب ہے یا مستحب ہے (عروہ جلد ۱ ص ۳۱۳ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۶۰۴: نماز میت پڑھنے میں جلدی کرنا مستحب ہے خواہ نماز واجب کے وقت فضیلت میں ہی کیوں نہ ہو اور اگر فریضہ نماز کی فضیلت کا وقت تنگ ہو اس کے باوجود بھی نماز فریضہ کو نماز میت پر مقدم کرنے میں ترجیح حاصل ہو تو اس میں اشکال اور تامل ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۶ مسئلہ ۸، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴ مسئلہ ۲۰)

○ مسئلہ ۶۰۵: مستحب ہے کہ انسان نماز میت کو مستحب اور قضائے واجب نمازوں پر مقدم کرے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴ مسئلہ ۲۰)

○ مسئلہ ۶۰۶: اگر کسی واجب نماز کے وسیع وقت میں جنازہ تیار ہو اور اس پر نماز ادا کرنے سے واجب نماز کے وقت میں مزاحمت نہ ہوتی ہو، ساتھ ہی نماز جنازہ میں تاخیر کی وجہ سے میت خراب ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو انسان کو اختیار حاصل ہے کہ جسے چاہے پہلے پڑھ لے لیکن بہتر ہے کہ نماز جنازہ پہلے پڑھ لی جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۶ مسئلہ ۸ عروہ جلد ۱ ص ۳۱۳ م ۲۰)

○ مسئلہ ۶۰۷: البتہ مسئلہ گزشتہ پر عمل درآمد اس وقت ہوگا جب میت کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ واجب ہو جائے گا کہ اسے نماز واجب سے پہلے پڑھ لیں، نماز مستحبی کا درجہ تو بعد میں آتا ہے بشرطیکہ واجب نماز کے وقت میں وسعت ہو لیکن اگر واجب نماز کا وقت تنگ ہو اور میت کے خراب ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو تو واجب ہے کہ نماز واجب کو پہلے پڑھ لیں، جنازہ کی نماز کو بعد میں۔

لیکن اگر ایک طرف تو میت کے خراب ہونے کا خدشہ ہو اور دوسری طرف واجب نماز کا وقت تنگ ہو تو اگر کسی طرح میت کو خراب ہونے سے بچایا جاسکتا ہو تو ایسا کریں، خواہ اس کیلئے ایسا کرنا پڑے کہ پہلے میت کو قبر میں دفن کر کے نماز واجب کو ادا کریں پھر قبر پر نماز میت ادا کریں اور اگر کسی بھی صورت میں میت کو خراب ہونے سے بچایا نہ جاسکے اور بیان کردہ صورت میں خود دفن کرنا بھی واجب نماز کے وقت میں مزاحم ہو تو پھر واجب نماز کو کم از کم واجبات کے ساتھ پڑھ کر میت کو فوراً دفن کے بعد اس پر نماز ادا کریں اور اگر ممکن ہو تو نماز واجب کو اشاروں کے ساتھ پڑھ کر میت کو دفن کرنے کے بعد اس پر نماز جنازہ پڑھیں گے، ایسی صورت میں واجب نماز کی قضا بھی بعد میں پڑھیں گے۔ (تحریر جلد ا ص ۶۷ مسئلہ ۸، عروہ جلد ا ص ۴۳۱ مسئلہ ۲۰)

نماز میت کیسے پڑھیں؟

○ مسئلہ ۶۰۸: نماز میت میں نہ اذان ہے نہ اقامت اور نہ افتتاحی تکبیریں ہیں اور نہ ہی ان کی دعائیں۔ جنہیں یومیہ نمازوں میں تکبیرۃ الاحرام سے پہلے بجالانا مستحب ہوتا ہے۔ نہ حمد و سورہ کی قرائت ہے، نہ رکوع و سجود ہے، نہ دعائے قنوت نہ تشہد اور نہ ہی سلام ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۳ م ۴، عروہ جلد ا ص ۴۰۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۶۰۹: اگر کوئی شخص گذشتہ تمام یا بعض امور کو شریعت کا حصہ اور نماز میت کا جزو سمجھ کر بجالائے گا تو وہ بدعت اور حرام کا مرتکب ہوگا۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۶۱۰: نماز میت نام ہے پانچ تکبیروں اور ان کے ساتھ دعاؤں کا بایں صورت کہ پہلے نیت کر کے تکبیر کہیں، اس کے بعد کلمہ شہادتین پڑھیں پھر دوسری تکبیر کہیں جس کے بعد محمد وآل محمدؐ پر درود بھیجیں پھر تکبیر سوم کہیں جس کے بعد عام مومنین و مومنات کیلئے دعا کریں پھر چوتھی تکبیر کہہ کر خصوصی طور پر حاضر میت کیلئے دعا کریں اور آخر میں پانچویں تکبیر کہہ کر نماز کو ختم کریں۔

یاد رہے کہ مذکورہ دعاؤں میں ضروری نہیں ہے کہ خاص الفاظ ادا کئے جائیں بلکہ یہ مفہوم ادا ہو جائے تو بھی کافی ہے- جیسا کہ آگے چل کر اس کی وضاحت ہوگی- بنابریں قربت کی نیت اور میت کو- خواہ اجمالی صورت میں- متعین کرنے کے بعد اگر نماز میت میں مندرجہ ذیل صورت اور ترتیب کے ساتھ پڑھی جائے تو بھی کافی ہوگی، مثلاً نیت کے بعد کہے: ۱۔ ''اللّٰہ اکبر، اَشْهَدُاَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ'' ۲۔ ''اللّٰہ اکبر، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ'' ۳۔ ''اللّٰہ اکبر، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' ۴۔ ''اللّٰہ اکبر، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذَا الْمَيِّت'' ۵۔ ''اللّٰہ اکبر'' یعنی ۱: خداوند عالم بزرگ و بالاتر ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ یقیناً خداوند عالم کے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے یقینی رسول ہیں ۔۲: خدایا محمد وآل محمدؐ پر رحمت بھیج ۔۳: خداوند! مومنین و مومنات کو بخش دے ۔۴: اے اللہ اس میت کو بخش دے ۔۵: خداوند عالم بزرگ و بالاتر ہے۔

نوٹ: ارسالہ توضیح المسائل میں ہے کہ اگر میت مرد کی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد مذکورہ دعا پڑھے اور اگر میت عورت کی ہو تو کہے: ''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِهٰذِهِ الْمَيِّتِ'' (اے اللہ! اس میت کو

بخش دے)۔ (رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۲۵۶ مسئلہ ۶۰۸ تحریر جلد ۱ ص ۷۲، ۳۰۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۰۷، ۳۰۹ مسئلہ ۲)

نوٹ ۲: عروۃ الوثقیٰ جلد ۱ ص ۳۰۷ نیز توضیح المسائل میں "اشھد ان محمدا ......" میں لفظ "اشھد" نہیں ہے اور توضیح میں محمد رسول اللہ کے بعد صلی اللہ علیہ وآلہ آیا ہے۔

○ مسئلہ ۶۱۱: مستحب ہے کہ مذکورہ دعاؤں کو کافی نہ سمجھا جائے بلکہ مذکورہ دعاؤں کی جگہ پر پہلی، دوسری، تیسری اور چوتھی تکبیروں کے بعد بالترتیب یہ دعائیں پڑھی جائیں: ۱۔ اللہ اکبر کے بعد کہیں: "اَشْھَدُاَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ اِلٰھًا وَاحِدًا اَحَدًا فَرْدًا صَمَدًا حَیًّا قَیُّوْمًا دَائِمًا اَبَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْکَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں جو یگانہ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اس کا کوئی ہم پلہ نہیں اکیلا وتنہا اور بے نیاز ہے تمام کائنات اس کی نیازمند ہے زندہ ہے قائم ودائم ہے، تمام کائنات کو اپنی جگہ پر برقرار رکھے ہوئے ہے، ہمیشہ اور ابدی ہے، نہ تو اس کی بیوی ہے نہ اولاد اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تاکہ انہیں تمام ادیان پر غلبہ عطا کرے، خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔

نوٹ: ۱۔ رسالہ توضیح المسائل میں ہے بہتر ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد یوں کہے: "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَةِ" میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم وحدہٗ لاشریک ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمدؐ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ نے انہیں

قیامت تک کیلئے برحق خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اللہ اکبر، پھر کہے:

۲۔ ''اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّآلَ مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ مَاصَلَّیْتَ وَبَارَکْتَ وَتَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَآلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ '' خداوندا! تو محمدؐ و آل محمد کو اپنی خاص رحمت کے شامل حال فرما محمد و آل محمدؐ پر اپنی برکتیں نازل فرما، محمد و آل محمدؐ پر رحمتیں نازل فرما، برتر اس رحمت، برکت اور مرحمت کے جو تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل پر نازل فرمائی ہیں یقیناً تو ستودہ صفات اور بزرگی کا مالک ہے اور اپنی رحمت کے شامل حال فرما تمام نبیوں اور رسولوں کو۔

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں اس دعا کے تسلسل میں یہ دعا مذکور ہے: ''وَالشُّهَدَاءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَجَمِیْعِ عِبَادِاللّٰهِ الصَّالِحِیْنَ ''یعنی: اور رحمت کے شامل حال فرما شہداء اور صدیقوں کو اور اللہ کے تمام نیک بندوں کو۔

۳۔ تیسری تکبیر کے بعد کہے:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْهُمْ وَالْاَمْوَاتِ، تَابِعِ اللّٰهُمَّ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ بِالْخَیْرَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ '' خداوندا! تمام مومن مردوں اور تمام مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں اور تمام مسلمان عورتوں کو مغفرت فرما خواہ وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں، خداوندا! نیک اعمال کو ہمارے اور ان کے درمیان متبادل قرار دے یقیناً کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں ''بِالْخَیْرَاتِ'' کے بعد ''اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعَوَاتِ'' (یقیناً تو دعاؤں کو قبول کرتا ہے) کا جملہ موجود ہے۔

۴۔ چوتھی تکبیر کے بعد۔ اگر مرد کی میت ہو تو ۔ کہے:

”اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْمُسَجّٰی قُدَّامَنَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَبَضْتَ رُوْحَہٗ اِلَیْکَ وَقَدِاحْتَاجَ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِہٖ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَانَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْفِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْعَنْ سَیِّئَاتِہٖ وَاغْفِرْلَنَا وَلَہٗ اَللّٰھُمَّ احْشُرْہُ مَعَ مَنْ یَّتَوَلَّاہُ وَیُحِبُّہٗ وَاَبْعِدْہُ مِمَّنْ یَّتَبَرَّأُ مِنْہُ وَیُبْغِضُہٗ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْہُ بِنَبِیِّکَ وَعَرِّفْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَہٗ وَارْحَمْنَا اِذَا تَوَفَّیْتَنَا یَااِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْہُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَارْحَمْہُ وَاِیَّانَا بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ“ اے اللہ! یہ میت کہ جس کے اوپر کپڑا پڑا ہوا ہے اور ہمارے سامنے ہے تیرا بندہ، تیرے بندے اور تیری کنیز کا بیٹا ہے تیرے پاس مہمان ہو کر آ رہا ہے اور تو بہترین مہمان نواز ہے۔ خداوندا! تو نے اس کی روح کو قبض کیا ہے اور اسے اپنی طرف لے گیا ہے، وہ تیری مہر و رحمت کا بہت ہی محتاج ہے اور تو اس کے عذاب دینے سے بے نیاز ہے۔ پروردگارا! ہم اس سے خیر و خوبی کے سوا کچھ نہیں جانتے جبکہ تو ہم سے زیادہ اسے جانتا ہے۔ خداوندا! اگر یہ نیک ہے تو تُو اپنی نیکی اور اپنے احسان کو اس کیلئے زیادہ کردے اور اگر گناہگار اور بدکار ہے تو اس کی برائیوں اور گناہوں سے درگزر فرما اور ہمیں اور اس کو معاف کردے۔ یا اللہ! اسے ہر اس شخص کے ساتھ محشور فرما جس کے ساتھ اس کی محبت اور دوستی ہے اور ہر اس شخص سے دور کردے جس سے وہ بیزاری کرتا تھا، خداوندا اسے اپنے پیغمبرؐ کے ساتھ ملا دے اور اس کے اور پیغمبر اکرمؐ کے درمیان آشنائی اور معرفت کا رابطہ قائم کردے۔ اے عالمین کے معبود حقیقی! جب تو

ہمارے جسموں سے ہماری جانوں کو حاصل کرے گا اُس وقت ہم پر رحم فرما اور اسے اپنے نزدیک بہشت بریں کی بالاترین جگہ (اعلیٰ علیین) میں لکھ دے اور تو خود ہی اس کی اولاد اور باقی ماندہ لوگوں کی خبر گیری فرماتا رہ اور اسے محمد وآل محمد علیہم السلام کے رفیقوں اور دوستوں میں قرار دے اور اس پر اور ہم پر رحم فرما اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! خداوندا! تیری عفو و درگزر کی درخواست ہے، تیری عفو و درگزر کی درخواست ہے، تیری عفو و درگزر کی درخواست ہے۔

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں دعا یوں درج ہے:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ ، اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَانَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنًا فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَاِنْ کَانَ مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْہُ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی اَھْلِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَارْحَمْہُ بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ'' (ترجمہ تقریباً ہو چکا ہے)۔

○ مسئلہ ۶۱۲: مستحب ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد کہا جائے: ''رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ'' اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں دنیا میں نیکی عطا فرما اور آخرت میں بھی نیکی عطا کر اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۸)

○ مسئلہ ۶۱۳: اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ میت مرد کی ہے یا عورت کی تو جائز ہے جو ضمیریں نماز میت کی دعاؤں میں ہیں لفظ ''میت'' کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یا لفظ ''شخص'' کو یا لفظ ''بدن'' یا ''نعش'' کو پیش نظر رکھ کر مذکر کی صورت میں اور ''جثہ'' یا ''جنازہ'' کو پیش نظر رکھ کر مؤنث کی صورت میں دعا کو پڑھا جا سکتا ہے۔

بنابریں اگر نمازی کو معلوم نہیں کہ میت مرد کی ہے یا عورت کی تو اس کیلئے مندرجہ بالا طریقے سے پڑھنا آسان ہے اور دعا یا ضمیروں کے تکرار کی ضرورت نہیں بلکہ اگر جانتا بھی ہو تو پھر بھی دونوں مذکورہ صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں پڑھ سکتا ہے۔ مذکر کی یا مؤنث کی۔ بلکہ اگر لاعلمی یا فراموشی کی وجہ سے مذکر کی جگہ مؤنث اور مؤنث کی جگہ مذکر کی ضمیریں استعمال کرلیں پھر بھی نماز باطل نہیں ہوگی۔ (تحریر جلد اص ۷۴ مسئلہ ا، عروہ جلد اص ۳۰۹ مسئلہ ۵)

○ مسئلہ ۶۱۴: اگر نماز پڑھنے والا چاہتا ہے کہ عورت کی میت کیلئے مؤنث ضمیروں کا استعمال کرے تو چوتھی تکبیر کے بعد اسے یوں کہنا چاہیے:

''اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہِ الْمُسَجَّاۃُ قُدَّامَنَا اَمَتُکَ وَابْنَۃُ عَبْدِکَ وَابْنَۃُ اَمَتِکَ نَزَلَتْ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ، اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ قَبَضْتَ رُوْحَھَا اِلَیْکَ وَقَدِ احْتَاجَتْ اِلٰی رَحْمَتِکَ وَاَنْتَ غَنِیٌّ عَنْ عَذَابِھَا، اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَانَعْلَمُ مِنْھَا اِلَّا خَیْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا مِنَّا اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِنَۃً فَزِدْفِیْ اِحْسَانِھَا وَاِنْ کَانَتْ مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْعَنْ سَیِّئَاتِھَا وَاغْفِرْلَنَا وَلَھَا اَللّٰھُمَّ احْشُرْھَا مَعَ مَنْ تَتَوَلَّاہُ وَتُحِبُّہٗ وَاَبْعِدْھَا مِمَّنْ تَتَبَرَّأُ مِنْہُ وَتُبْغِضُہٗ اَللّٰھُمَّ اَلْحِقْھَا بِنَبِیِّکَ وَعَرِّفْ بَیْنَہٗ وَبَیْنَھَا وَارْحَمْنَا اِذَا تَوَفَّیْتَنَا یَااِلٰہَ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اکْتُبْھَا عِنْدَکَ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِھَا فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْھَا مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَآلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَارْحَمْھَا وَاِیَّانَا بِرَحْمَتِکَ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ''۔ (تحریر جلد ا ص ۷۴ عروہ جلد اص ۳۰۸، رسالہ توضیح المسائل جلد اص ۳۵۶ مسئلہ ۶۰۸)

نوٹ: ترجمہ تقریباً وہی ہے جو مرد کی دعا کا ہے اس میں صرف عورت کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا جائے گا۔

۲۔ رسالہ توضیح المسائل میں یہ دعا یوں مرقوم ہے:

''اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذِهِ اَمَتُکَ وَابْنَةُ عَبْدِکَ وَابْنَةُ اَمَتِکَ نَزَلَتْ بِکَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهَا اِلَّا خَيْرًا وَّاَنْتَ اَعْلَمُ بِهَا مِنَّا اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَتْ مُحْسِنَةً فَزِدْ فِيْ اِحْسَانِهَا وَاِنْ کَانَ مُسِيْئَةً فَتَجَاوَزْ عَنْهَا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا عِنْدَکَ فِيْ اَعْلٰى عِلِّيِّيْنَ وَاخْلُفْ عَلٰى اَهْلِهَا فِي الْغَابِرِيْنَ وَارْحَمْهَا بِرَحْمَتِکَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ'' (ترجمہ وہی ہے جو مرد کیلئے ہے یہاں پر صرف عورت کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کیا جائے گا)

○ مسئلہ ۶۱۵: اگر ''مُسْتَضْعَفْ'' - جو ایمان و تشیع کے مطابق یا اس کے خلاف عقیدہ نہ رکھتا ہو - کی میت ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھی جائے:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَکَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ، رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ'' خداوندا! تو اپنی مغفرت ان لوگوں کے شامل حال فرما جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ پر چلے اور انہیں جہنم کے عذاب سے بچالے پروردگارا! انہیں بھی اور ان کے آباء اور ازواج اور اولاد میں سے جو صالح اور شائستہ لوگ ہیں انہیں اپنی خاص اور جاودانی جنت میں داخل کردے بے شک تو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۸)

نوٹ: اس دعا میں سورہ مومن کی آیات ۷، ۸ سے اقتباس کیا گیا ہے

○ مسئلہ ۶۱۶: اگر میت مجہول الحال ہو - جس کا پتہ نہ چل سکے کہ مومن اور شیعہ ہے یا نہ؟ - کی میت ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے:

''اَللّٰهُمَّ اِنْ کَانَ يُحِبُّ الْخَيْرَ وَاَهْلَهٗ فَاغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَتَجَاوَزْ عَنْهُ'' یعنی

اے اللہ! اگر وہ خیر اور اہل خیر کو دوست رکھتا تھا تو اسے بخش دے، اس پر رحم فرما اور اس سے درگزر فرما۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۹)

○ مسئلہ ۶۱۷: اگر میت نابالغ بچے کی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ پڑھا جائے:

''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لِاَبَوَیْہِ وَلَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَاَجْرًا'' اے اللہ! تو اسے اس کے والدین اور ہمارے لئے آگے بھیجا ہوا، آگے پہنچا ہوا اور مایۂ اجر و ثواب قرار دے (تحریر جلد ا ص ۷۴ عروہ جلد ا ص ۳۰۹)

نوٹ: اگر نابالغ بچی کی میت ہو تو کہا جائے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لِاَبَوَیْھَا وَلَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَاَجْرًا'' (ترجمہ تقریباً اوپر گزر چکا ہے)

○ مسئلہ ۶۱۸: ''مومن'' کیلئے پانچ تکبیر سے کم نماز جنازہ نہیں ہے مگر یہ کہ نماز پڑھنے والا تقیہ کے مقام پر ہو یا میت منافق کی ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۹ مسئلہ تحریر جلد ا ص ۷۳)

○ مسئلہ ۶۱۹: اگر نمازی بعض تکبیریں پڑھنا بھول جائے، تو اسے جب بھی یاد آجائے اور موالات بھی بحال رہے ہے تو بقیہ تکبیروں کو بجالا سکتا ہے اور نماز صحیح ہے، لیکن اگر فاصلہ زیادہ ہو جائے اور موالات ختم ہو چکی ہو تو نماز کو دوبارہ پڑھے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۰۹ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۶۲۰: تکبیروں کے درمیان والی دعاؤں کیلئے ضروری نہیں ہے کہ وارد شدہ دعاؤں کو بعینہٖ اور بغیر کسی کمی بیشی کے کہے، بلکہ ہر دعا پڑھی جا سکتی ہے بشرطیکہ پہلی دعا شہادتین پر مشتمل ہو اور دوسری محمدؐ و آل محمدؐ پر صلوات پر، تیسری مومنین و مومنات کی بخشش پر اور چوتھی خود میت کیلئے خصوصی دعا پر، چنانچہ مندرجہ بالا مطالب پورے ہو رہے ہوں تو ہر دعا کافی ہے۔

○ مسئلہ ۶۲۱: نماز میت میں قرآن مجید کی آیات شریفہ کی قرآئت اور دوسری دعاؤں کا پڑھنا بھی جائز ہے، بشرطیکہ اس حد تک ہوں کہ نماز جنازہ کی صورت محفوظ رہے۔ (عروہ

جلد اص ۳۰۹ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۶۲۲: نماز میت میں واجب مقدار کو عربی زبان ہی میں پڑھنا چاہیے، لیکن اس سے زیادہ کو کسی اور زبان میں پڑھا جا سکتا ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۹ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۶۲۳: اگر نمازی کو دعائیں زبانی یاد نہ ہوں تو وہ لکھی ہوئی دعاؤں کو بھی پڑھ سکتا ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۹ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۶۲۴: اگر نمازی، نماز جنازہ کی تکبیروں میں شک کرے کہ۔ کم کہہ چکا ہے یا زیادہ؟۔ تو کم پر بنا رکھ کر جو تکبیریں اس حساب کے مطابق نہیں کہیں وہ کہے، مثلاً شک کرے کہ جو تکبیر کہہ چکا ہے دوسری تھی یا تیسری تو اسے دوسری سمجھے گا اور اس کی تیسری تکبیر کہے گا، البتہ احتیاط واجب کی بنا پر تکبیروں کے بعد جو دعائیں پڑھے وہ رجائے مطلوبیت کے قصد سے ہوں کہ انشاء اللہ خدا قبول کرے گا کی نیت سے اور اس طرح سے اس شخص والا فریضہ بھی انجام دے گا جس نے کم تکبیریں کہی ہیں اور اس کا بھی جس نے زیادہ کہیں ہیں مثلاً اگر شک کرے کہ جو تکبیر میں نے کہی ہے دوسری تھی یا تیسری؟ تو دوسری پر بنا رکھے لیکن اس کے بعد رجائے مطلوبیت کے قصد سے محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھی بھیجے اور مومنین و مومنات کیلئے دعا بھی پڑھے اس کے بعد تیسری تکبیر کہے پھر مومنین و مومنات کیلئے دعا بھی پڑھے اور میت کی خصوصی دعا بھی پڑھے پھر چوتھی تکبیر کہہ کر میت کی خصوصی دعا پڑھے اور بعد میں رجائے مطلوبیت کے قصد سے پانچویں تکبیر کہہ کر نماز کو مکمل کردے۔ (تحریر جلد اص ۷۴ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۳۰۹ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۶۲۵: جب نمازی دوسری تکبیر کے بعد کی دعا پڑھنے میں مشغول ہو اور شک کرے کہ پہلی تکبیر کہی ہے یا نہیں؟ یا جب تیسری تکبیر کے بعد کی دعا پڑھنے میں مشغول ہو اور شک کرے کہ دوسری تکبیر کہی ہے یا نہیں؟ تو اس بات پر بنا رکھے گا کہ اسے بجالایا ہے اور اپنے شک

کی پرواہ نہ کرے اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر احتیاط پر عمل بہتر ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۰۹ مسئلہ ٦)

ایک وقت میں کئی جنازے

○ مسئلہ ٦۲٦: اگر ایک جگہ پر دو یا کئی جنازے رکھے ہوں تو ایسی صورت میں جائز ہے کہ ہر ایک جنازے پر علیحدہ علیحدہ نماز میت پڑھی جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ سب پر ایک مشترکہ نماز ادا کی جائے حتی کہ اگر بعض میتوں پر نماز پڑھنا واجب ہو اور بعض پر مستحب ہو، البتہ بہتر ہے کہ ہر ایک پر جداگانہ نماز پڑھی جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ٦۷ مسئلہ ۹، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴ مسئلہ ۲۲، ص ۳۱٦ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ٦۲۷: گذشتہ مسئلہ میں مذکور حکم اس صورت میں ہے کہ جب نماز میں تاخیر کی وجہ سے بعض میتوں کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ سب پر ایک مشترکہ نماز پڑھی جائے یا ان جنازوں پر پہلے نماز پڑھی جائے جن کے جلد خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۷ مسئلہ ۹، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴ مسئلہ ۲۲)

نوٹ: عروہ میں صرف دو جنازوں کا تذکرہ ہے اور اس کی جلد ۱ ص ۳۱٦ مسئلہ ۱ میں جو تذکرہ ہے اس سے دو یا کئی جنازوں کے درمیان فرق نہیں رہے گا۔

○ مسئلہ ٦۲۸: مشترک نماز میں چوتھی تکبیر کے بعد "دو یا کئی جنازوں" کیلئے تثنیہ اور جمع نیز مذکر اور مؤنث کا بھی خاص خیال رکھا جائے گا البتہ جیسا کہ گزر چکا ہے تمام صورتوں میں جائز ہے کہ ضمیر کو "میت" کے لفظ کے لحاظ سے مذکر یا لفظ "جنازہ" کے لحاظ سے مؤنث لایا جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۷۷ مسئلہ ۹، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۴، ص ۳۱٦ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ٦۲۹: مشترک نماز پڑھنے کی صورت میں جنازوں کو ایک دوسرے کے برابر

نماز پڑھنے والے کے آگے رکھا جائے اسی لئے احتیاط واجب کی بنا پر جنازوں کو تو سیڑھی کی مانند ایک صف میں نہ رکھا جائے کہ ایک جنازے کا سر دوسرے کی ران کے برابر رکھا ہو اور نمازی صف کے درمیان کھڑا ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۷۷ مسئلہ ۹، عروہ جلد ا ص ۳۹۶ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۶۳۰: جنازوں کو نمازی کے محاذی (سامنے) رکھنے کی صورت میں بہتر ہے کہ اگر عورتوں اور مردوں کے جنازے ہوں تو مردوں کو۔ خواہ وہ آزاد ہوں یا غلام۔ نمازی کے قریب رکھا جائے گا اسی طرح اگر آزاد اور غلاموں کے جنازے ہوں تو آزاد کو غلاموں پر مقدم کریں گے اور عورتوں اور بچوں کی صورت میں اگر بچہ چھ سال کا ہو اور آزاد ہو تو اسے نمازی کے قریب رکھا جائے گا لیکن اگر تمام میتیں تمام صفات میں برابر ہوں تو پھر اس شخص کو مقدم کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے جو علم و فضل اور دیگر دینی صفات کا حامل ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۶ م ا)

○ مسئلہ ۶۳۱: اگر ایک میت پر نماز جنازہ پڑھی جا رہی ہو تو اسی اثنا میں ایک دوسرا جنازہ لایا جائے۔ بشرطیکہ پہلے یا دوسرے یا دونوں جنازوں کے جلد خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ تو نمازی کو مندرجہ ذیل امور میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہوگا:

ا۔ پہلی میت پر نماز مکمل کرنے کے بعد دوسری میت پر نماز پڑھے۔

۲۔ پہلی نماز کو توڑ کر اور دونوں میتوں کو ملا کر مشترکہ نماز پڑھے۔

۳۔ پہلی نماز کو نہ توڑے لیکن باقی ماندہ تکبیروں میں دوسرے کو بھی شریک کرلے اور دونوں کے بارے میں اپنے شرعی فریضہ کو ادا کرے اور ان میں سے ہر ایک کیلئے مخصوص دعا کو پڑھے اور پہلی نماز کے مکمل ہونے کے بعد دوسری کو جاری رکھے اور بقیہ تکبیریں اور دعائیں جو دوسری کے ساتھ مختص ہیں انجام دے۔

مثلاً اگر پہلی تکبیر کہنے کے بعد دوسری میت کو لایا جائے تو نمازی دوسری میت کو پہلی کے

ساتھ باقی ماندہ تکبیروں میں شریک کرلے جس کا نتیجہ ہوگا کہ پہلی میت کی دوسری تکبیر، دوسری میت کی پہلی تکبیر ہوگی۔ اور اس کی تیسری، دوسری کی دوسری ہوگی، پہلی کی چوتھی اور دوسری کی تیسری ہوگی اور پہلی کی پانچویں دوسری کی چوتھی ہوگی۔ پہلی کی تکبیریں مکمل ہونے کے بعد دوسری کی تکبیروں کو مکمل کرے گا۔ اور ہر ایک کی مخصوص تکبیر بجالانے کے بعد اس کی مخصوص دعا پڑھے گا اور مشترک تکبیر کے بعد دونوں کی متعلقہ دعاؤں کو جمع کر کے پڑھے مثلاً اس تکبیر کے بعد جو کہ دوسری میت کی پہلی تکبیر ہے اور پہلی کی دوسری تکبیر ہے، پہلے شہادتین دوسری کیلئے پڑھے اور اور ساتھ ہی پہلی کیلئے محمد و آل محمدؐ پر صلوات پڑھے گا اسی طرح باقی تکبیروں اور دعاؤں کی کیفیت ہے

ایک اور مثال: اگر تیسری تکبیر سے پہلے ایک اور میت کو لایا جائے تو نمازی تکبیر کہہ کر پہلی میت کیلئے مومنین و مومنات کیلئے دعا پڑھے گا اور ساتھ ہی دوسری میت کیلئے شہادتین پڑھے گا اور چوتھی تکبیر کے بعد پہلی میت کی مخصوص بخشش کی دعا پڑھے گا اور دوسری میت کیلئے محمد و آل محمدؐ پر صلوات پڑھے گا بعد میں پانچویں تکبیر کہے گا جس سے پہلی میت کی نماز مکمل ہو جائے گی اور وہ دوسری کیلئے اپنا فریضہ انجام دے گا یعنی اس پر تیسری تکبیر ہوگی جس کے بعد مومنین و مومنات کیلئے دعا پڑھے گا پھر تکبیر چہارم کہہ کر میت کی بخشش کی مخصوص دعا پڑھ کر تکبیر کہے گا اسی طرح سے دوسری میت کی نماز بھی مکمل ہو جائے گی۔ (تحریر جلد اص ۷ے مسئلہ ۱۰، عروہ جلد اص ۳۱۴ م ۲۳)

○ مسئلہ ۶۳۲: ہر مشترک تکبیر کے بعد نمازی کو اختیار حاصل ہے چاہے تو پہلی میت سے متعلق اپنا فریضہ انجام دے اور چاہے تو دوسری سے متعلق۔ (عروہ جلد اص ۳۱۵ مسئلہ ۲۳)

○ مسئلہ ۶۳۳: اگر پہلی میت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو نمازی کو چاہیئے کہ مسئلہ ۶۳۱ میں بیان کردہ صورتوں میں سے لازمی طور پر پہلی صورت پر عمل کرے، یعنی اسی پر نماز مکمل کرنے کے بعد دوسری پر نماز پڑھے اور اگر دوسری میت کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو لازم

ہے کہ اس مسئلہ کی دوسری شق پر عمل کرے یا پہلی نماز کو توڑ کر دوسری کیلئے پڑھنا شروع کر دے اور اس کے بعد دوبارہ پہلی پر نماز پڑھے اور اگر دونوں میتوں کے باہم خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو پھر دیکھیں گے کہ آیا پہلی نماز کو توڑ کر دونوں پر بیک وقت نماز پڑھنا ممکن ہے اور کم سے کم وقت صرف ہوتا ہے یا نہ؟ اگر کم وقت صرف ہوتا ہے تو پھر ایسا کیا جائے گا ورنہ احتیاط واجب کی بنا پر پہلی نماز کو نہیں توڑا جائے گا۔ (عروہ جلد اص ۳۱۵ مسئلہ ۲۳)

باجماعت نماز جنازہ

○ مسئلہ ۶۳۴: میت پر باجماعت نماز پڑھنا مستحب ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۲، عروہ جلد اص ۳۰۵ مسئلہ ۱۱، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۳۵: ایک ہی وقت میں میت پر کئی جماعتوں کے ساتھ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

نوٹ: مزید تفصیل کیلئے فصل ہفتم کی بحث "نیت" کے وجوب واستحباب کا مطالعہ کیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۴ مسئلہ ۵ تحریر جلد اص ۷۲ مسئلہ ۵)

امام جماعت کے شرائط

○ مسئلہ ۶۳۶: ضروری نہیں ہے کہ نماز جنازہ پڑھانے والے میں وہی شرائط پائے جائیں جو نماز پنجگانہ پڑھانے والے میں پائے جاتے ہیں مثلاً بالغ، عاقل، شیعہ اثنا عشری، عادل، مَردوں کے پڑھانے کیلئے مرد ہونا اور حلال زادہ ہونا۔ اسی طرح ان دوسری شرائط جماعت کا ہونا بھی اس میں ضروری نہیں ہے سوائے ان شرائط کے جو عرف عام کے لحاظ سے اس میں داخل ہیں اور ان کے بغیر عرفی طور پر نماز جماعت شمار نہیں ہوتی، مثلاً امام سے ماموین بہت

دور نہ ہوں اور نہ ہی ان صفوں کے لحاظ سے ایک دوسرے سے زیادہ دور ہوں اسی طرح صفوں کے درمیان یا امام جماعت اور جنازے کے درمیان کوئی ضخیم چیز حائل اور مانع ہو۔

بنابریں اگر نماز میت میں امام جماعت ماموین سے زیادہ بلند ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا یا ماموین کے کھڑے ہوتے ہوئے امام اگر بیٹھ کر نماز پڑھائے تو بھی نماز صحیح ہوگی البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ نماز جنازہ کیلئے بھی امام جماعت کو انہی شرائط کا حامل ہونا چاہئے جو دوسری نمازوں کیلئے امام جماعت کی ہوتی ہیں۔ (تحریر جلد اص ۲۷ مسئلہ ۴، عروہ جلد اص ۳۰۵ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۶۳۷: اس نماز میں امام جماعت ماموین کی کسی بھی چیز کو اپنے ذمہ نہیں لیتا - کیونکہ نماز میت میں سورہ حمد یا کسی اور سورہ کی قرائت نہیں ہوتی - اسی لئے ضروری ہے کہ دعائیں اور تکبیریں خود پڑھیں۔ (تحریر جلد اص ۲۷ مسئلہ ۱۴، عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۲، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۷ مسئلہ ۶۱۰)

○ مسئلہ ۶۳۸: نماز جنازہ کی جماعت کیلئے مستحب ہے کہ پیش نماز ماموین کی صفوں سے آگے اور اکیلا کھڑا ہو، جس طرح عام نمازوں میں کھڑے ہوتے ہیں اور ماموین اس کے پیچھے پیچھے کھڑے ہوں، بلکہ پیش نماز کے پہلو میں کھڑے ہونا مکروہ ہے اگرچہ ماموم ایک ہی فرد کیوں نہ ہو- البتہ یہ سب اس صورت میں ہے جب امام جماعت عورت یا ماموین کی جماعت لباس سے عاری افراد پر مشتمل نہ ہو کہ جن کے احکام بعد میں بیان ہوں گے- (عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۶)

○ مسئلہ ۶۳۹: جائز ہے کہ نماز جنازہ پڑھانے کیلئے عورتوں کی پیش نماز عورت ہو اور احتیاط واجب کی بنا پر اسے عورتوں کی صف ہی میں کھڑا ہونا چاہئے ان سے آگے نہیں۔ (عروہ

جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۲)

○ مسئلہ ۶۴۰: اگر صرف ایک عورت مرد کی اقتداء کرنا چاہے تو مستحب ہے کہ اس کے پیچھے کھڑی ہو اور اگر مرد بھی اس کی اقتدا کرنا چاہتے ہیں تو پیش نماز کے پیچھے صف بنائیں گے اور عورت ان کی صف کے پیچھے کھڑی ہوگی اور اگر ان میں حائض عورت بھی ہو تو اسے زن و مرد کی صفوں سے پیچھے ہٹ کر علیحدہ کھڑا ہونا چاہئے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۷)

○ مسئلہ ۶۴۱: کے درج کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ مفروضہ صورت کبھی پیش نہیں آتی۔ واللہ اعلم (مترجم)

نماز جماعت کے کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۶۴۲: میت پر نماز جماعت ادا کرتے ہوئے ایک امام جماعت سے دوسرے امام جماعت کی طرف عدول کیا جا سکتا ہے۔

○ مسئلہ ۶۴۳: اس نماز جماعت کو اختیاری حالت میں توڑنا جائز ہے۔ (عروہ ج اص ۳۰۶ م ۱۸)

○ مسئلہ ۶۴۴: نماز جماعت کے دوران جماعت سے علیحدہ ہو کر فرادیٰ کی نیت سے نماز پڑھنا جائز ہے مگر تین شرائط کے تحت:

الف: نماز پڑھنے والا میت سے زیادہ دور نہ ہو۔ ورنہ دوری کی وجہ سے فرادیٰ کی نماز صحیح نہیں ہو گی۔

ب: اس کے جنازہ کے درمیان کوئی چیز حائل یا مانع نہ ہو۔

ج: میت کے محاذی سمت سے خارج نہ ہو۔ جو فرادیٰ نماز میں معتبر ہوتی ہے۔ (تحریر

جلد اص ۲۷ مسئلہ ۶ عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۸)

○ مسئلہ ۶۴۵: اگر کوئی شخص پہلی تکبیر امام جماعت سے پہلے کہے تو اسے اختیار حاصل ہے کہ فرادیٰ کی نیت سے نماز پڑھ کر مکمل کرے یا چاہے تو اس کو توڑ کر با جماعت نماز پڑھنے کیلئے دوبارہ تکبیر کہے اور نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرے۔ (عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۶۴۶: اگر۔ پہلی تکبیر کے علاوہ۔ کسی دوسری تکبیر کو سہواً یا عمداً امام جماعت سے پہلے کہے تو بھی اسے اختیار حاصل ہے کہ وہیں سے فرادیٰ کی نیت کرکے اکیلے نماز کو مکمل کرے یا پھر صبر کرے کہ امام جماعت تکبیر کہے تاکہ اس کے ساتھ مل کر نماز کو جماعت کے ساتھ مکمل کرے لیکن اگر جان بوجھ کر امام سے پہلے تکبیر نہیں کہی تو بنا بر احتیاط مستحب بہتر ہے کہ امام جماعت کی تکبیر کہنے کے بعد دوبارہ تکبیر کہے، لیکن اگر جان بوجھ کر پہلے کہہ دی تو احتیاط واجب کی بنا پر دوبارہ تکبیر نہ کہے اور اسی طرح کے اقدام سے نماز جماعت اور امام اقتدا پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ (عروہ جلد اص ۳۰۷ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۶۴۷: اگر کوئی شخص نماز جماعت کے دوران آجائے تو وہ نماز جماعت میں شریک ہوسکتا ہے اور امام جماعت کی جس تکبیر کے ساتھ آملا ہے اسے اپنی پہلی تکبیر قرار دے کر اپنے فریضہ کو وہیں سے ادا کرنا شروع کردے اور اپنی تکبیر کے بعد شہادتین پڑھے اسی طرح امام جماعت کی تکبیر کے ساتھ تکبیر بھی کہتا جائے مگر دعا کو پڑھتے ہوئے اپنے فریضہ کو پورا کرے اور اپنی اسی تکبیر کے بعد اس سے متعلقہ دعا کو پڑھے مثلاً اگر امام جماعت کی تیسری تکبیر کے ساتھ آملا ہے تو اس کی پہلی اور امام جماعت کی تیسری تکبیر ہوگی تو وہ پہلی تکبیر کے بعد کی دعا یعنی شہادتین کہے گا اسی طرح باقی تکبیریں اور دعائیں ہیں اور جب امام جماعت کی نماز مکمل ہوجائے تو وہ بقیہ تکبیریں اور دعائیں از خود پڑھ کر نماز کو مکمل کرے گا خواہ ضرورت کے مطابق اسے مختصر ہی کیوں

نہ پڑھنا پڑیں اور اگر مجمع زیادہ ہو اور ہجوم ہو کہ اُسے مختصر طور پر بھی پڑھنا مشکل ہو جائے تو پھر دو صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل کر سکتا ہے۔

الف : اپنی جگہ پر کھڑا رہے اور صرف باقی ماندہ تکبیروں کو بغیر کسی دعا کے پڑھے نماز کو مکمل کرے۔

ب: یہ بھی جائز ہے کہ پیدل چلتے ہوئے جنازے کے پیچھے پیچھے باقی نماز کو بجا لائے، بشرطیکہ رو بقبلہ ہو اور نماز جماعت کی دیگر شرائط پوری ہونے کا امکان ہو۔ (تحریر جلد اص ۷۵ مسئلہ ۴، عروہ جلد اص ۳۰۷ مسئلہ ۲۰)

نماز جنازہ کے آداب و مستحبات فرادیٰ اور با جماعت

○ مسئلہ ۶۴۸: یہ بات پیش نظر رہے کہ مندرجہ ذیل امور میں سے بعض کا استحباب شرعی ثابت نہیں لیکن انہیں رجائے مطلوبیت کے قصد سے بجا لانا کہ شاید مقبول بارگاہ رب العزت ہوں، اشکال سے خالی ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۱۵)

○ مسئلہ ۶۴۹: مستحب ہے کہ نماز جنازہ کو وہاں پڑھا جائے جہاں اس کیلئے جگہ مقرر کی گئی ہے اور وہاں پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے اکٹھا ہونے کا گمان ہوتا ہے البتہ یہ بات عقلی ترجیحات کے زمرے سے تعلق رکھتی ہے اس کا شرعی رجحان ثابت نہیں۔ (تحریر جلد اص ۷۸، عروہ جلد اص ۳۱۶ مسئلہ ۷، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۰: مستحب ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں نہ پڑھی جائے، بلکہ مسجد الحرام کے سوا کسی بھی مسجد میں اس کا پڑھنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۸، عروہ جلد اص ۳۱۶ مسئلہ الثامن، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۹ مسئلہ ۶۱۲)

○ مسئلہ ۶۵۱: مستحب ہے کہ نماز میت باطہارت- یعنی وضو، غسل یا تیمم کرکے- پڑھی جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۵ مسئلہ ۱، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۲: جب نماز جماعت ادا کی جارہی ہو تو مستحب ہے کہ امام جماعت- نا کہ باقی ماموین- نیز وہ شخص بھی جو فرادیٰ نماز پڑھنا چاہتا ہے اگر مرد کی میت ہو- خواہ بچہ ہی کیوں نہ ہو- اس کی کمر کے برابر کھڑا ہوگا اور اگر میت عورت کی ہے- خواہ بچی ہی کیوں نہ ہو- اس کے سینے کے برابر کھڑا ہو اور اگر میت مخنث کی ہے تو پھر نماز پڑھنے والے کو اختیار ہے کہ عورت کی میت کی مانند اس کے سینہ کے برابر کھڑا ہو اور چاہے تو مرد کی میت کی مانند اس کی کمر کے برابر کھڑا ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۷۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۵ الثانی، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۳: اگر نماز پڑھنے والا مذکر اور مونث دونوں پر مشترک نماز پڑھنا چاہتا ہے تو دونوں میتوں کو اس طرح رکھا جائے کہ مرد کی کمر اور عورت کے سینے کو برابر کرکے جنازے رکھے جائیں گے، اس کے بعد نماز ادا کی جائے اور دونوں کی میت کے استحباب پر بھی عمل ہو جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۵ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۶۵۴: مستحب ہے کہ نمازی جوتے اتار کر نماز ادا کرے، بلکہ مستحب ہے کہ خاص کر امام جماعت ننگے پاؤں نماز پڑھائے حتیٰ کہ جوراب اور موزے بھی اتار دے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۵: مستحب ہے کہ امام جماعت جنازے کے اس قدر قریب کھڑا ہو کہ اگر ہوا اس کے لباس کو حرکت دے تو وہ جنازے کو جا چھوئے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۶: اکیلی عورت یا اکیلے مرد کا نماز میت ادا کرنا اگرچہ کافی ہے لیکن پھر بھی

مستحب ہے کہ اسے جماعت کے ساتھ پڑھا جائے، جیسا کہ بتایا جا چکا ہے۔ (تحریر جلد اص ۷۸، عروہ جلد اص ۳۱۶ التاسع، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۵ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۵۷: مردوں کی جماعت یا مردوں اور عورتوں کی جماعت۔ نہ فقط عورتوں اور ننگوں کی جماعت۔ میں مستحب ہے کہ امام جماعت ماموین سے آگے کھڑا ہو اور ماموین اس کے پیچھے کھڑے ہوں بلکہ ماموین کا امام جماعت کے پہلو میں کھڑا ہونا مکروہ ہے خواہ ماموم ایک شخص ہی ہو۔ (عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۶)

○ مسئلہ ۶۵۸: گزشتہ مسئلہ کی روشنی میں نماز یومیہ میں اگر ماموم ایک شخص ہو تو امام کے دائیں طرف کھڑا ہوگا مگر نماز میت میں مستحب ہے کہ امام کے پیچھے کھڑا ہو بلکہ مکروہ ہے کہ اس کے پہلو میں کھڑا ہو۔ (عروہ جلد اص ۳۰۶ مسئلہ ۱۶، ص ۳۱۶ مسئلہ ۱۰، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

نوٹ: مرآۃ الکمال ج ۳ ص ۵۱۸ میں جواہر الکلام کے حوالہ سے مذکور ہے کہ: ”نماز میت کی جماعت میں بہترین صف سب سے آخری صف ہے، برخلاف نماز یومیہ کے کہ اس کی بہترین صف سب سے پہلی صف ہے“ (جواہر الکلام جلد ۴ ص ۲۶۴)

○ مسئلہ ۶۵۹: اگر نماز میت میں حائض عورت شریک ہو تو مستحب ہے کہ وہ تنہا اور الگ صف میں کھڑی ہو اور نمازیوں کی صفوں میں داخل نہ ہو۔ (عروہ جلد اص ۳۱۶، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۶۰: مستحب ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز سے پہلے تین مرتبہ ”الصلوٰۃ“ کہے اور یہ نماز میت کی اقامت کی جگہ پر ہے اور احتیاط واجب کی بنا پر اسے شرعی ورود کے قصد سے نہیں بلکہ رجاء مطلوبیت کے قصد سے کہا جائے کہ شاید مقبول بارگاہ خداوندی ہو۔ (تحریر جلد اص ۷۷، عروہ جلد اص ۳۱۶، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۶۱: مستحب ہے کہ نمازی ہر تکبیر کہتے وقت خاص کر پہلی تکبیر کے وقت ہاتھوں کو بلند کرے۔ (تحریر جلد ا ص ۷۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۶۲: مستحب ہے کہ نماز میت میں امام جماعت تکبیروں اور دعاؤں کو بلند آواز سے پڑھے اور ماموین آہستہ سے پڑھیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ مسئلہ ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۶۳: نماز پڑھنے والے کیلئے مستحب ہے کہ میت اور دوسرے مومنین کیلئے زیادہ سے زیادہ مغفرت کی دعا مانگے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۸ م ۶۱۱)

○ مسئلہ ۶۶۴: بعض علماء کا نظریہ یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد اور میت کیلئے دعا کرنے کے وقت مستحب ہے کہ ہاتھوں کو اوپر اٹھایا جائے، لیکن ہمارے نظریہ کے مطابق احتیاط واجب کی بنا پر شرعی حیثیت سے نہیں بلکہ رجائے مطلوبیت کے قصد سے انجام دیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۱ مسئلہ ۱۴)

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۵۲۵ میں ہے کہ: ”مستحب ہے کہ نماز پڑھنے والا نماز سے فارغ ہونے کے بعد اُس وقت تک اپنی جگہ پر کھڑا رہے جب تک وہاں سے جنازے کو اٹھا نہ لیا جائے“۔

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل پانزدہم (۱۵)

منزل مقصود کو رواں دواں

روایات معصومینؑ کی رہنمائی:

۱۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو شخص حرم میں دفن ہو ''اٰمِنَ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ'' وہ روز قیامت کے عظیم ترین ہنگامے اور خوف ہراس سے محفوظ رہے گا۔

راوی نے کہا میں نے امامؑ سے پوچھا: ''خواہ وہ نیک ہو یا بدکار؟'' حضرتؑ نے فرمایا: ''اس میں کوئی فرق نہیں خواہ وہ نیک ہو یا گناہگار''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۳۳ ب۱۳ روایت ۱)

۲۔ ایک اور روایات میں ہے کہ نجف (اشرف) کی سرزمین کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جو شخص وہاں پر دفن ہوتا ہے اس سے عذاب قبر اور منکر ونکیر کے سوالات ساقط ہو جاتے ہیں۔ (مہذب الاحکام سبزواری جلد۴ ص ۲۴۰)

۳۔ اسی طرح متواتر روایات میں مذکور ہے کہ تمام حضرات ائمہ علیہم السلام کے روضہ ہائے اقدس میں مُردوں کو دفن کرنے کی وجہ سے دفن ہونے والوں سے منکر ونکیر کے سوال ساقط ہو جاتے ہیں۔ (ایضاً)

الف: میت کی تدفین سے پہلے حمل ونقل

○ مسئلہ ۶۶۵: میت کو اس شہر سے جس میں اس کی وفات ہوئی ہے روضہ ہائے اقدس اور مقامات مقدسہ کے علاوہ کسی دوسرے شہر میں منتقل کرنا اگر اس کے خراب ہونے یا تبدیل

ہو جانے کا اندیشہ ہو یا مسافت کی دوری یا تدفین میں تاخیر یا کسی اور وجہ سے اس کی ہتک حرمت ہوتی ہو تو مسلماً جائز نہیں اور روضہ ہائے مشرفہ اور مقامات مقدسہ کی طرف اسے منتقل کرنے میں بھی مذکورہ موانع ہوں یا زندہ لوگوں کی اذیت کا سبب ہو تو اس میں تامل اور اشکال ہے اور احتیاط واجب کی بنا پر جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر ایسا نہ ہوتا ہو تو مقامات مقدسہ کے سوا کسی اور شہر میں اسے لے جانا جائز مگر مکروہ ہے اور مقامات مقدسہ یا روضہ ہائے مشرفہ کی طرف لے جانا اور وہیں جا کر دفن کرنا۔ مثلاً عرفات سے مکہ مکرمہ یا کسی جگہ سے نجف اشرف لے جانا کہ جہاں دفن کرنے سے عذاب قبر اور قبر میں نکیرین کے سوال ساقط ہو جاتے ہیں اسی طرح کربلا معلیٰ، کاظمین شریفین، مشہد مقدس اور دیگر ائمہ علیہم السلام کی قبور و حرم کی طرف نیز علماء اور صالح افراد کی قبور کی طرف لے جا کر دفن کرنا۔ مکروہ نہیں بلکہ مستحب بھی ہے۔ (تحریر جلد اص ۸۳ م ۱، عروہ جلد اص ۳۲۸ مسئلہ ۲۱)

○ مسئلہ ۶۶۶: میت کو کسی ایک مقدس مقام سے کسی دوسرے مقدس مقام کی طرف بعض ترجیحات کی بنا پر منتقل کر کے لے جانا بھی مستحب ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۲۸ مسئلہ ۲۱)

ب: تدفین کے بعد میت کی حمل و نقل

○ مسئلہ ۶۶۷: اگر دفن کے بعد کسی میت کو قبر سے باہر نکالیں یا خود بخود کسی وجہ سے قبر سے باہر آ جائے۔ مثلاً کسی درندے نے اسے باہر نکال دیا یا کسی ظالم و جابر نے نکالا یا کسی اور وجہ سے باہر آ جائے تو ایسی میت غیر مدفون کے حکم میں ہوگی اور اس پر دفن سے پہلے کے احکام لاگو ہوں گے اور دفن سے پہلے یا بعد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا۔ لیکن میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں منتقل کرنے کیلئے قبر کا کھودنا قطعاً جائز نہیں سوائے روضہ ہائے معصومین علیہم السلام یا مقدس مقامات کی طرف منتقل کرنے کے، البتہ ان مقامات کی طرف منتقل کرنے کیلئے قبر کا کھودنا

بھی اشکال سے خالی نہیں اور احتیاط واجب یہ ہے کہ یہ بھی جائز نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳ مسئلہ ۱، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۸ مسئلہ ۲۱)

○ مسئلہ ۶۶۸: چونکہ میت کو دفن کرنا واجب ہوتا ہے، لیکن اگر اسے دفن نہ کیا جائے بلکہ ایک تابوت میں بطور امانت رکھا جائے تاکہ بعد میں اسے مقامات مقدسہ کی طرف منتقل کیا جائے اور قبر کو کھودنا پڑے تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ میت کو معروف طریقے سے دفنانا اور زمین کے اندر چھپانا واجب ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳ م ۱، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۱ م ۷)

توجہ کے قابل

اگر مرنے والا وصیت کرے کہ "اسے مرنے کے بعد فلاں مقدس مقام میں دفن کیا جائے" تو اس بارے میں بیسویں فصل کی "قبر کھودنے" کی بحث میں تفصیلی حکم ملاحظہ کریں۔

☆……☆……○……☆……☆……○……☆……☆……○……☆

فصل شانزدہم (۱۶)

پہنچ گئے تنہائی کے گھر

روایات معصومینؑ کی رہنمائی:

ا۔ حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ''یہ جو میت کو دفن کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے تاکہ میت کے جسم کی خرابی، اس کا ''ناخوشگوار منظر'' اور اس کے جسم سے اٹھنے والی بدبو لوگوں پر ظاہر نہ ہونے پائے اور لوگ اس کی بدبو اور جسمانی خرابی کی وجہ سے اذیت سے دوچار نہ ہوں نیز یہ بھی کہ میت دوستوں اور دشمنوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہے تاکہ دشمن اس کی خرابی کی وجہ سے خوشی نہ منائیں اور دوستوں کو اس کی تکلیف نہ ہو۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۱۹ باب ا روایت ا)

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا: ''جو شخص خدا کی خوشنودی -یا ثواب کے حصول کیلئے- کسی مسلمان کی قبر کھودے تو ''حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ وَبَوَّأَهُ بَيْتًا مِنَ الْجَنَّةِ وَاَوْرَدَهُ حَوْضًا فِيهِ مِنَ الْاَبَارِيقِ عَدَدُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ ، عَرْضُهُ مَابَيْنَ اَيْلَةَ وَصَنْعَاءَ '' خداوند عالم اس پر جہنم کی آگ حرام کردے گا اور بہشت میں اس کو ایک گھر میں ٹھہرائے گا، اسے ایک ایسے حوض پر لے جائے گا جس میں آسمانی ستاروں کی تعداد میں آفتابے ہوں گے جس کی چوڑائی ایلہ -مصر و شام کے درمیان ایک معروف شہر- اور صنعاء -یمن کا دارالحکومت- کے برابر ہوگی''۔

۳۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت بدکاری کا ارتکاب کیا کرتی تھی، اپنی اولاد کو ساقط کر کے اسے اپنے رشتہ داروں کے خوف سے جلا دیا کرتی تھی اور اس ماجرا کا علم اس کی ماں کے علاوہ کسی کو نہیں تھا حتیٰ کہ وہ مرگئی اور اسے دفن کرنے کیلئے قبرستان لے گئے، لیکن قبرستان کی زمین نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور اسے باہر نکال پھینکا، مجبوراً دوسری جگہ پر لے گئے مگر وہاں پر بھی ویسا ہی ماجرا رونما ہوا آخر مجبور ہو کر اس کے رشتہ دار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام داستان آپؑ سے بیان کی، حضرتؑ نے اس کی ماں سے پوچھا: ''یہ عورت اپنی زندگی میں کونسے گناہ کا ارتکاب کیا کرتی تھی؟'' اس نے تمام واقعہ آپ کی خدمت میں بیان کیا، تو حضورؑ نے اسے فرمایا: ''اِنَّ الْاَرْضَ لَاتَقْبَلُ هٰذِهٖ لِاَنَّهَا كَانَتْ تُعَذِّبُ خَلْقَ اللّٰهِ بِعَذَابِ اللّٰهِ، اِجْعَلُوْا فِيْ قَبْرِهَا شَيْئًا مِنْ تُرْبَتِ الْحُسَيْنِ علیہ السلام'' زمین اسے ہرگز قبول نہیں کرے گی، کیونکہ وہ مخلوق خدا کو اس عذاب سے معذب کرتی تھی جو خدا کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ یعنی آگ میں جلانا۔ لہٰذا ایسا کرو کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر کی تھوڑی سی مٹی۔ خاک شفا۔ اس کی قبر میں جا کر رکھو۔ تاکہ قبر اسے قبول کرلے۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے اسے قبر میں چھپا دیا۔ (وسائل الشیعہ ج ۲ ص ۳۰ روایت ۲)

دفن کے احکام

○ مسئلہ ۶۶۹: واجب ہے کہ زمین کو کھود کر میت کو اس کے اندر دفن کریں اور جب تک ایسا کرنے پر قادر ہیں، جائز نہیں ہے کہ اسے کسی دوسری صورت میں دفن کریں مثلاً میت کو سطح زمین پر رکھ کر اس کے اطراف کو بند کر دیں۔ یا پتھر اور لوہے کا ہی تابوت کیوں نہ ہو اس۔ تابوت

میں رکھ دی جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۷)

○ مسئلہ ۶۷۰: قبر کی گہرائی اس حد تک ہو کہ اس سے دو طرح کے اطمینان حاصل ہو جائیں:

الف: میت کا بدن درندوں اور جانوروں کی دستبرد سے محفوظ ہو اور اسے باہر نہ نکال سکیں۔

ب: اس کی بدبو باہر نہ آئے کہ جس سے لوگوں کو اذیت ہو۔

○ مسئلہ ۶۷۱: اگر اتفاق سے کسی بھی صورت میں۔ مثلاً درندے اور لوگ نہیں ہیں یا قبر کو بہت مضبوط بنایا گیا ہو اور میت کو زمین میں دفن کرنے کے بعد اس کے اوپر قبر مضبوط بنائی گئی ہو جس سے۔ سابقہ مسئلہ میں مذکور اطمینان حاصل ہو جائے تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ اسے زمین کے اندر دفن کر دیا جائے اور ضروری نہیں ہے کہ اسے بہت گہرا کھودا جائے اگرچہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے حتیٰ کہ اسی صورت میں قبر کو اتنا گہرا ہونا چاہئے کہ اس کا درندوں سے بچاؤ بھی ہو سکے اور لوگوں کو بدبو سے اذیت بھی نہ ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۷، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۹ مسئلہ ۶۱۳)

○ مسئلہ ۶۷۲: اگر قبر کی گہرائی کی لازمی مقدار کے کھودنے کے بعد بھی اس بات کا اندیشہ ہو کہ کوئی درندہ اسے اس سے نکال لے گا تو واجب ہے کہ قبر کو پختہ اینٹوں اور اس قسم کی چیزوں سے اس قدر پختہ کیا جائے جس سے میت کے جسد کو کسی قسم کی گزند پہنچنے کا خدشہ نہ ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۸ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۹ مسئلہ ۶۱۳)

○ مسئلہ ۶۷۳: اگر کسی بھی وجہ سے میت کو مٹی کے اندر دفن کرنا ممکن نہ ہو۔ مثلاً زمین کے سخت اور ٹھوس ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ تو پھر جائز ہو گا کہ میت کو اس صورت میں دفن کیا جائے جس میں قدرت کے ہوتے ہوئے دفن کرنا جائز نہیں تھا۔ مثلاً اسے زمین کی سطح پر

رکھ کر اس کے اطراف کو بند کر دینا - اور اگر ممکن ہو اور میت کے خراب ہونے اندیشہ بھی نہ ہو تو واجب ہوگا کہ میت کو اس زمین میں لے جا کر دفن کریں جسے کھودنا آسان ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷، عروہ جلد ا ص ۳۱۷، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۹ مسئلہ ۶۱۴)

○ مسئلہ ۶۷۴: واجب ہے کہ میت کو قبلہ رخ لٹا کر دفن کیا جائے۔

○ مسئلہ ۶۷۵: قبر میں میت کو قبلہ رخ لٹانے کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص قبلہ رخ کھڑا ہو میت کا سر اس کے داہنے اور اس کے پاؤں اس کے بائیں طرف ہوں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۵۹ مسئلہ ۶۱۵ عروہ جلد ا ص ۳۱۷ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۶۷۶: بغیر سر کے دھڑ یا بغیر دھڑ کے سر بلکہ صرف سینے کا ڈھانچہ بھی ہو تو کیفیت مذکور کو پیش نظر رکھا جائے گا بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر بیان شدہ کیفیت کے ہر عضو میں خیال رکھا جائے گا اگر ممکن ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷ مسئلہ ۲، عروہ جلد ا ص ۳۱۷ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۶۷۷: اگر کوئی - کتابی یا غیر کتابی - کافر عورت۔ کے مسلمان خاوند سے حاملہ ہو یا اس کا بچہ شبہہ کی اولاد ہو یا عورت کسی مسلمان کی کنیز ہو اور بچہ اس کے شکم میں ہو اور وہ مر جائے اور بچہ بھی اس کے ساتھ شکم میں مر جائے تو عورت کو بائیں کروٹ پشت بہ قبلہ لٹایا جائے گا تا کہ جو مسلمان بچہ اس کے شکم میں ہے اس کا رخ قبلہ کی طرف ہو جائے اور احتیاط واجب کی بنا پر مطلقاً شکم مادر میں موجود بچے کا اسی طرح خیال رکھا جائے خواہ اس میں ابھی روح داخل نہ بھی ہوئی ہو۔

(رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۰ مسئلہ ۶۱۹ تحریر جلد ا ص ۸۷ مسئلہ ۲، عروہ جلد ا ص ۳۱۷ مسئلہ ۳)

سمت قبلہ

○ مسئلہ ۶۷۸: اگر سمت قبلہ معلوم نہ ہو تو مندرجہ ذیل ترتیب پر عمل کیا جائے گا:

۱۔ اگر ممکن ہو تو تدفین میں دیر کی جائے - البتہ اگر یہ دیر میت کو یا جو اسے دفن کر رہے ہوں انہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے - تاکہ کسی نہ کسی طرح سے سمت قبلہ کا یقین یا اطمینان پیدا کر لیا جائے تو ایسا کرنا چاہیے پھر میت کو روبقبلہ لٹانا چاہیے۔

۲۔ اگر ایسا کرنا ناممکن ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ میت کا رخ اسی طرف کر کے دفن کریں گے جدھر کا قوی احتمال یا گمان ہو۔

۳۔ اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو روبقبلہ کا وجوب ساقط ہو جائے گا اور جدھر ہو سکتا ہے اسے ادھر کی طرف لٹا کر دفن کر دیا جائے، البتہ پھر بھی یہ اس صورت میں ہے کہ جہت قبلہ کا حصول - خواہ تدفین میں تاخیر کر کے سمت قبلہ کو تلاش کرنے کے باوجود بھی - ممکن نہ ہو، ورنہ واجب ہو گا کہ ایسا کیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۹۷ مسئلہ ۴، عروہ جلد ا ص ۳۱۸ مسئلہ ۸)

کشتی میں موت

○ مسئلہ ۶۷۹: اگر کسی شخص کو کشتی - یا بحری جہاز - میں موت آجائے اور اس کے زمین میں دفن کرنے کیلئے تاخیر ممکن ہو اور کسی کی تکلیف و مشقت کا باعث بھی نہ ہو تو ایسا کر لیا جائے اور اسے خشکی پر پہنچا کر زمین میں دفن کر دیا جائے اور اگر تدفین میں تاخیر - بوجہ جسد میت کے خراب ہونے یا کسی اور مانع کی وجہ سے - ممکن نہ ہو یا دوسروں کیلئے تکلیف و مشقت کا باعث ہو تو غسل میت، حنوط، کفن اور نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل دو صورتوں میں سے کسی ایک کو اختیار کیا جائے:

الف: میت کو کسی بڑے مٹکے یا اس جیسی کسی چیز میں بند کر کے اور اس چیز کا منہ باندھ کر سمندر میں ڈال دیں۔

ب: لوہا، پتھر یا اس طرح کی کوئی بھاری چیز اس کے پاؤں سے باندھ کر سمندر میں ڈال دیں۔

البتہ احتیاط مستحب یہ ہے کہ امکانی صورت میں پہلی راہ کو منتخب کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۸۷م ا، عروہ جلد اص ۳۱۷ مسئلہ ۲، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۹ مسئلہ ۲۱۶)

نوٹ ا: واضح رہے کہ میت کو سمندر میں ڈالنے سے پہلے اس کے تمام واجبات غسل، حنوط، اور کفن وغیرہ انجام دیئے جائیں گے، پھر سمندر میں ڈالا جائے گا۔

۲: رسالہ توضیح میں اس صورت کو یوں بیان کیا گیا ہے: "اگر میت کا بدن کشتی میں خراب نہ ہوتا ہو اور اس کا کشتی میں رہنا مانع نہ رکھتا ہو.........."۔

○ مسئلہ ۶۸۰: احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ میت کو مذکورہ دونوں صورتوں میں روبقبلہ کر کے سمندر میں ڈالیں۔ (عروہ جلد اص ۳۱۷ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۶۸۱: اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ میت کو زمین میں دفن کرنے سے دشمن اس کی قبر کو شگافتہ کر کے اسے باہر نکال کر اس کے بدن کا مُثلہ کرے گا -یعنی اس کے جوڑ بند علیحدہ کر دے گا- یا اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا یا اس کے کان، ناک یا کوئی اور عضو کاٹ ڈالے گا، اگر ممکن ہو تو میت کو مذکورہ بالا دونوں میں سے کسی ایک کے تحت سمندر میں ڈال دیا جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۷ مسئلہ ا، عروہ جلد اص ۳۱۷ مسئلہ ۲ رسالہ توضیح جلد اص ۳۶۰ مسئلہ ۶۱۷)

○ مسئلہ ۶۸۲: میت کو سمندر میں ڈالنے سے پہلے گھوم پھر کر ایسی جگہ تلاش کرنی چاہیے جہاں پر اسے ڈالتے ہی دریائی جانور اپنی غذا نہ بنالیں۔ (عروہ جلد اص ۳۱۸ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد اص ۳۵۹ مسئلہ ۲۶)

نوٹ: یہ مسئلہ توضیح المسائل میں یوں بیان ہوا ہے: "اگر ممکن ہو تو اسے ایسی جگہ

ڈالا جائے جہاں دریائی جانور فوری طور پر اسے اپنا لقمہ نہ بنالیں"۔

کنویں میں موت

○ مسئلہ ۶۸۳: اگر کسی شخص کو کنویں میں موت آجائے اور اس کا نکالنا اور اسے روبقبلہ کرنا ممکن نہ ہو نیز کنویں میں میت کے پڑے رہنے سے کسی قسم کی کوئی اور فکر بھی نہ ہو، مثلاً کنواں کسی اور کی ملکیت نہ ہو، تو چاہئے کہ میت کو اپنی حال پر رہنے دیا جائے اور کنوئیں کا منہ بند کر کے اسے اس کی قبر قرار دے دی جائے۔ (تحریر جلد اص ۹۷ مسئلہ ۶ عروہ جلد اص ۳۱۹ مسئلہ ۱۴، رسالہ توضیح جلد اص ۶۲ ۳ مسئلہ ۶۲۵)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں ہے کہ: "اگر کنواں کسی اور کی ملکیت ہو تو کسی طرح اسے راضی کیا جائے"۔

○ مسئلہ ۶۸۴: اگر بطور مثال کوئی مزدور کسی قنات۔ زیرِ زمین نالہ۔ میں کام کر رہا ہو اور نالہ میں اچانک پانے آجانے سے اس میں ڈوب کر مر گیا ہو اگر اس کا بدن وہاں سے نکالا جائے تو پورے نالہ کو خراب کرنا پڑے گا اور اس کا دوبارہ بنانا کافی نقصان اٹھانے کا باعث بن جائے گا، تو ضروری نہیں ہے کہ میت کو نکالنے کیلئے نالہ کو اکھیڑا جائے (استفتاءات جلد اص ۷ ۸ سوال ۲۲۱)

جہاں پر مسلمان میت کو دفن کرنا جائز نہیں

○ مسئلہ ۶۸۵: کسی مسلمان کی میت کو گورستان کفار میں دفن کرنا جائز نہیں ہے اور اگر دفن کر دیا گیا تو اسے وہاں سے قبر کھود کر نکالا جائے۔

نوٹ: اس مسئلے اور اس کے بعد کے مسئلے کی مزید وضاحت کیلئے بیسویں فصل کی "نبش قبر" کی بحث ملاحظہ ہو۔

○ مسئلہ ۶۸۶: کفار اور ان کی اولاد کو مسلمان کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں اگر دفن کردیئے جائیں تو قبر کھود کر انہیں نکالا جائے، خاص کر جب قبرستان وقف ہی مسلمانوں کیلئے ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۰ مسئلہ ۴، عروہ جلد ا ص ۳۱۸ مسئلہ ۱۰، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۰ مسئلہ ۶۲۰)

○ مسئلہ ۶۸۷: جو شخص اسلامی حکومت کے خلاف سرگرم پارٹیوں میں شریک ہو کر سرگرم عمل ہو اور اسے سزائے موت ہو جائے جبکہ وہ مرتد اور کافر قرار دیا چکا ہو تو اس کا مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز نہیں۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۹ سوال ۲۲۶)

○ مسئلہ ۶۸۸: اگر کسی مسلمان کی میت، کافر کی میت کے ساتھ مشتبہ ہو جائے اور معلوم نہ ہو سکے کہ کون سی میت مسلمان کی ہے اور کونسی کافر کی؟ تو دونوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا جائز ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۸ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۶۸۹: اگر کسی ایسے رستے میں جو آبادی سے بہت دور ہے کوئی ایسی میت مل جائے جس کے متعلق معلوم نہ ہو سکے کہ آیا مسلمان ہے یا کافر؟ لیکن اگر اسلامی شہروں کے علاقہ میں ہو تو اس پر اسلام کے احکام لاگو ہوں گے اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۷ سوال ۲۲۲)

○ مسئلہ ۶۹۰: مسلمان کی میت کو ایسی جگہوں پر دفن کرنا جہاں اس کی بے احترامی ہوتی ہو جائز نہیں مثلاً جہاں پر کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے یا جہاں پر نجاستیں اور گندگی پھینکی جاتی ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۱، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۱ مسئلہ ۶۲۱)

○ مسئلہ ۶۹۱: شہید نے اگر کسی خاص مقررہ جگہ کیلئے وصیت نہیں کی اور محاذ جنگ میں اسے دفن کرنا بھی اس کی ہتک حرمت کا موجب نہیں ہے تو اسے محاذ جنگ کی جگہ پر دفن کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۷ سوال ۲۲۰)

○ مسئلہ ۶۹۲: کسی مسلمان کی میت کو غصبی زمین - خواہ اصل ہو یا اس کی منفعت - میں دفن کرنا جائز نہیں ہے۔

نوٹ: منفعت کے غصبی ہونے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً زمین کا مالک اس کے دفن پر تو راضی ہے لیکن اس کے کرائے کا مطالبہ کرتا ہے تو ایسی صورت میں اسے اس کا کرایہ ادا کیا جانا چاہئے ورنہ ''منفعت کے غصبی'' ہونے کے زمرے میں آجائے گی اور میت کو وہاں پر دفن کرنا جائز نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۶۹۳: میت کو کسی ایسی جگہ دفن کرنا جس کے ساتھ کسی اور کا تعلق بھی ہے، مثلاً جو زمین کسی کی گروی ہے تو جب تک گروی رکھنے والے سے اجازت نہ لی جائے اس میں دفن کرنا ناجائز ہے۔

○ مسئلہ ۶۹۴: میت کو کسی ایسی زمین میں دفن کرنا جائز نہیں جو دفن کیلئے نہیں بلکہ کسی اور مقصد کیلئے وقف کی گئی ہے مثلاً مساجد، مدارس اور اس طرح کی دوسری چیزوں کیلئے، بلکہ اگر مساجد میں دفن کرنے سے دوسرے مسلمانوں کو کوئی ضرر بھی نہ پہنچتا ہو اور نہ ہی نمازیوں کیلئے کسی قسم کی مزاحمت ہوتی ہو پھر بھی جائز نہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۰ مسئلہ ۸، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۲، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۱۶۳ مسئلہ ۶۲۲)

○ مسئلہ ۶۹۵: اگر میت کو کسی دوسرے کی قبر میں دفن کرنے سے اس کی قبر کو کھودنا پڑتا ہے جو کہ حرام ہے تو ایسا کرنا کسی حالت میں جائز نہیں لیکن اگر قبر کو کھودنا نہیں پڑتا پھر بھی احتیاط مستحب موکد کی بنا پر قبر میں مدفون میت کے خاک میں تبدیل ہو جانے اور میت و قبر کے مٹ جانے سے پہلے کسی دوسری میت کو وہاں پر دفن نہ کریں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۰ مسئلہ ۸، عروہ جلد ۱ ص ۳۱۹ مسئلہ ۱۲، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۱۶۳ مسئلہ ۶۲۳)

○ مسئلہ ۶۹۶: اگر میت کو کسی جگہ پر دفن کیا جا چکا ہو اور بعد میں کسی بھی طرح ۔ خواہ کسی شخص نے خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے، یا جائز صورت میں اسے قبر سے باہر نکال دیا یا سیلاب وغیرہ کی وجہ سے ۔ باہر آ گئی تو واجب نہیں ہے کہ اسے دوبارہ اسی جگہ پر ہی دفن کیا جائے بلکہ کسی دوسری جگہ پر بھی دفن کیا جا سکتا ہے ۔ (تحریر جلد ا ص ۸۵ مسئلہ ۵، عروہ جلد ا ص ۳۳۳ مسئلہ ۱۳)

دفن کے آداب و مستحبات

○ مسئلہ ۶۹۷: مستحب ہے کہ میت کو مقامات مقدسہ اور روضہ ہائے ائمہؑ، متبرک جگہوں میں جیسے حرم اطہر ہیں خصوصاً مکہ معظمہ میں جو حرم کے دوسرے مقامات پر ترجیح رکھتا ہے اور نجف اشرف میں کہ جہاں دفن کرنے سے میت پر عذاب نہیں ہوتا اور منکر نکیر کے سوالات سے نجات مل جاتی ہے، اسی طرح کربلا معلی، کاظمین شریفین اور دیگر ائمہ علیہم السلام کے مقبروں بلکہ علماء اور صالحین سے مخصوص قبرستانوں اور ان دوسرے مقامات میں جہاں جنازوں کو لے جانا جائز اور مستحب ہوتا ہے ۔ جن کا تذکرہ ''جنازہ کی حمل و نقل'' کی بحث میں گزر چکا ہے ۔ دفن کیا جانا چاہئے اور خصوصی طور پر حرم میں دفن کرنے کے متعلق روایات میں ہے:

''اِنَّ الدَّفْنَ فِی الْحَرَمِ یُوجِبُ الْاَمْنَ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ'' حرم میں میت کو سپرد خاک کرنا اسے قیامت کے دن کے عظیم ترین اور ہولناک ترین ہنگامے سے امان میں رکھنے کا موجب ہے ۔ (عروہ جلد ا ص ۳۳۴ مسئلہ ۱۵ ص ۳۲۸ مسئلہ ۲۱)

نوٹ: امام خمینیؒ نے عروۃ الوثقیٰ اور تحریر الوسیلہ میں اس بارے میں کہ یہ مستحبات شرعاً مستحب اور شریعت میں بیان ہوئے ہیں انہیں رجائے مطلوبیت کے قصد سے بجا لایا جائے کہ شاید مقبول بارگاہ خداوند ہوں بجا لایا جائے؟ کسی چیز کی وضاحت نہیں کی لیکن ان کے رسالہ توضیح

۳۶۳ و ۳۶۶ مسئلہ ۶۲۸ ، ۶۲۹ اور ۶۳۰ میں یوں تحریر ہے کہ "بہتر ہے کہ انہیں رجائے بیت کے قصد سے بجالایا جائے.........."۔

○ مسئلہ ۶۹۸: مومن کی میت دفن کرنے کیلئے زمین کا بخشش یا ہدیہ کرنا مستحب ہے۔ عروہ جلد ۱ص ۳۳۴ مسئلہ ۱۷)

○ مسئلہ ۶۹۹: مومن کی میت دفن کرنے کیلئے قبر کھودنا مستحب ہے، روایت میں ہے کہ مَنْ حَفَرَ لِمُؤْمِنٍ قَبْرًا كَانَ كَمَنْ بَوَّأَهُ بَيْتًا مُوَافِقًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ "جو کسی مومن کیلئے قبر تیار کرتا ہے گویا وہ قیامت تک اس کیلئے اس کے حسب دلخواہ گھر مہیا کرتا ہے۔ (عروہ جلد ۱ص ۳۳۴ مسئلہ ۱۸)

○ مسئلہ ۷۰۰: بعض علماء فرماتے ہیں کہ مستحب ہے کہ میت کو اس کے نزدیک ترین قبرستان میں دفن کیا جائے مگر یہ کہ دور کا قبرستان کسی خاص ترجیح کا حامل ہو، مثلاً صالح لوگوں کا قبرستان یا زیارت گاہ ہو، یا زیارت کرنے والے وہاں زیادہ آتے ہوں۔ (عروہ ج ۱ص ۳۴۰ م ۳)

○ مسئلہ ۷۰۱: قریبی رشتہ داروں کا ایک دوسرے کے نزدیک دفن کرنا مستحب ہے۔ (عروہ جلد ۱ص ۳۲۶، تحریر جلد ۱ص ۸۲)

○ مسئلہ ۷۰۲: مستحب ہے کہ قبر کی گہرائی ایک انسان کے قد کے برابر اس کی ہنسلی کی ہڈی تک یا ایک مکمل انسان کے قد کے برابر ہو، احتمال ہے کہ اس سے زیادہ حد مکروہ ہو۔ (تحریر جلد ۱ص ۸۰، عروہ جلد ۱ص ۳۲۰ رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۶۳ مسئلہ ۶۲۸)

نوٹ: رسالہ توضیح کی عبارت یہاں پر یوں تحریر کی گئی ہے: "قبر کو ایک درمیانی قد کے انسان کے برابر کھودا جائے.........."۔

○ مسئلہ ۷۰۳: مستحب ہے کہ سخت زمین میں میت کے لئے "لحد" تیار کی جائے۔ وہ

یوں کہ قبر کے کھودنے کے بعد اس کی قبلہ کی جانب دیوار میں میت کے طول وعرض کے مطابق اس کے بدن کے برابر اور گہرائی میں اس قدر کہ اس میں میت بیٹھ سکے ایک گڑھا کھودا جائے اور میت کو اس میں رکھا جائے۔ اور نرم زمین میں مستحب یہ ہے کہ قبر کھودنے کے بعد اس کے درمیان میں پانی کی نہر کی مانند ایک شگاف بنایا جائے اور میت کو اسی کے اندر رکھا جائے۔ پھر اس پر چھت بنا کر اس کے اوپر مٹی ڈال دی جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۰ عروہ جلد اص ۳۲۰ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۷۰۴: مستحب ہے کہ عورت کو قبر میں اتارنے اور اس کے بند کفن کھولنے کیلئے اس کا شوہر یا محرم رشتہ دار آگے بڑھے اور یہ کام کرے۔ اگر یہ نہ ہوں تو پھر اس کے دوسرے قریبی رشتہ دار، یہ نہ ہوں تو پھر عورت کے نزدیکی رشتہ دار، یہ نہ ہوں تو پھر غیر محرم، ویسے بیوی کیلئے شوہر سب سے مقدم ہے۔ مگر مرد کو قبر میں اُتارنے اور بند کفن کھولنے کیلئے غیر محرم مقدم ہیں۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۸۱ عروہ جلد اص ۳۲۳)

نوٹ: رسالہ توضیح جلد اص ۳۶۶ مسئلہ ۶۲۹ میں یہ مسئلہ اس طرح ہے، جو شخص میت کا محرم ہو وہی اسے قبر میں اتارے اگر محرم نہ ہو تو پھر اس کے دوسرے رشتہ دار ایسا کریں،،۔

○ مسئلہ ۷۰۵: مستحب ہے کہ جو شخص میت کو قبر میں اتار رہا ہے باطہارت وضو، غسل یا تیمّم کیے ہوئے ہو، ننگے سر ہو، عمامہ اور عبا اتارے ہوئے ہو، جوتے بلکہ جوراب تک اترے ہوئے ہوں اور قمیض کے بٹن کھلے ہوئے ہوں۔ (تحریر جلد اص ۸۱ عروہ ج اص ۳۲۳)

قبر میں میت کو کیونکر لٹایا جائے؟

○ مسئلہ ۷۰۶: مستحب ہے کہ میت کو یکبارگی اور ناگہانی صورت میں قبر میں نہ اتاریں بلکہ پہلے پہل جنازے کو قبر سے دو تین ہاتھ یا اس سے زیادہ فاصلے پر زمین پر رکھ دیں اور تھوڑا سا

ٹھہر جائیں پھر تھوڑا سا آگے لے جا کر زمین پر رکھ دیں یہاں پر تھوڑا سا ٹھہر جائیں اس کے بعد تھوڑا آگے لے جا کر قبر کے کنارے زمین کے اوپر رکھ دیں تا کہ اس طرح سے میت قبر میں سوالوں کے جواب دینے کیلئے تیار ہو جائے کیونکہ یہ بہت ہی ہولناک اور عظیم خطرناک مقام ہے جس کی سختی سے ہم خداوند عالم کی پناہ مانگتے ہیں اور یہ مکروہ ہے کہ میت کو ایک ہی مرتبہ قبر میں اتارا جائے آخر میں میت کو آرام کے ساتھ تابوت سے نکال کر میت کے حال کے مطابق آہستہ آہستہ اسے قبر میں اتاریں۔

نیز یہ بھی مستحب ہے کہ اسے قبر میں اتارنے سے پہلے زمین پر رکھ دیں اگر میت مرد کی ہے تو قبر کی پائنتی کی طرف سے اس طرح رکھیں کہ اس کا سر، قبر کی پائنتی کی طرف ہو پھر اسے سر کی طرف سے طول میں قبر کے اندر لے جائیں اور اگر میت عورت کی ہے تو پہلے اسے قبلے کی جانب قبر کے سامنے رکھ دیں پھر اسے چوڑائی میں قبر کے اندر لے جائیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۰، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۰، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۶۳ مسئلہ ۶۲۸)

○ مسئلہ ۷۰۷: مستحب ہے کہ عورت کو قبر میں اتارتے وقت قبر کو کسی کپڑے سے ڈھانپ لیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۰: رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۶۳ مسئلہ ۶۲۱)

تدفین کے وقت کی مخصوص دعائیں

مستحب ہے مندرجہ ذیل دعاؤں کو معین شدہ اوقات پر پڑھا جائے۔

○ مسئلہ ۷۰۸: میت کو تابوت سے باہر نکالتے وقت یہ دعا پڑھی جائے: ”بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِلٰى رَحْمَتِكَ لَا اِلٰى عَذَابِكَ اَللّٰهُمَّ افْسَحْ لَهٗ فِىْ قَبْرِهٖ وَلَقِّنْهُ فِىْ حُجَّتِهٖ وَثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَقِنَا وَاِيَّاهُ عَذَابَ الْقَبْرِ“ خدا کے نام

کے ساتھ اور خدا کی ذات کے سہارے اور پیغمبر اسلام کے دین پر۔ اے اللہ (اس میت کو) اپنی رحمت کی طرف نا کہ اپنے عذاب کی طرف (لے جا) خداوندا! اس کی قبر میں اس کی جگہ کو وسعت عطا فرما اور اس کی دلیل اور حجت اسے تلقین فرما اور اسے اس کی گفتار اور اعتقاد کے ساتھ ثابت و پائیدار فرما اور ہمیں اور اسے عذاب قبر سے بچائے رکھ۔ (مراۃ الکمال جلد ۳ ص ۵۳۱)

○ مسئلہ ۷۰۹: جب قبر پر نگاہ پڑے تو کہے: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ رَوْضَۃً مِنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ وَلَا تَجْعَلْہُ حُفْرَۃً مِنْ حُفَرِ النَّارِ '' خداوندا! اس کی قبر کو بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ قرار دے اور جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا قرار نہ دے۔

○ مسئلہ ۷۱۰: میت کو قبر میں اتارے وقت اور اتار دینے کے بعد کہیں: ''اَللّٰھُمَّ عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِہٖ '' خداوندا! تیرا بندہ ہے، تیرے بندے کا بیٹا ہے، تیری کنیز کا بیٹا ہے تیرا مہمان ہو کر آیا ہے اور تو بہترین مہمان نواز ہے۔

○ مسئلہ ۷۱۱: میت کو قبر میں اتار لینے کے بعد کہیں: ''اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَصَاعِدْ عَمَلَہٗ وَلَقِّہٖ مِنْکَ رِضْوَانًا '' خداوندا! تو زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے زمین کو کشادہ کردے۔ اور اس کی جگہ کو وسیع کردے۔ اور اس کے اعمال کو بلند فرما لے اور اپنی طرف سے اسے خوشنودی عطا فرما۔

○ مسئلہ ۷۱۲: میت کو لحد میں اتارتے وقت یا اتار لینے کے بعد یہ دعا پڑھے: ''بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ وَعَلٰی مِلَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ '' خدا کے نام سے اور خدا کی ذات کے سہارے اور رسول خداؐ کے دین اور ان کی ملت پر۔

نوٹ: تحریر جلد ۱ ص ۸۱ میں ہے: ''میت کو لحد میں رکھنے کے بعد اس کی مخصوص دعا کو

پڑھا جائے، لیکن خود دعا کو ذکر نہیں کیا لیکن عروہ جلد اص ۴۲۱ میں یہ دعا میت کو لحد میں رکھنے کے بعد نقل ہوئی ہے، احتمال یہی ہے کہ اس سے مراد وہ دعا ہے جو تحریر الوسیلہ میں ہے وہ یہی دعا ہے، خصوصاً جب کہ لحد میں میت کو زیادہ وقت گزر جائے''۔

○ مسئلہ ۷۱۳: اس کے بعد سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور معوذتین -۱- قل اعوذ برب الفلق ۲: قل اعوذ برب الناس ۳: سورہ توحید یعنی قل ھو اللہ احد- پڑھے بعد میں کہے: ''اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ''میں شیطان رجیم سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

○ مسئلہ ۷۱۴: لحد کو بند کرتے ہوئے اور اس پر اینٹوں کو چنتے ہوئے یہ پڑھیں: ''اَللّٰھُمَّ صِلْ وَحْدَتَہٗ وَآنِسْ وَحْشَتَہٗ وِ آمِنْ رَوْعَتَہٗ وَاَسْکِنْہُ مِنْ رَّحْمَتِکَ تُغْنِیْہِ بِھَا عَنْ رَّحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ فَاِنَّمَا رَحْمَتُکَ لِلظَّالِمِیْنَ ''خداوندا! تو خود ہی اس کی تنہائی اور یکتائی کا مونس و غم خوار بن جا اسے خوف و ہراس سے امن و اطمینان عطا فرما اور تو اس پر اپنی رحمتوں کی اس قدر بارش برسا کہ تیرے غیر کی مہربانی سے بے نیاز ہو جائے، کیونکہ تیری رحمت ستمگاروں کے بھی شامل حال ہوتی ہے۔

○ مسئلہ ۷۱۵: میت کو قبر میں اتار لینے کے بعد جب باہر آئے تو کہے: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِیْ عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَعِنْدَکَ نَحْتَسِبُہٗ یَارَبَّ الْعَالَمِیْنَ ''یقیناً ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں، خداوندا! تو اس کے درجے کو اعلیٰ علیین - یعنی بہشت کے بلند ترین درجے تک - بلند کر دے اور تو خود ہی اس کے پسماندگان میں اس کی جانشینی فرما، ہم اس مصیبت کو صرف تیرے ہی حساب میں دیے دیتے ہیں، اے تمام عالمین کے پروردگار!!۔

○ مسئلہ ۷۱۶: قبر پر مٹی ڈالتے وقت یوں کہیں: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ

جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبِهٖ وَاَصْعِدْ اِلَيْکَ بِرُوْحِهٖ وَلَقِّهٖ مِنْکَ رِضْوَانًا وَاسْکِنْ قَبْرَهٗ مِنْ رَحْمَتِکَ مَا تُغْنِيْهِ عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاکَ " بے شک ہم سب اللہ ہی کیلئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، بارالہا! تو زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ کردے اور اپنی طرف اس کی روح بلندی پر لے جا اور اسے اپنی جانب سے خوشنودی عطا فرما اور اس کی قبر پر اپنی رحمت اس قدر فرما کہ تیرے غیر کے رحم سے بے نیاز ہو جائے۔

○ مسئلہ ۱۷: قبر پر مٹی ڈالتے ہوئے کہیں: "اِيْمَانًا بِکَ وَتَصْدِيْقًا بِبَعْثِکَ هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ زِدْنَا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا " خدایا! تجھ پر ایمان رکھتے ہوئے اور تیرے دوبارہ اٹھانے کی تصدیق کرتے ہوئے یہ ہے وہ چیز جس کا اللہ اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا، اے اللہ! تو ہمارے ایمان اور تسلیم میں اضافہ فرمادے۔ (تحریر جلد ا ص ۳۹۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۰، ۳۲۱)

○ مسئلہ ۱۸: مستحب ہے کہ میت کو قبر میں اتار دینے کے بعد اس کے کفن کے تمام بند کھول دیے جائیں، سب سے پہلے سر کی طرف والے بند کو پھر کمر والے اور آخر میں پاؤں کی طرف والے بند کو کھولیں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۱، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۴)

○ مسئلہ ۱۹: مستحب ہے کہ میت کے چہرے کو کفن سے نکال کر زمین پر رکھ دیں اور مٹی کا سرہانہ بنا کر اس کے سر کے نیچے دیدیں اور سر کو اس کے اوپر رکھ دیں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۱، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۴ مسئلہ ۶۲۸)

○ مسئلہ ۲۰: مستحب ہے کہ میت کی پشت کو کچی اینٹوں یا مٹی کے ڈھیلوں سے سہارا دیں تا کہ وہ زمین پر پشت کے بل نہ گرے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱ عروہ جلد ا ص ۳۲۱، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۴ مسئلہ ۶۲۸)

○ مسئلہ۷۲۱: مستحب ہے کہ ایک اینٹ کے برابر خاک شفا اس کے چہرے کے سامنے ایسی جگہ رکھیں کہ اگر جنازہ پھول پھٹ جائے تو نجاست اس تک نہ پہنچے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۱)

○ مسئلہ۷۲۲: مستحب ہے کہ عقیق کے نگینے کی انگشتری میت کے منہ میں رکھی جائے جس پر یہ جملے کندہ ہوں: ''لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ رَبِّی مُحَمَّدٌ نَبِیَّ عَلِیٌّ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ ...... اَئِمَّتِی'' اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں وہ میرا رب ہے، حضرت محمدؐ میرے پیغمبر ہیں اور حضرت علی اور حضرت حسن وحسین علیہم السلام ...... (ہر ایک امام کا نام بارہویں تک کندہ ہو) میرے امام ہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۲)

○ مسئلہ۷۲۳: مستحب ہے کہ میت کو لحد میں رکھنے کے بعد اور اس کو بند کرنے سے پہلے اسے دین ومذہب کے اصول وعقائد حقہ اسی طرح تلقین کریں جس طرح روایت میں آیا ہے (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۱)

○ مسئلہ۷۲۴: میت کی تلقین کا طریقہ یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو زور سے میت کے دائیں شانے پر رکھیں اور بائیں ہاتھ کو زور سے میت کے بائیں کندھے پر رکھیں اور منہ کو اس کے کانوں کے پاس لے جا کر اسے جھنجھوڑیں پھر تین مرتبہ اسے کہیں: ''یا فلان ابن فلان اِسْمَعْ اِفْهَمْ -فلان بن فلان کی جگہ پر میت اور اس کے باپ کا نام لیا جائے جس کے معنی ہیں — اے فلاں بن فلاں سن اور سمجھ'' بعد میں کہیں: ''اَللّٰـهُ رَبُّکَ وَمُحَمَّدٌ نَبِیُّکَ وَالْاِسْلَامُ دِیْنُکَ وَالْقُرْآنُ کِتَابُکَ وَعَلِیٌّ اِمَامُکَ وَالْحَسَنُ اِمَامُکَ وَالْحُسَیْنُ اِمَامُکَ وَعَلِیٌّ اِمَامُکَ وَمُحَمَّدٌ اِمَامُکَ وَجَعْفَرٌ اِمَامُکَ وَ موسٰی امامک وَعَلِیٌّ امامک وَمُحَمَّدٌ اِمَامُکَ وَعَلِیٌّ اِمَامُکَ وَالْحَسَنُ اِمَامُکَ وَالْخَلَفُ الصَّالِحُ اِمَامُکَ'' اللہ تیرا پروردگار ہے محمد مصطفیٰؐ تیرے پیغمبر ہیں، اسلام تیرا دین ہے، قرآن تیری

آسمانی کتاب ہے، حضرت علیؑ، حسن، حسین، علی، محمد، جعفر، موسیٰ، علی، محمد، علی، حسن اور خلف الصالح حضرت امام مہدی علیہم السلام تیرے امام ہیں۔ اس تلقین کو تین بار دہرائیں پھر کہیں: ثَبَّتَکَ اللّٰہُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَھَدَاکَ اللّٰہُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ، عَرَّفَ اللّٰہُ بَیْنَکَ وَبَیْنَ أَوْلِیَائِکَ فِی مُسْتَقَرٍّ مِنْ رَّحْمَتِہٖ، اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَاَصْعِدْ بِرُوْحِہٖ اِلَیْکَ وَ لَقِّہٖ مِنْکَ بُرْھَاناً اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ،، خدا تجھے گفتار اور اعتقاد کے ساتھ ثابت رکھے اور سیدھی راہ پر گامزن رکھے، اور تیرے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان جنہیں تو دوست رکھتا تھا اپنی رحمت کے ٹھکانے میں آشنائی برقرار کرے۔ خداوندا! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں کی طرف سے کھلا کر دے۔ اور اس کی جگہ کو وسیع کر دے۔ اور اس کی روح کو اپنی طرف بلند فرما اور اپنی طرف سے روشن دلیل کو اس سے ملا دے۔ بارالہا! تیری بخشش، تیری بخشش اس کے شامل حال ہو۔

○ مسئلہ ۷۴۵: میت کی جامع ترین تلقین اس صورت میں ہے، سب سے پہلے تین مرتبہ کہیں: ''اِسْمَعْ اِفْھَمْ یَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ (اے فلاں بن فلاں سن اور سمجھ)'' اس کے بعد کہے: ''ھَلْ اَنْتَ عَلَی الْعَھْدِالَّذِی فَارَقْتَنَا عَلَیْہِ مِنْ شَھَادَۃِ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ وَسَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَخَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ وَاَنَّ عَلِیًّا اَمِیْرُالْمُؤْمِنِیْنَ وَسَیِّدُالْوَصِیِّیْنَ وَاِمَامٌ افْتَرَضَ اللّٰہُ طَاعَتَہٗ عَلَی الْعَالَمِیْنَ وَاَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَعَلِیَّ بْنَ الْحُسَیْنِ وَمُحَمَّدَبْنَ عَلِیٍّ وَجَعْفَرَبْنَ مُحَمَّدٍ وَمُوْسٰی بْنَ جَعْفَرٍ وَعَلِیَّ بْنَ مُوْسٰی وَمُحَمَّدَبْنَ عَلِیٍّ وَعَلِیَّ بْنَ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنَ بْنَ عَلِیٍّ وَالْقَائِمَ الْحُجَّۃَ الْمَھْدِیَّ- صلواتُ اللّٰہ عَلَیْھِم- اَئِمَّۃُ

اَلْمُؤْمِنِیْنَ وَحُجَجُ اللّٰہِ عَلَی الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ اَئِمَّتُکَ اَئِمَّۃُ ھُدًی بِکَ اَبْرَارٌ۔

یَا فُلَانَ بْنُ فُلَانَ اِذَا اَتَاکَ الْمَلَکَانِ الْمُقَرَّبَانِ رَسُوْلَیْنَ مِنْ عِنْدِاللّٰہِ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی وَسَئَلَاکَ عَنْ رَبِّکَ وَعَنْ نَبِیِّکَ وَعَنْ دِیْنِکَ وَعَنْ کِتَابِکَ وَعَنْ قِبْلَتِکَ وَعَنْ اَئِمَّتِکَ ، فَلَا تَخَفْ وَلَاتَحْزَنْ وَقُلْ فِیْ جَوَابِھِمَا اَللّٰہُ رَبِّیْ وَمُحَمَّدٌ نَبِیِّیْ وَالْاِسْلَامُ دِیْنِیْ وَالْقُرْآنُ کِتَابِیْ وَالْکَعْبَۃُ قِبْلَتِیْ وَاَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَامِیْ وَالْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ الْمُجْتَبٰی اِمَامِیْ وَالْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ الشَّھِیْدُ بِکَرْبَلَاءَ اِمَامِیْ وَعَلِیٌّ زَیْنُ الْعَابِدِیْنَ اِمَامِیْ وَمُحَمَّدٌ ن الْبَاقِرُ اِمَامِیْ وَجَعْفَرُ ن الصَّادِقُ اِمَامِیْ وَمُوْسَی الْکَاظِمُ اِمَامِیْ وَعَلِیُّ ن الرِّضَا اِمَامِیْ وَمُحَمَّدُ ن الْجَوَادُ اِمَامِیْ وَعَلِیُّ ن الْھَادِیْ اِمَامِیْ وَالْحَسَنُ الْعَسْکَرِیُّ اِمَامِیْ وَالْحُجَّۃُ الْمُنْتَظَرُ اِمَامِیْ —ھٰؤُلَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ— اَئِمَّتِیْ وَسَادَتِیْ وَقَادَتِیْ وَشُفَعَائِیْ بِھِمْ اَتَوَلّٰی وَمِنْ اَعْدَائِھِمْ اَتَبَرَّءُ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ۔

ثُمَّ اعْلَمْ یا فلان بن فلان اَنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی نِعْمَ الرَّبُّ وَاَنَّ مُحَمَّدًا نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَاَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَوْلَادَہُ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْاَئِمَّۃَ الْاِثْنٰی عَشَرَ نِعْمَ الْاَئِمَّۃُ ، وَاَنَّ مَاجَاءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَاَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَسُوَالَ مُنْکَرٍ وَنَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْبَعْثَ وَالنُّشُوْرَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَالْمِیْزَانَ حَقٌّ وَتَطَایُرَالْکُتُبِ حَقٌّ وَاَنَّ الْجَنَّۃَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَاَنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَارَیْبَ فِیْھَا وَاَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ ” آیا تم اس عہد و پیمان —یعنی عقائد— پر قائم ہوا جن پر قائم رہ کر ہم سے جدا ہوئے ہو؟ یعنی اس بات کی گواہی کہ معبودِ حقیقی کے سوا کوئی اور معبود نہیں جو واحد اور لاشریک ہے اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں تمام انبیاء کے سردار اور تمام مرسلین

کے خاتم ہیں کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور حضرت علی علیہ السلام مومنوں کے امیر، تمام وصیوں کے سردار ہیں اور ایسے پیشوا ہیں جن کی اطاعت خدا نے تمام عالمین پر فرض قرار دی ہے اور یہ کہ حضرات حسن، حسین، علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی اور حجت بن الحسن مہدی علیہم السلام مومنین کے پیشوا اور خدا کی تمام مخلوق پر اس کی حجت ہیں اور تمہارے بھی امام ہیں، ہدایت کے امام ہیں اور تمہارے لئے بہت مہربان ہیں۔

اے فلاں ابن فلاں! جب خدا کے دو مقرب فرشتے خداوند تبارک وتعالیٰ کی طرف سے رسول بن کر تمہارے پاس آئیں اور تم سے تمہارے پروردگار، تمہارے پیغمبر، تمہارے دین، تمہاری آسمانی کتاب، قبلہ اور امامت کے بارے میں سوال کریں تو نہ ڈرنا اور نہ ہی گھبرانا اور نہ ہی خوف کھانا۔ ان دونوں کے جواب میں کہنا: اللہ تعالیٰ میرا رب ہے، حضرت محمدؐ میرے پیغمبر ہیں اسلام میرا دین ہے، قرآن میری آسمانی کتاب ہے، کعبہ میرا قبلہ ہے اور حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب، حسن بن علی مجتبیٰ، حسین بن علی شہید کربلا، علی زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق، موسیٰ کاظم، علی رضا، محمد تقی جواد، علی نقی ہادی، حسن عسکری اور حضرت امام منتظر علیہم الصلوٰۃ والسلام میرے امام ہیں، میرے سردار ہیں، میرے قائد اور میرے شفیع ہیں میں صرف انہی سے دوستی رکھتا ہوں اور انہی کے دشمنوں سے دنیا و آخرت میں بیزاری اختیار کرتا ہوں۔

پھر جان لے اے فلاں ابن فلاں! خداوند تبارک وتعالیٰ بہترین پروردگار ہے، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین پیغمبر ہیں اور حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی معصوم اولاد میں سے جو بارہ امام علیہم السلام ہیں بہترین ائمہ ہیں اور جو کچھ حضرت محمدؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لے کر آئے ہیں سب حق ہے، موت اور دو فرشتوں۔ منکر ونکیر کے سوالات حق ہیں۔

بروز قیامت-دوبارہ اٹھنا اور محشور ہونا حق ہے، صراط حق ہے، اعمال کا میزان حق ہے، اعمال نامہ کا ہاتھوں میں دیا جانا حق ہے، بہشت اور جہنم حق ہیں، قیامت تو یقیناً آئے گی اس میں تو شک ہی نہیں ہے اور یہ بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ قبروں میں موجود لوگوں کو دوبارہ اٹھائے گا۔

-اس کے بعد کہے ''أَفَهِمْتَ يَافُلانُ؟''۔

اے فلاں! تو نے سمجھا؟ حدیث میں ہے کہ اس وقت میت کہتی ہے کہ ''ہاں میں نے سمجھا'' تو پھر کہے: ''ثَبَّتَکَ اللّٰہُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَھَدَاکَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیمٍ، وَعَرَّفَ اللّٰہُ بَیْنَکَ وَبَیْنَ اَوْلِیَائِکَ فِی مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَّحْمَتِہٖ'' خداوند عالم تمہیں قول و عقیدے میں ثابت اور استوار رکھے اور راہِ راست پر قائم رکھے اور اپنی رحمت کے ٹھکانے میں تیرے اور ان لوگوں کے درمیان آشنائی برقرار کرے جنہیں تو دوست رکھتا ہے۔

اس کے بعد کہے: ''اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَاَصْعِدْ بِرُوحِہٖ اِلَیْکَ وَلَقِّہٖ مِنْکَ بُرْھَانًا اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ'' خداوندا! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کھول دے اور اس کی روح کو اپنی طرف بلند فرمالے اور اسے اپنی طرف سے روشن دلیل اور قطعی جوابات عطا فرما۔ اے اللہ! تیری بخشش کی اور تیری معافی کی اس کیلئے امید کرتے ہیں

(تحریر جلد اص ۸۱، عروہ جلد اص ۳۲۱، ۳۲۳، رسالہ توضیح المسائل جلد اص ۳۶۳ مسئلہ ۲۸)

○ مسئلہ ۷۲۶: بہتر ہے کہ مذکورہ چیزیں عربی زبان میں بھی اور اس کی اپنی زبان میں بھی اسے تلقین کی جائیں جو وہ زندگی میں بولتا تھا۔ (عروہ جلد اص ۳۲۳)

○ مسئلہ ۷۲۷: مستحب ہے کہ قبر میں ''لحد'' کو اینٹوں یا پتھروں سے بند کیا جائے تاکہ میت کے منہ پر مٹی نہ گرنے پائے اور بہتر ہے کہ لحد کو بند کرنے کا عمل میت کے سرہانے سے شروع کیا جائے اور اگر ان اینٹوں کو گارے کے ساتھ چنا جائے تو بہتر ہے۔ (تحریر جلد اص ۸۱، عروہ

جلد۱ص ۳۲۳)

○ مسئلہ ۷۲۸: جو شخص میت کو قبر میں اتارنے کی ذمہ داری لیتا ہے اس کیلئے مستحب ہے کہ دفن کے بعد قبر سے باہر نکلنے کیلئے میت کی پائنتی کی طرف سے باہر نکلے کیونکہ یہ جگہ قبر کے دروازے کی مانند ہے۔ (عروہ جلد ۱ص ۳۲۳، رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۶۶)

نوٹ مرآۃ الکمال جلد ۳ص ۵۲۴ میں ہے: "مستحب ہے کہ میت کو قبر میں دفن کرے کے بعد قبر سے باہر نکلنے میں جلدی کرے"۔

○ مسئلہ ۷۲۹: مستحب ہے کہ موقع پر موجود لوگ -سوائے میت کے رشتہ داروں کے- ہاتھوں کی پشت کے ساتھ میت کی قبر پر مٹی ڈالیں۔ (تحریر جلد ۱ص ۸۱، عروہ جلد ۱ص ۳۲۳، رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۶۶ مسئلہ ۶۲۹)

○ مسئلہ ۷۳۰: مستحب ہے کہ قبر پر مٹی ڈالتے وقت کہیں: "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ"۔ (عروہ جلد ۱ص ۳۲۳، رسالہ توضیح المسائل جلد ۱ص ۳۶۶ مسئلہ ۶۲۹)

○ مسئلہ ۷۳۱: مستحب ہے کہ قبر کو چار -بند یا کشادہ- انگلیوں کے برابر زمین سے اونچا کیا جائے۔ (تحریر جلد ۱ص ۸۱، عروہ جلد ۱ص ۳۲۳، رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۶۶ م ۶۳۰)

○ مسئلہ ۷۳۲: مستحب ہے کہ قبر کو مربع مستطیل اور مسطح بنایا جائے -جس کے چار زاویے قائمے ہوں- اور مکروہ ہے کہ اسے اونٹ کی کوہان کی مانند غیر مسطح بنایا جائے، بلکہ احتیاط واجب یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہ کیا جائے۔ (تحریر جلد ۱ص ۸۱ عروہ جلد ۱ص ۳۲۳)

○ مسئلہ ۷۳۳: مستحب ہے کہ قبر کے اوپر کوئی نشان لگا دیں تاکہ دوسروں کی قبروں سے نہ مل جائے اور اشتباہ نہ ہو۔ (عروہ جلد ۱ص ۳۲۳، رسالہ توضیح جلد ۱ص ۳۶۶ مسئلہ ۶۳۰)

○ مسئلہ ۷۳۴: مستحب ہے کہ میت کا نام کسی تختے یا پتھر وغیرہ پر لکھ کر قبر کے اوپر

سرہانے کی طرف نصب کیا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۳۵: بعض فقہائے بزرگوار کے بقول: قبر کے اوپر کچھ ریت اور سنگریزے ڈالے جائیں اور بہتر ہے کہ سنگریزے سرخ رنگ کے ہوں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۳۶: مستحب ہے کہ قبر کو محکم بنایا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۶، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۳)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل میں ہے کہ: ''قبر کو اس قدر محکم و مضبوط بنائیں کہ جلد خراب نہ ہونے پائے''۔

○ مسئلہ ۷۳۷: مستحب ہے کہ قبر کے اوپر پانی چھڑکا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۴، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۶ مسئلہ ۶۳۰)

○ مسئلہ ۷۳۸: بہتر ہے کہ پانی اس کیفیت سے چھڑکا جائے: ''روبقبلہ کھڑے ہو کر پانی کو قبر کے سرہانے کی دائیں طرف سے شروع کرے اور اس کی پائنتی تک جا پہنچے، اسی طرح چکر لگاتے ہوئے پھر اسی جگہ سر کی طرف پہنچ جائے، اگر کچھ پانی بچ جائے تو اسے قبر کے درمیان گرا دیا جائے''۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۳۹: بعید نہیں ہے کہ قبر پر پانی چالیس روز تک یا چالیس ماہ تک چھڑکنا مستحب ہو۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۳)

○ مسئلہ ۷۴۰: مستحب ہے کہ قبر پر پانی چھڑکنے کے بعد موقع پر موجود لوگ قبر کے اوپر ہاتھوں کو کھول کر انگلیوں کے نشان لگائیں اور مٹی کے اندر ہاتھوں کو لے جائیں اس طرح کہ یہ نشانات قبر پر باقی رہ جائیں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۴، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۶ مسئلہ ۶۳۰)

○ مسئلہ ۷۴۱: بہتر ہے کہ یہ کام قبر کے سرہانے کی طرف روبقبلہ کھڑے کر انجام دیا

جائے۔(عروہ جلد اص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۴۲: ایسا کرنا اس شخص کیلئے زیادہ مستحب ہے جس نے اس پر نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے۔(عروہ جلد اص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۴۳: اگر میت ہاشمی اور سید کی ہو تو بہتر ہے کہ قبر پر انگلیاں رکھتے وقت ہاتھوں کو زیادہ زور سے دبائیں تا کہ قبر پر ان کے نشانات زیادہ نمایاں ہوں۔ (عروہ جلد اص ۳۲۴ مسئلہ ۲۳)

○ مسئلہ ۷۴۴: مستحب ہے کہ انگلیوں کو قبر پر رکھتے ہوئے کہا جائے: ''بِسْمِ اللّٰہِ خَتَمْتُکَ مِنَ الشَّیْطَانِ اَنْ یَّدْخُلَکَ'' اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ - اے قبر! - میں تجھ پر مہر لگا رہا ہوں تا کہ شیطان تیرے اندر داخل نہ ہونے پائے۔(عروہ جلد اص ۳۲۴ مسئلہ ۲۳)

○ مسئلہ ۷۴۵: مستحب ہے کہ مذکورہ طریقہ کے ساتھ انگلیوں کو قبر پر رکھ کر روبقبلہ ہو کر سات بار سورہ مبارکہ ''انا انزلناہ'' کو پڑھیں اور میت کیلئے طلب مغفرت کریں اور اس طرح اس کیلئے دعا کریں:

''اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَاَصْعِدْ اِلَیْکَ رُوْحَہٗ وَلَقِّہٖ مِنْکَ رِضْوَانًا وَاَسْکِنْ قَبْرَہٗ مِنْ رَّحْمَتِکَ مَا تُغْنِیْہِ عَنْ رَّحْمَۃِ مَنْ سِوَاکَ'' خداوندا! زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ کردے اور اس کی روح کو اپنی طرف بلند فرمالے اسے اپنی طرف سے خوشنودی عطا فرما اس کی قبر میں ایسے رحمت ساکن فرما جو اسے تیرے غیر سے بے نیاز کردے۔ - یا یہ کہیں کہ:- ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ غُرْبَتَہٗ وَصِلْ وَحْدَتَہٗ وَاٰنِسْ وَحْشَتَہٗ وَآمِنْ رَوْعَتَہٗ وَاَفِضْ عَلَیْہِ مِنْ رَّحْمَتِکَ وَاَسْکِنْ اِلَیْہِ مِنْ بَرْدِ عَفْوِکَ وَسَعَۃِ غُفْرَانِکَ وَرَحْمَتِکَ مَایَسْتَغْنِیْ بِھَا عَنْ مَنْ سِوَاکَ وَاحْشُرْہُ مَعَ مَنْ کَانَ یَتَوَلَّاہُ'' خداوندا! تو

اس کی غربت پر رحم فرما اور خود ہی اس کی وحشت اور تنہائی کا مونس بن اور اسے خوف اور ڈر سے محفوظ فرما اپنی رحمت کا اس پر اضافہ فرما اور اپنی درگزر کی خنکی اپنی بخشش اور رحمت کی وسعت سے اسے اس قدر نواز کہ تیرے غیر کے رحم و کرم سے بے نیاز ہو جائے اور اسے ان لوگوں کے ساتھ محشور فرما جن سے وہ محبت کرتا تھا۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۴۶: تدفین کے مراسم مکمل ہو جانے، حاضرین کے واپس چلے جانے اور تشییع کرنے والوں کے پلٹ جانے کے بعد میت کا ولی یا جسے وہ اجازت دے ایک مرتبہ پھر بلند آواز کے ساتھ تلقین پڑھے جیسا کہ گزر چکا ہے، کیونکہ یہ تلقین اس بات کا موجب ہوگی کہ انشاء اللہ منکر اور نکیر اس سے سوال ہی نہ کریں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۴۷: گزشتہ مسائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ تین مقامات پر تلقین مستحب ہے:

۱: احتضار یا جان نکلنے کے موقع پر۔

۲: میت کو قبر میں اتارنے کے بعد۔

۳: قبر میں دفن کر دینے اور حاضرین کے پلٹ جانے کے بعد۔

البتہ بعض فقہائے بزرگوار ایک اور تلقین میت کو کفن دینے کے بعد بھی مستحب جانتے ہیں۔

○ مسئلہ ۷۴۸: مستحب ہے کہ تلقین پڑھنے والا رو بقبلہ ہو کر تلقین پڑھے۔

○ مسئلہ ۷۴۹: مناسب ہے کہ میت کو دفن کر لینے کے بعد تلقین پڑھنے والا اپنا منہ قبر کے سرہانے کی طرف قبر پر رکھ کر اور قبر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر تلقین پڑھے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۷۵۰: مستحب ہے کہ چالیس یا پچاس مومنین میت کے "اہل خیر" ہونے کی گواہی دیں اور کہیں: "اَللّٰهُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَيْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا" خداوندا! ہم

اس کی خیر اور خوبی کے سوا اور کچھ نہیں جانتے اور تو ہماری نسبت اسے بہتر جانتا ہے (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

نوٹ: یہی مفہوم کتاب مرأة الکمال میں یوں بیان ہوا ہے: ''مستحب ہے کہ چالیس مومن -مرد- میت کو غسل دینے کے بعد دفن کرنے سے پہلے اس کی طرف اشارہ کر کے کہیں ''اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَانَعْلَمُ مِنْهُ اِلَّا خَیْرًا وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنَّا'' یہاں تک کہ بقول مرحوم مامقانی: ''شاید اس بات کا ثبوت جو ہمارے زمانے میں رواج ہے کہ چالیس آدمی اپنی مذکورہ گواہی کو کپڑے کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر میت کے ساتھ اس کی قبر میں رکھتے ہیں یہیں سے لیا گیا ہے جو مقصد کے ایک ہونے کی وجہ سے ہے''۔ (جلد ۳ ص ۵۲۸)

دفن کے بعد کی نماز

سید ابن طاؤس نے یہاں پر ایک ایسی نماز کا ذکر کیا ہے جو دفن والی رات کو پڑھی جانے والی ''نماز وحشت'' یا ''نماز ہدیہ میت'' کے نام سے مشہور ہے، کے علاوہ ہے اس کی ترکیب یوں ہے کہ سرکار رسالتمآبؐ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے مُردے کو دفن کر لو اور اس سے فارغ ہو جاؤ تو میت کا وارث یا اس کا کوئی اور رشتہ دار یا اس کا دوست قبر کے ایک طرف کھڑے ہو کر دو رکعت نماز ادا کرے، پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد معوذتین -یعنی، سورہ فلق اور سورہ والناس- ایک ایک بار پڑھے اور دوسری رکعت میں جو سورہ اس کا جی چاہے پڑھے اور سجدے میں کہے: ''سُبْحَانَ مَنْ تَعَرَّفَ بِالْقُدْرَةِ وَقَهَرَ عِبَادَهٗ بِالْمَوْتِ'' پاک و پاکیزہ ہے وہ ذات جو اپنی قدرت کی وجہ سے معروف ہے اور موت کی وجہ سے اپنے بندوں پر غالب ہے۔

اس کے بعد تشہد و سلام پڑھ کر میت کی طرف منہ کر کے میت اور اس کی ماں کا نام لے اور کہے: ''یا فلان بن فلانة ھٰذِهٖ لَکَ وَلَاَصْحَابِکَ'' اے فلاں خاتون کے فلاں بیٹے!

یہ ہدیہ تمہارے لئے اور تمہارے دوستوں کیلئے ہے۔

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ یقیناً اس سے عذاب قبر کو برطرف کردے گا اور اگر وہ چاہے کہ خداوند عالم سے تمام مومن مردوں اور مومن عورتوں اور مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی مغفرت طلب کرے تو خداوند عالم اس کی دعا کو قبول کرلے گا اور اللہ تعالیٰ اس کے مرنے والے دوست سے فرماتا ہے: اے فلاں شخص فلاں عورت کے بیٹے! تجھے مبارک ہو کہ خدا نے تجھے اپنی مغفرت کے شامل حال فرمادیا ہے اور خود نماز پڑھنے والے کو بھی ہر حرف کے بدلے ایک ہزار نیکی عطا کردی گئی ہے اور ایک ہزار گناہ اس کا معاف کردیا گیا ہے اور جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ ملائکہ کی ایک صف کو اس کی طرف بھیجے گا تاکہ وہ اس کو اپنے جلو میں لے کر اسے دروازۂ بہشت تک پہنچادیں، جب وہ بہشت کے دروازے پر پہنچے گا تو سات کروڑ فرشتے اس کا استقبال کریں گے جبکہ ہر فرشتے کے ساتھ نور کا ایک طشت ہوگا جس کو استبرق کے رومالوں سے ڈھانکا گیا ہوگا اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں نور کا ایک جام ہوگا جس میں سلسبیل کا پانی ہوگا وہ اس طشت سے کھانا کھائے گا اور اس جام سے پانی پئے گا اس کے علاوہ خداوند عالم کی طرف سے اس کیلئے ایک خوشنودی علیحدہ ہوگی۔ (مرآۃ الکمال جلد۳ ص ۵۳۵ منقول از مستدرک الوسائل جلد ا ص ۴۶۹ باب ۳۶ حدیث ۲)

دفن کے مکروہات

○ مسئلہ ۷۵۱: میت کو ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف منتقل کرکے لے جانا مکروہ ہے سوائے مقدس مقامات اور روضہ ہائے مطہرہ اور محترم مقام کے، لیکن مذکورہ مقامات کی طرف منتقل کرنا نہ صرف مکروہ ہی نہیں مستحب بھی ہے۔ جیسا کہ جنازہ کے حمل ونقل کی بحث میں گزر چکا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۵۲: میت کو گھر میں دفن کرنا مکروہ ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۵۳: دو میتوں کو ایک قبر میں دفن کرنا مکروہ ہے بلکہ بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ مطلقاً حرام ہے، نیز یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اگر ایک اجنبی عورت کی میت کے ساتھ نامحرم مرد کی میت ہو تو بھی حرام ہے، لیکن اقوئی قول یہ ہے کہ مطلقاً جائز مگر مکروہ ہے، البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ مجبوری کے علاوہ ایسا نہ کیا جائے اور کر دیا جائے تو بہتر ہے دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل قرار دیں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۵۴: میت کو ناگہاں اور یکبارگی قبر کے اندر پہنچا دینا مکروہ ہے بلکہ جیسا پہلے بتایا چکا ہے اسے آہستہ آہستہ قبر کے قریب لایا جائے اور زمین پر رکھ کر پھر اٹھا کر اسے تدریجی طور پر قبر کے کنارے رکھ کر بعد میں اسے اندر لے جائیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۵۵: قبر کو ساج نامی درخت کی لکڑیوں سے فرش کر کے میت کو اس پر لٹانا مکروہ ہے مگر قبر میں رطوبت اور سیم ہو تو پھر کوئی حرج نہیں ہے، لیکن قبر کو اوپر سے اینٹوں وغیرہ کے ساتھ فرش کرنے میں مسلماً کسی قسم کا اشکال نہیں، چنانچہ قبر کی زمین کو اینٹوں اور پتھروں کے ساتھ فرش کرنے میں تامل اور اشکال ہے اگر چہ میت کو مٹی پر سلانا مستحب ہے نیز قبر کی زمین پر چٹائی یا ٹاٹ وغیرہ بچھا کر اس پر میت کو لٹانے میں کوئی اشکال نہیں، اگر چہ بعض فقہاء کے نزدیک ایسا کرنا بھی مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۵۶: باپ کا بیٹے کی قبر میں اترنا مکروہ ہے، کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہے کہ وہ اس طرح سے صبر کا دامن چھوڑ کر بے تاب ہو جائے اور اجر و ثواب سے محروم ہو جائے، بلکہ بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اگر کسی بھی رشتہ دار کی بے صبری کا اندیشہ ہو تو اس کا بھی قبر میں اترنا مکروہ ہے، سوائے شوہر کے جو اپنی بیوی کی قبر میں اتر سکتا ہے اور سوائے محرم کے جو اسے قبر میں اتارے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۶)

○ مسئلہ ۷۵۷: مکروہ ہے کہ رشتے دار اپنے عزیز کی قبر پر مٹی ڈالیں کیونکہ اس سے سنگدلی پیدا ہوتی ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۳، عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۵۸: قبر کی اپنی مٹی کے علاوہ نہ تو کوئی اور مٹی اس میں ڈالی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی دوسری مٹی سے گارا بنا کر اسے لیپا جاسکتا ہے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۳، عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۵۹: چار کھلی ہوئی انگلیوں سے زیادہ اوپر قبر کی سطح لے جانا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۳، عروہ جلد ا ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۶۰: اگر قبر کو پلستر یا لپائی کی ضرورت نہ ہو اور قبر کو محکم کرنا جو کہ مستحب ہے ان دونوں صورتوں کے بغیر ممکن ہو تو قبر کو پلستر کرنا یا لیپنا مکروہ ہوگا اور کراہت کی یقینی صورت قبر کے اندر کی طرف سے ہے نا کہ اس کے باہر کی طرف سے ہے اگرچہ بعض فقہاء نے اس کو بھی مکروہ جانا ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۱: قبر کے مٹ جانے اور اس کے نشانات ختم ہو جانے کے بعد اسے از سر نو بنانا مکروہ ہے، سوائے انبیاء، اوصیاء اور ائمہ علیہم السلام کے، نیز صلحاء اور علماء کی قبور کے سوا بھی۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۷، تحریر جلد ا ص ۸۳)

○ مسئلہ ۷۶۲: قبر کو اونٹ کی کوہان کی مانند بنانا مکروہ ہے بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر نہ بنائی جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۱، عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۳: قبر کے اوپر عمارت بنانا مکروہ ہے، سوائے مذکورہ قبروں کے اور کسی عمارت کے نیچے دفن کرنا یا جو چھت پہلے سے بنی ہوئی ہے اس کے نیچے دفن کرنا ظاہراً مکروہ نہیں ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۴: قبرستان کو مسجد بنا دینا مکروہ ہے سوائے انبیاؑء، ائمہؑ نیز علماء کی قبروں کے کہ یہ مکروہ نہیں ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۵: قبروں میں رہنا اور قیام کرنا مکروہ ہے سوائے انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی قبور کے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۶: قبر کے اوپر، قبر کے پیچھے اور قبروں کے درمیان نماز پڑھنا مکروہ ہے البتہ اگر دس ہاتھ کا فاصلہ ہو یا درمیان میں کوئی حائل کھڑا کیا جائے تو کراہت برطرف ہو جاتی ہے چنانچہ حضرات ائمہ اطہار علیہم السلام کی ضریح ہائے مقدسہ کے پیچھے یا ان کے دائیں بائیں۔ تا کہ سامنے۔ نماز پڑھنا جائز ہے، ہر چند بہتر ہے کہ، سر کے بالائی حصے اور قدرے پیچھے ہٹ کر نماز پڑھی جائے، بایں صورت کہ نماز پڑھنے والا امامؑ کے مساوی نہ ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۱۳۸ م ۲۰)

○ مسئلہ ۷۶۷: قبر کے اوپر بیٹھنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۸: گورستان میں پیشاب، پاخانہ کرنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۷)

○ مسئلہ ۷۶۹: قبرستان میں ہنسنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۷۰: قبر کے نجس اور گندہ کرنے سے اگر میت کی ہتک حرمت نہ ہوتی ہو مکروہ ہے ورنہ حرام ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۷۱: ضرورت اور مجبوری کے سوا قبر کے اوپر چلنا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۸)

○ مسئلہ ۷۷۲: قبر کے ساتھ ٹیک لگانا مکروہ ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۸)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل ہفدہم (۱۷)

مشکل ترین لمحات میں ہدیہ

یا

نماز وحشت

نماز وحشت کے احکام:

○ مسئلہ ۷۷۳: مستحب ہے کہ میت کے دفن کی پہلی رات میں ''نماز ہدیہ میت'' پڑھی جائے اور یہ وہی نماز ہے جو ''نماز وحشت'' کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ روایات - مرسلہ کفعمیؒ اور موجز ابن فہد حلی - میں آیا ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا: ''لَا يَاتِيْ عَلَى الْمَيِّتِ سَاعَةٌ اَشَدُّ اَوَّلَ لَيْلَةٍ فَارْحَمُوا اَمْوَاتَكُمْ بِالصَّدَقَةِ فَاِنْ لَمْ تَجِدُوا فَلْيُصَلِّ اَحَدُكُمْ رَكْعَتَيْنِ '' میت پر دفن کی پہلی رات سے زیادہ سخت اور کوئی لمحہ نہیں ہوتا، لہٰذا تم اپنے مردوں پر رحم کرو اور صدقہ دیا کرو اور اگر صدقہ کیلئے کچھ نہیں پاتے اور تمہارے پاس کچھ نہیں تو دو رکعت نماز ہی پڑھ دو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۶، عروہ جلد ا ص ۳۲۶، ص ۱۴)

○ مسئلہ ۷۷۴: اس نماز کی ادائیگی کی کیفیت کیلئے دو روایات وارد ہوئی ہیں:

ا۔ اس نماز کی کیفیت اس روایت کی بنا پر، جس کا کچھ حصہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اس طرح ہے: پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ، سورہ توحید - قل ھو اللہ احد - دو مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ ''الھٰکم التکاثر '' دس مرتبہ پڑھے جائیں اور نماز کے سلام کے بعد کہا جائے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰى

قبر فلاں بن فلاں '' خداوندا! محمد وآل محمدؐ پر رحمت نازل فرما اور اس نماز کا ثواب فلاں بن فلاں کو بھیج!'' فَيَبْعَثُ اللّٰهُ مِنْ سَاعَتِهٖ اَلْفَ مَلَكٍ اِلٰى قَبْرِهٖ مَعَ كُلِّ مَلَكٍ ثَوْبٌ وَحُلَّةٌ وَيُوَسَّعُ فِيْ قَبْرِهٖ مِنَ الضِّيْقِ اِلٰى يَوْمٍ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَيُعْطَى الْمُصَلِّي بِعَدَدِ مَا طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ حَسَنَاتٍ وَتُرْفَعُ لَهٗ اَرْبَعُوْنَ دَرَجَةً '' خداوند عالم اسی لمحے ایک ہزار فرشتوں کو ایک پوشاک اور ایک حُلّہ -لباس کے دو کپڑے جو پورے بدن کو ڈھانپ دیتے ہیں- کے ساتھ میت کی قبر کی طرف روانہ فرما دیتا ہے اور اس کی قبر کی تنگی کو صور پھونکنے -قیامت- کے دن تک کشادہ کرتا رہے گا، اور خود نماز پڑھنے والے کو اس قدر نیکیاں عطا کرتا ہے جتنا چیزوں پر سورج کی روشنی پڑتی ہے اور اس کے چالیس درجے بلند کئے جاتے ہیں۔ (عروہ اص ۱۴۷)

نوٹ ۱: عروۃ الوثقیٰ جلد اص ۱۴۷ میں روایت کے نقل کرنے کے بعد مذکور ہے کہ: ''اس روایت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر انسان کے پاس صدقہ دینے کیلئے کوئی چیز موجود نہ ہو تو نماز پڑھے، بنا بریں بہتر ہے کہ امکانی صورت میں دونوں پر عمل کرے یعنی صدقہ بھی دے اور نماز بھی پڑھے''۔

۲۔ اس کی کیفیت دوسری روایت کی بنا پر یوں ہے کہ: دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے جس کی پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی اور دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ سورہ قدر پڑھی جائے، نماز مکمل کرنے کے بعد یہ دعا مانگی جائے: ''اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰى قَبْرِ فلاں (بن فلاں) '' فلاں کی جگہ میت کا نام لے۔ (تحریر جلد اص ۸۶، ۸۷، عروہ جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۴۰، ص ۱۴۷، ۱۵۷ مسئلہ ۶)

کچھ اور احکام

○ مسئلہ ۵۷۷: اگر نماز ''ہدیہ میت'' کو دوبار پڑھا جائے اور ہر بار دونوں طریقوں

میں سے ہر ایک کو پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۶، ص ۱۵۷ م ۶)

○ مسئلہ ۷۷۶: اگر ایک شخص کسی میت کیلئے ایک بار یہ نماز پڑھے تو بھی کافی ہے اور یہ جو لوگوں کے درمیان مشہور ہے کہ اس نماز کو ایک میت کیلئے چالیس یا اکتالیس آدمی پڑھیں روایت میں اس کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے، اگر چہ چالیس افراد کے بجالانے میں کوئی اشکال نہیں ہے البتہ یہ خیال رہے کہ "ایسی صورت میں شریعت میں یہی حکم ہے" سمجھ کر نہ پڑھی جائے بلکہ رجائے مطلوبیت کے قصد سے ادا کی جائے، جیسا کہ یہ بھی جائز ہے کہ کوئی ایک شخص میت کے ایصال ثواب کیلئے اجرت لے کر یا اجرت کے بغیر اسے کئی بار پڑھے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۶، ص ۱۴۷)

○ مسئلہ ۷۷۷: اگر کوئی شخص کسی کو کچھ رقم دیتا ہے کہ اس سے چالیس آدمیوں کے ذریعہ میت کیلئے نماز وحشت پڑھائی جائے تو اسے چاہئے کہ چالیس لوگوں سے ہی اسے پڑھائے اور وہ یہ نہیں کر سکتا کہ مثلاً کسی ایک شخص کو اجیر بنائے کہ وہی چالیس بار نماز پڑھ دے، بشرطیکہ اجارہ کرنے والے سے اس بات کی خصوصی اجازت لے لی گئی ہو۔ (عروہ جلد ۱ ص ۱۵۷ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۷۷۸: کسی کو اس غرض سے اجرت دی جائے کہ وہ نماز پڑھنے کیلئے اجیر بنے اتنا کافی ہے صیغہ اجارہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۱۵۷ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۷۷۹: احتیاط واجب کی بنا پر آیت الکرسی کو "ھم فیھا خالدون" (بقرہ/ ۲۵۷) تک پڑھا جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۷، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۶، ص ۱۴۷)

○ مسئلہ ۷۸۰: اس نماز کا وقت دفن کی پہلی تمام رات ہے اور اسے رات کے کسی حصے میں بھی پڑھا جا سکتا ہے اگر چہ بہتر یہ ہے کہ اسے رات کے ابتدائی حصے میں مغرب وعشاء کی نماز کے بعد بجالایا جائے، نیز اسے مغرب اور عشاء کے درمیان بھی اور اس سے پہلے بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

ہمارے نظریہ کے مطابق کہ جس کے ذمہ واجب نمازوں کی قضا ہے اس کیلئے مستحبی نماز کا پڑھنا جائز ہے البتہ اگر اس پر نذر یا اجارے وغیرہ کی نماز واجب ہو چکی ہو تو اس کیلئے مغرب اور عشاء سے پہلے پڑھنا مسلماً پڑھنا جائز ہے۔ (تحریر جلد اص ۸۷۔ عروہ جلد اص ۳۱۶، ۱۵ م ۷)

○ مسئلہ ۷۸۱: اگر کوئی شخص بھول کر یہ نماز مذکورہ دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے مطابق بجا نہ لائے۔ مثلاً سورہ قدر کا کچھ حصہ حتیٰ کہ اس کی ایک آیت یا آیت الکرسی یا ایک آیت کو فراموش یا ترک کر دے تو اس کی نماز درست ہے۔ لیکن یہ نماز وحشت یا نماز شب دفن شمار نہیں ہوگی۔ بنا بریں جو شخص اسے اجارہ لے کر بجا لا رہا ہے اس پر واجب ہے کہ اس کا اعادہ کرے۔ (عروہ جلد اص ۳۲۶ ص ۱۵ ۷ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۷۸۲: اس نماز کی اجرت لینا اور دینا جائز ہے لیکن احتیاط مستحب کی بناء پر بہتر ہے کہ رقم دینے والے کو چاہیے کہ عطیہ و نیکی کا کام سمجھ کر اور کار خیر سمجھ کر یا صدقہ کی نیت سے یہ رقم اجیر کو دے۔ اور نماز پڑھنے والا بھی نیکی کا کام سمجھ کر اور میت کے ساتھ نیکی کے قصد سے یہ نماز بجا لائے۔ (تحریر جلد اص ۸۷ عروہ جلد اص ۱۴ ۷ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۷۸۳: جو شخص اس نماز کے بجالانے کے لئے اجرت لے اور بھول کر یا کسی بھی طریقے سے اسے پہلی رات کو نہ پڑھے یا کچھ حصے کا پڑھنا چھوڑ دے تو اس پر واجب ہے کہ مالک کو اجرت واپس کر دے۔ یا اس سے اجازت لے لے اور میت کو ایصال ثواب کے طور پر اسے بعد کی رات کو بجالائے۔ نیز اگر وہ جانتا ہے کہ مالک راضی ہے تو وہ اسے دفن کی رات کے علاوہ رات میں ورود شرعی کی نیت کے بغیر بجالائے اور اس کا ثواب مرنے والے کو ہدیہ کر دے۔

نیز اگر جانتا ہے کہ صاحب اجرت یعنی اجرت دے کر نماز پڑھانے والا کسی اور نیکی کے کام کے لئے بھی راضی ہے تو اسے انجام دے لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی صورت نہ بنتی ہو

اور رقم دینے والے کو بھی نہیں پہچانتا تو پھر اسے چاہیے کہ رقم کو اس کے مالک کی طرف سے صدقہ میں دے دے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۶، ص ۱۵۷ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۷۸۴: اگر میت کو کسی اور جگہ مثلاً عتبات عالیات کی طرف منتقل کر دیں یا کسی اور وجہ سے اس کی تدفین میں تاخیر ہو جائے تو نماز کو اس کی تدفین کی رات تک موخر کر دیں اگر چہ بہتر ہے کہ اسے اس کے مرنے کی پہلی رات پڑھ دیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۶۲ مسئلہ ا، ص ۱۵۷ مسئلہ ۵۔ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۹ مسئلہ ۶۴۰)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل ہجدھم (۱۸)

بچھڑنے والے کا سوگ

احادیث کی روشنی میں:

ا: حدیث میں ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ملک الموت۔ حضرت عزرائیل ؑ نے جناب رسول خدا کی خدمت میں عرض کیا ''یا محمدؐ!'' میں اولاد آدم کی روح کو قبض کرتا ہوں اور اس کا خاندان بے چین ہو جاتا ہے تو میں گھر کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر کہتا ہوں: ''مَاهٰذَا الْجَزَعُ؟ فَوَاللّٰهِ مَاتَعَجَّلْنَاهُ قَبْلَ اَجَلِهٖ وَمَا كَانَ لَنَا فِيْ قَبْضِهٖ مِنْ ذَنْبٍ فَاِنْ تَحْتَسِبُوْهُ وَتَصْبِرُوْا تُؤْجَرُوْا وَاِنْ تَجْزَعُوْا تَأْثِمُوْا وَتُوْزَرُوْا '' یہ بے چینی اور جزع اور فزع کیسی ہے؟ خدا کی قسم ہم تو کسی کی اجل آجانے سے پہلے اس کے پاس نہیں آتے اور اس کی روح قبض کرنے میں ہمارا کوئی گناہ نہیں ہے، پس اگر خدا کی خوشنودی کی خاطر اسے برداشت کرو گے اور صبر سے کام لو گے تو اجر و ثواب پاؤ گے اور اگر بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرو گے تو گناہ کے مرتکب ہو گے اور اس کا بوجھ اور وبال تمہارے سر ہوگا۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۹۱۳ روایت ۴)

۲: نیز ایک اور روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: حضرت رسول خدا نے فرمایا: ''جب کسی مومن کے فرزند کی روح کو قبض کیا جاتا ہے تو۔ خداوند عالم سب کچھ جانتے

کے باوجود ان حالات میں کیا کہتا ہے؟ پھر بھی۔ خداوند عالم فرشتوں سے فرماتا ہے: ”تم نے فلاں شخص کے فرزند کی روح کو قبض کر لیا؟ وہ عرض کرتے ہیں: ”ہاں پروردگارا! تو خدا فرماتا ہے ”میرے بندے نے اس وقت کیا کہا؟ عرض کرتے ہیں: ”وہ تیرا شکر کر رہا تھا اور زبان پر اس کے یہ کلمات تھے ”اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ تو اس وقت خداوند عز وجل فرماتا ہے: ”اَخَذْتُمْ ثَمْرَةَ قَلْبِهٖ وَقُرَّةَ عَيْنِهٖ فَحَمِدَنِي وَاسْتَرْجَعَ اِبْنُوا لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَسَمُّوهُ بَيْتَ الْحَمْدِ“ تم نے اس کے دل کے میوے اور آنکھوں کی ٹھنڈک کو اپنے قبضہ میں لے لیا ہے اور اس نے اس پر نے میری حمد کی اور انا للہ پڑھا، لہٰذا اسکے لئے بہشت میں ایک گھر تیار کرو جس کا نام ”حمد وستائش کا گھر“ رکھو۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۹۵ حدیث ۱)

۳۔ اسی طرح ایک اور روایت میں امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: ”مَا مِنْ مُؤْمِنٍ يُصَابُ مُصِيبَةً فِي الدُّنْيَا فَيَسْتَرْجِعُ عِنْدَ مُصِيبَتِهٖ وَيَصْبِرُ حِينَ تَفْجَاُهُ الْمُصِيبَةُ اِلَّا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ مَا مَضٰى مِنْ ذُنُوبِهٖ اِلَّا الْكَبَائِرَ الَّتِي اَوْجَبَ اللّٰهُ عَلَيْهَا النَّارَ وَكُلَّمَا ذَكَرَ مُصِيبَتَهٗ فِيمَا يَسْتَقْبِلُ مِنْ عُمْرِهٖ فَاسْتَرْجَعَ عِنْدَهَا وَحَمِدَ اللّٰهَ - عَزَّوَجَلَّ - عِنْدَهَا غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ كُلَّ ذَنْبٍ اِكْتَسَبَهٗ فِيمَا بَيْنَ الْاِسْتِرْجَاعِ الْاَوَّلِ اِلَى الْاِسْتِرْجَاعِ الْاَخِيرِ اِلَّا الْكَبَائِرَ مِنَ الذُّنُوبِ“ جو مومن بھی اس دنیا میں کسی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اور اس گرفتاری پر کلمہ استرجاع یعنی انا للہ.........کو زبان پر جاری کرتا ہے اور جب اس پر کوئی ناگہانی مصیبت نازل ہوتی ہے اور وہ صبر وشکیبائی کا مظاہرہ کرتا ہے تو خداوند عالم اس کے کبیرہ گناہوں کے سوا کہ جن کے ارتکاب سے جہنم واجب ہو جاتی ہے باقی گزشتہ تمام گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور وہ مومن اپنی زندگی کے باقی ماندہ حصے میں جب بھی اس مصیبت کو یاد کرتا ہے تو استرجاع کا کلمہ یعنی انا للہ.........زبان پر لا کر خداوند حکیم کی حمد اور اس کا شکر ادا کرتا ہے تو

خداوند عزوجل بھی اس کے وہ تمام گناہ بخش دیتا ہے جو پہلے اور بعد کے استرجاع کے درمیان ہوتے ہیں۔سوائے کبیرہ گناہوں کے۔(وسائل الشیعہ جلد ا ص ۸۹۸ روایت ۳)

۴: ایک اور روایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ارجمند جناب ابراہیم کی وفات ہوئی تو حضور نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا"تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُولُ مَايُسْخِطُ الرَّبَّ وَاِنَّا بِكَ يَاابْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ "آنکھوں سے آنسو جاری ہیں دل غمگین ہے،لیکن ہم کوئی ایسی بات منہ سے نہیں نکالتے جو رب کو ناراض کر دے، ابراہیم! یقین جانو ہم تیرے غم میں بہت ہی غمگین ہیں۔(وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۹۲۱ روایت ۳)

۵۔ ایک اور روایت ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا:"آیا آپ کے گھروں میں بھی -عزیزوں کے غم میں- گریہ وزاری ہوتی ہے؟"تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں فرمایا:"جب حضرت حمزہ علیہ السلام -کی شہادت ہوگئی تو سرکار رسالتمآبؐ نے -دکھ بھرے لہجے میں فرمایا:"لٰكِنَّ حَمْزَةَ لَابَوَاكِيَ لَهُ "افسوس کہ حمزہؓ پر عورتیں گریہ نہیں کر رہیں!!"۔(وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۸۹۲ روایت ۲) تو یہ سن کر تمام عورتوں نے اپنے پیاروں پر گریہ چھوڑ کر حضرت حمزہؓ پر گریہ کرنا شروع کر دیا۔

نوٹ آخری جملہ مترجم کی طرف سے ہے اور اس کا ثبوت تاریخ کی کتب میں موجود ہے۔

۶۔ ایک اور روایت میں ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:"جب تم کسی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ تو اپنی مصیبت میں گرفتاری پر رسالتمآب کی رحلت اور بچھوڑے کو یاد میں لے آؤ"فَاِنَّ الْخَلْقَ لَمْ يُصَابُوا بِمِثْلِهٖ قَطُّ "کیونکہ کسی بھی مخلوق کو آپ کی مصیبت کے برابر مصیبت درپیش نہیں آئی۔(وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۹۱۱ روایت ۱)

صاحبانِ عزا کے احکام

ا۔ میت پر رونا:

○ مسئلہ ۷۸۵: میت پر رونا حرام ہی نہیں بلکہ بعض اوقات اگر چہ آواز کے ساتھ بھی ہو مستحب ہوتا ہے، جیسے انسان پر غم واندوہ کا سخت بوجھ ہوتا ہے اور اسے ہلکا کرنے کیلئے اور دل کی سوزش کو ٹھنڈا کرنے کیلئے رونا ضروری ہو جاتا ہے اس سے حزن وملال ہلکا ہو جاتا ہے، بلکہ مومن کی موت پر رونا تو مطلقاً مستحب ہے حتیٰ کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ گمراہ ساتھی کی موت پر بھی رونا جائز ہے۔

باقی رہیں وہ حدیثیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ: ''اَلْمَیِّتُ یُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ'' میت کو اس کے عزیزوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے'' تو ایسی حدیثیں ضعیف ہیں۔ اس لئے کہ یہ خداوند عالم کے اس فرمان کے منافی ہیں: ''لَاتَزِرُوَازِرَۃٌ وِزْرَ اُخْریٰ'' کوئی شخص کسی دوسرے کا گناہ اپنے اوپر نہیں اٹھا سکتا۔ (سورہ انعام آیت ۱۶۴۔ سورہ بنی اسرائیل آیت ۱۵۔ سورہ فاطر آیت ۱۸، سورہ زمر آیت ۷)۔ (تحریر الوسیلہ جلد اص ۸۳، عروہ جلد اص ۳۲۹ مسئلہ ا ص ۳۲۵ مسئلہ ۳)

○ مسئلہ ۷۸۶: میت پر گریہ کرنا اگرچہ بے تابی، ناشکری اور قضائے الٰہی پر عدم رضایت کے ساتھ بھی ہو تو حرام نہیں، ہر چند کہ قضائے الٰہی پر راضی رہنا مومنین کی اعلیٰ ترین صفات میں سے ہے اور خدا کی قضا پر عدم رضایت ایمان ہی نہیں عقل کی کمی کا سبب بھی ہے لیکن اس کی حرمت ثابت نہیں۔ (تحریر جلد اص ۸۳ مسئلہ ۲، عروہ جلد اص ۳۲۹ مسئلہ ا)

○ مسئلہ ۷۸۷: گزشتہ دو مسئلوں میں مذکور احکام ۔حرمت، جواز اور استحباب۔ میں

اپنوں اور غیروں کی میت پر گریہ کرنے میں کوئی فرق نہیں۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۹ مسئلہ ا)

میت پر نوحہ خوانی

○ مسئلہ ۷۸۸: میت پر نوحہ خوانی - خواہ شعر و نظم کی صورت میں ہو یا نثر کے انداز میں - اگر جھوٹ اور دیگر حرام باتوں پر مشتمل نہ ہو اور نہ ہی "ویل" و "ثبور" (ہائے تباہی ہائے بربادی) جیسے الفاظ ہوں تو احتیاط واجب کی بنا پر جائز ورنہ نا جائز ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۳ مسئلہ ۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۹ م ۲)

○ مسئلہ ۷۸۹: میت پر رات کے وقت نوحہ خوانی مکروہ ہے۔

○ مسئلہ ۷۹۰: میت پر نوحہ خوانی کی اجرت لینا جائز ہے لیکن بہتر ہے کہ پہلے کوئی شرط نہ کی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۹ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۷۹۱: اپنے چہرے کو پیٹنا اور طمانچے مارنا جائز نہیں۔

○ مسئلہ ۷۹۲: بدن اور چہرے کو نوچنا جائز نہیں، سوائے مسئلہ آئندہ میں بیان ہونے والی صورتوں کے کہ اس کا کفارہ نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۲ ص ۸۳، جلد ۲ ص ۱۱۱ مسئلہ ۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۹ مسئلہ ۳، رسالہ توضیح المسائل جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳)

○ مسئلہ ۷۹۳: اگر عورت اپنے چہرے کو - نا کہ دیگر اعضائے بدن کو - نوچے خواہ اس سے خون نکلے یا احتیاط واجب کی بنا پر خون نہ نکلے، اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴ مسئلہ ۲، ص ۱۱۰، عروہ جلد ا ص ۳۲۹ مسئلہ ۴)

○ مسئلہ ۷۹۴: گزشتہ مسئلہ میں بیان شدہ حکم میں یہ فرق نہیں ہے کہ سارا چہرہ نوچا جائے یا اس کا کوئی حصہ بلکہ صرف چہرے کو نوچنا صادق آجائے کافی ہے اور کفارہ ہوگا۔ (تحریر

جلد۱ص۱۱۱ مسئلہ۲)

○ مسئلہ۷۹۵: باپ اور بھائی کی موت اور سوگ کے سوا کسی اور کی موت میں کپڑے کو چاک کرنا جائز نہیں، بلکہ بہتر ہے کہ انسان ان دونوں کے سوگ میں بھی کپڑے نہ پھاڑے، لیکن بعد والے مسئلے میں بیان کردہ صورت کے سوا کفارہ واجب نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد۱ص۸۳، جلد۲ ص۱۱۱ مسئلہ۲، عروہ جلد۱ص۳۲۹ مسئلہ۳)

○ مسئلہ۷۹۶: اگر مرد اپنی بیوی کے یا اولاد - بیٹا یا بیٹی - کے غم میں اپنا لباس چاک کردے، تو اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ (تحریر جلد۱ص۸۴ جلد۲ص۱۱۰، ۱۱۱ مسئلہ۲، عروہ جلد۱ص۳۲۹ مسئلہ۵)

○ مسئلہ۷۹۷: گزشتہ مسئلہ میں مذکورہ حکم متعہ کے ذریعہ عقد میں آنے والی بیوی کو بھی شامل ہے - اگر اس کے عقد کی مدت طولانی ہو - آیا یہ نواسوں اور پوتوں کو بھی شامل ہوگا؟ تو اس میں اشکال ہے البتہ احتیاط واجب کی بنا پر پوتے کو شامل ہوگا نواسے کو نہیں، اگر چہ اس کیلئے بھی کفارہ کی ادائیگی مستحب ہوگی۔ (تحریر جلد۲ص۱۱۱ مسئلہ۲)

○ مسئلہ۷۹۸: قسم کا کفارہ یہ ہے کہ یا تو دس مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا انہیں کپڑے پہنائے جائیں یا ایک غلام آزاد کیا جائے، لیکن اگر یہ تینوں صورتیں ناممکن ہوں تو تین روزے رکھے جائیں۔ (تحریر جلد۱ص۸۴ مسئلہ۲، جلد۲ص۱۱۰ عروہ جلد۱ص۳۳۰ م۵)

○ مسئلہ۷۹۹: کسی کے سوگ میں بالوں کو کاٹنا جائز نہیں۔ (تحریر ج۱ص۸۳م۲، عروہ جلد۱ص۳۳۰ مسئلہ۵)

○ مسئلہ۸۰۰: اگر عورت کسی شخص کے سوگ میں اپنے بالوں کو کاٹ ڈالے تو اس پر ماہ رمضان کے روزے کا کفارہ واجب ہو جائے گا، یعنی مسلسل دو ماہ کے روزے رکھنا یا ساٹھ

مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ایک غلام آزاد کرنا (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۲، جلد ۲ ص ۱۱۰، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۹ م ۴)

○ مسئلہ ۸۰۱: کسی کے غم میں بالوں کو نوچنا جائز نہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۸۰۲: اگر عورت اپنے بالوں کو نوچے اس پر قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۲ جلد ۲ ص ۱۱۰، عروہ جلد ۱ ص ۳۲۹ مسئلہ ۴، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳٦۸ مسئلہ ٦۳٦)

○ مسئلہ ۸۰۳: احتیاط واجب کی بنا پر میت کے اوپر حد سے زیادہ چیخنا چلانا جائز نہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۳، مسئلہ ۲ عروہ جلد ۱ ص ۳۲۹ مسئلہ ۳)

نوٹ: مراۃ الکمال جلد ۱ ص ۵٦۴ میں ہے کہ اگر کوئی مصیبت زدہ اپنا ہاتھ ران پر مارے تو یہ عمل شدید اً مکروہ ہے۔

میت کے سوگ کے مستحبات

○ مسئلہ ۸۰۴: مصیبت پر صبر اور اسے خدا کے حساب میں شمار کرنا اور انبیاءؑ و اوصیاء اور صالح لوگوں کی پیروی کرنا مستحب ہے خاص کر بیٹے کی موت پر۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۵، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳٦۷ مسئلہ ٦۳۳)

○ مسئلہ ۸۰۵: بیٹے کی موت پر خدا کی حمد بجالانا اور ''الحمد للہ'' کہنا کلمہ استرجاع ''یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون'' زبان پر جاری کرنا نیز خداوند عالم سے بیٹے کا نعم البدل طلب کرنا مستحب ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲٦)

نوٹ: مراۃ الکمال میں ہے ''تمام مصیبتوں پر ایسے ہی کہا جائے''۔

○ مسئلہ ۸۰٦: جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ مومن پر رونا مستحب ہے خصوصاً اگر شہید ہو۔

(مرأۃ الکمال جلد۳ ص ۵۴۵)

○ مسئلہ ۸۰۷: نازل ہونے والی مصیبت کی یاد آوری پر ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کہنا مستحب ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۳)

نوٹ: اسی طرح مرأۃ الکمال میں ہے کہ: ''جب بھی کوئی مصیبت یاد آجائے تو مستحب ہے کہ وہ دعائیں پڑھے جو روایات میں ہیں۔ روایت میں ہے۔ کہ جو شخص خواہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بھی کسی مصیبت کو یاد کرے اور کہے: ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ عَلٰی مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ عَلَیَّ اَفْضَلَ مِنْھَا ''یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون، الحمد للہ رب العالمیں، خداوندا! تو مجھے اس مصیبت کا اجر عطا فرما اور اس کا بہترین نعم البدل عطا کر! تو ایسے شخص کو وہی اجر و ثواب ملے گا جو پہلی دفعہ مصیبت کے نازل ہونے پر ملا تھا''۔ (مرأۃ الکمال جلد۳ ص ۵۶۳ منقول از کافی جلد۳ ص ۲۲۴ باب الصبر والجزع والاسترجاع روایت ۱)

○ مسئلہ ۸۰۸: مستحب ہے کہ صاحب مصیبت حضرت رسولؐ خدا کی رحلت جو عظیم ترین مصیبت ہے کو یاد کر کے خود کو تسلی دے اور غم خواری کا اظہار کرے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل نوزدہم (۱۹)

پسماندگان سے تعزیت کرنا

پسماندگان سے تعزیت کی فضیلت:

○ مسئلہ ۸۰۹: مصیبت زدہ افراد سے تعزیت کرنا اور انہیں وارد ہونے والی مصیبت پر تسلی دینا اور خود کو ان کے غم میں برابر کا شریک قرار دینا، مستحب موکد ہے اور عظیم اجر و ثواب کا حامل ہے، خاص کر ماں کو اس کے بیٹے کی موت پر اور بیٹے کو اس کے باپ کے مرنے پر تعزیت و تسلیت کا ثواب بہت سی روایات میں ذکر ہوا ہے۔ مثلاً:

۱۔ روایت میں ہے کہ: ''مَنْ عَزّٰی مُصَابًا کَانَ لَہٗ مِثْلُ اَجْرِہٖ مِنْ غَیرِ اَنْ یَنْتَقِصَ مِنْ اَجْرِ الْمُصَابِ شَیْئٌ'' جو شخص کسی مصیبت زدہ کو تسلی دے اور اس سے تعزیت کرے تو اس کو بھی اتنا ہی ثواب اور اجر ملے گا جتنا مصیبت زدہ کو ملتا ہے اور اس کے اجر سے کچھ بھی کم نہیں ہوگا۔

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ: ''مَامِنْ مُؤْمِنٍ یُعَزِّیْ اَخَاہُ بِمُصِیْبَۃٍ اِلَّا کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ حُلَلِ الْکَرَامَۃِ'' جو مومن کسی مصیبت پر اپنے (مومن) بھائی کو اس کی مصیبت پر تعزیت پیش کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنی کرامت کے مکمل لباس پہنائے گا۔

۳۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ: ''کَانَ فِیْمَا نَاجٰی بِہٖ مُوسیٰ علیہ السلام

رَبَّهُ اَنَّهُ قَالَ: يَارَبِّ! مَالِمَنْ عَزَّى الثُّقْلَى؟ ''قال: ''اُظِلُّهُ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلِّي ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مناجاتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کیا: پروردگارا! جو شخص پسر مُردہ عورت کو تسلی دے اور اسے تعزیت پیش کرے اس کا کیا اجر ہے؟ تو خداوند ذوالجلال نے فرمایا: ''جس دن کہ میری رحمت کے سوا اور کوئی سایہ نہیں ہوگا اسی دن میں اسے اپنے سایہ رحمت میں رکھوں گا''۔

۴۔اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے: ''مَنْ سَكَّتَ يَتِيْمًا عَنِ الْبُكَاءِ وَجَبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ'' جو روتے ہوئے یتیم کو خاموش کرائے اس پر جنت واجب ہو جائے گی۔

۵:ایک اور روایت میں ہے کہ: ''مَامِنْ عَبْدٍ يَمْسَحُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِ يَتِيْمٍ اِلَّا وَيَكْتُبُ اللّٰهُ-عزوجل-لَهُ بِعَدَدِ كُلِّ شَعْرَةٍ مَرَّتْ عَلَيْهَا يَدُهُ حَسَنَةً ''جو بندہ اپنے ہاتھ کو یتیم کے سر پر پھیرتا ہے تو خداوند عزوجل ہر اس بال کے بدلے میں اس کیلئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے جس پر اس کا ہاتھ پھرا ہے۔ (تحریر جلد اص ۸۵، ۸۶، رسالہ توضیح ج اص ۶۷ ۳ م ۶۳۲)

تعزیت کیسے کی جائے؟

○ مسئلہ ۸۱۰: تعزیت کے صحیح مفہوم کو سمجھنے کیلئے عرف عام کی طرف رجوع کیا جائے گا لیکن اس قدر بھی کافی ہے کہ انسان مصیبت زدہ شخص کے پاس اس کی تسلی خاطر کیلئے حاضری دے اور وہ اسے دیکھ لے، کیونکہ فقط حاضری بھی کسی کے غم کو ہلکا کرنے اور آتش حزن واندوہ کو خاموش کرنے کیلئے بہت اثر رکھتی ہے، لیکن پھر بھی مستحب ہے کہ انسان حاضری دینے کے علاوہ ایسے امور کو اس کیلئے بیان کرے جو موقع سے مناسبت رکھتے ہیں اور اس مشکل اور سخت موقع پر ان کا بیان کرنا بہت موثر واقع ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ ذکر کرے کہ دنیا مصائب کا گھر ہے، اس میں کسی کو حقیقی

سکون اور راحت نصیب نہیں، چند روزہ زندگی کا کیا اعتبار ہے یہ دنیا فانی ہے، یہاں کی ہر شئے آنی جانی ہے، جو یہاں آیا ہے وہ ایک نہ ایک دن یہاں سے ضرور جائے گا۔ جب احمد مرسلؐ نہ رہے تو کون رہے گا؟ آخر ہم نے بھی ایک نہ ایک دن یہاں سے چلے جانا ہے۔

نیز ان روایات کو اس کے سامنے نقل کرے جو مصیبت زدہ کے اجر کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں بالخصوص وہ رویات جو بچے کے مصیبت کے بارے ہوئی ہیں مثلاً: ''اِنَّهٗ شَافِعٌ مُشَفَّعٌ لِاَبَوَيْهِ'' یقیناً وہ اپنے ماں باپ کیلئے شفاعت کرے گا اور اس کی شفاعت قبول بھی کرلی جائے گی اس حد تک کہ روایت میں آیا ہے کہ: ''اِنَّ السِّقْطَ يَقِفُ وِقْفَةَ الْغَضْبَانِ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ لَا اَدْخُلُ حَتّٰى يَدْخُلَ اَبَوَايَ فَيُدْخِلُهُمَا اللّٰهُ الْجَنَّةَ'' یقیناً ساقط شدہ بچہ غصے کی حالت میں جنت کے دروازے پر کھڑا ہو کر کہے گا: میں اس وقت تک بہشت میں نہیں جاؤں گا جب تک میرے والدین نہیں جائیں گے اس پر خداوند عالم انہیں بھی جنت میں داخل کردے گا''

(تحریر جلد اص ۸۶ عروہ جلد اص ۳۲۵)

توضیح و تحقیق:

○ مسئلہ ۸۱۱: اہل مصیبت کو تسلی دینے اور تعزیت پیش کرنے کیلئے زن و مرد میں حتی کہ جوان عورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ کوئی ایسی بات کرنے سے اجتناب کیا جائے جس سے شہوت یا فتنے کا اندیشہ ہو۔

○ مسئلہ ۸۱۲: کافر ذمی کو تعزیت پیش کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہے البتہ اگر مصلحت درمیان میں نہ ہو تو اس کے حق میں دعا کرنے اور اس کیلئے اجر و ثواب طلب کرنے سے اجتناب کیا جائے۔ (عروہ جلد اص ۳۲۶ مسئلہ ۲)

○ مسئلہ ۸۱۳: تعزیت پیش کرنا مستحب ہے خواہ دفن سے پہلے ہو یا اس کے بعد لیکن دفن کے بعد بہتر اور افضل ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۶، عروہ جلد ا ص ۳۲۵، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۲)

○ مسئلہ ۸۱۴: تعزیت کرنے کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہے، لیکن اس قدر بھی دیر نہیں کردینی چاہئے کہ تعزیت پیش کرنے سے صاحب مصیبت کا غم تازہ ہو جائے اور فراموش شدہ مصیبت پھر یاد آجائے، اگر ایسا ہو تو پھر بہتر ہے کہ تعزیت ترک کردی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵ مسئلہ ۲۲، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۲)

نوٹ: مرآۃ الکمال میں ہے کہ: بعض فقہا کرام مومن کی مصیبت کے موقع پر خوشی منانا یا خوشی کا اظہار کرنا حرام سمجھتے ہیں لیکن خود مرحوم مامقانیؒ فرماتے ہیں: ''اس نہی کا مفہوم یا کراہت ہے یا پھر نہی ارشادی ہے''۔ (مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۵۶۷)

○ مسئلہ ۸۱۵: جائز ہے کہ میت کے لواحقین اور اہل خانہ صف عزا بچھا کر بیٹھیں اور ایسا کرنے میں کوئی کراہت نہیں اور اس کام کا کوئی زمانہ بھی مقرر نہیں ہر چند کہ بعض فقہاء اسے دو تین دن تک کیلئے محدود سمجھتے ہیں اور بعض ایک دن سے زیادہ کو مکروہ جانتے ہیں لیکن بہتر ہے کہ تین دن سے زیادہ نہ بیٹھا جائے البتہ یہ صرف اس صورت میں ہے کہ بیٹھنا صرف سوگ کی غرض سے ہو، لیکن اگر قرآن خوانی یا دعا کی غرض سے بیٹھیں تو بعید نہیں کہ تین دن سے زیادہ بیٹھنا بھی قابل ترجیح ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۶، عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

نوٹ مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۵۴۵ میں ہے کہ: ''مصیبت زدہ کیلئے مستحب ہے کہ وہ سید الشہداء علیہ السلام کی مصیبت میں اہل بیتؑ کی سیرت پر عمل کرتے ہوئے خضاب، مہندی، وسمہ کے ساتھ رنگ کرنے، تیل ملنے، سرمہ لگانے اور بالوں کو کنگھی کرنے سے اجتناب کرے''۔

○ مسئلہ ۸۱۶: مستحب ہے کہ جب تک میت کے لواحقین صف عزا پر بیٹھے ہوئے ہیں ان کیلئے غذا اور کھانا بھیجا جائے، بلکہ مستحب ہے کہ تین دن تک بھیجا جائے خواہ وہ تین دن سے کم کیلئے بھی صف عزا پر بیٹھیں۔ (تحریر ج ا ص ۸۶، عروہ ج ا ص ۳۲۵، رسالہ توضیح ج ا ص ۶۷ م ۶۳۲)

○ مسئلہ ۸۱۷: صاحبان عزا و مصیبت کے ہاں سے کھانا کھانا مکروہ ہے روایت میں ہے کہ یہ کام زمانہ جاہلیت کی یادگار ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

نوٹ: مراۃ الکمال میں ہے کہ مستحب ہے کہ انسان رحم کھاتے ہوئے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے اگر وہ رو رہا ہو تو اسے چپ دلائے، اسی طرح اس کی کفالت اپنے ذمہ لے لے۔ (جلد ۳ ص ۵۴۴)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل بیستم (۲۰)

نبش قبر
یا
قبر کشائی

روایات معصومینؑ کی رہنمائی:

ا۔ روایت میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں: ''مَنْ حَدَّدَ قَبْرًا اَوْمَثَّلَ مِثَالًا فَقَدْ خَرَجَ عَنِ۔مِنَ۔اَلْاِسْلَامِ '' جو شخص قبر کو نبش کرے۔ اسے کھولے۔ یا کسی انسان یا جانور کی برجستہ ''ابھری ہوئی'' تصویر بنائے وہ یقینی طور پر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۸۶۸ باب ۴۳ روایت ۱)

نوٹ: مزید وضاحت کیلئے اسی کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔

۲۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ایک راوی کے جواب میں تحریر فرمایا: ''اِنَّ حُرْمَةَ الْمَيِّتِ كَحُرْمَةِ الْحَيِّ يُقْطَعُ يَدُهُ لِنَبْشِهٖ وِسَلْبِهِ الثِّيَابَ '' یقیناً میت کی حرمت، زندہ شخص کی مانند ہوتا ہے۔ لہٰذا جو شخص قبر کو کھول کر میت کا لباس اتارے۔ اسی وجہ سے اس شخص کے ہاتھوں کو کاٹا جائے گا جو قبر کو کھولتا اور میت کا لباس اتارتا ہے (وسائل الشیعہ جلد۱۸ص ۵۱۰ روایت ۲)

قبر کشائی

○ مسئلہ ۸۱۸: حضرات انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کی مبارک قبروں کو کھولنا کسی بھی

صورت میں جائز نہیں خواہ ان پر طویل ترین عرصہ گزر چکا ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۰ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۸۱۹: شہداء، علماء، صالحین، امام زادگان اور اولاد ائمہ علیہم السلام کی قبروں کو شگافتہ کرنا جائز نہیں، جو کہ مرجع خلائق اور عوامی پناہ گاہ کی حیثیت اختیار کر چکی ہوں اگر چہ ان کے دفن ہوئے طویل ترین عرصہ گزر چکا ہو، پھر بھی ان کا شگافتہ کرنا جائز نہیں اور احتیاط واجب یہ ہے کہ مذکورہ ہستیوں کی قبریں مرجع خلائق اور عوامی پناہ گاہ نہ بھی ہوں پھر بھی ان کا کھولنا جائز نہیں۔
(تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۰ مسئلہ ۶، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۶۰ مسئلہ ۶۴۲)

○ مسئلہ ۸۲۰: مسلمان یا جو شخص مسلمان کے حکم میں ہے اس کی قبر کشائی حرام ہے اگر چہ وہ بچہ یا دیوانہ ہی ہو۔

○ مسئلہ ۸۲۱: مسلمان یا جو مسلمان کے حکم میں ہے کی قبر کو صرف دو صورتوں میں کھولا جا سکتا ہے:

الف: قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو- یاد رہے یہاں پر گمان غالب اور قوی احتمال علم اور یقین کے قائم مقام نہیں ہو سکتے - کی قبر میں میت بالکل مٹی کے ساتھ مٹی ہو چکی ہے۔

ب: یقینی طور پر جانتے ہوں کہ میت کی صرف ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں اور وہ بھی صرف ہڈیوں کی صورت میں ہیں ورنہ تھوڑی سی حرکت دینے سے وہ خاک بن جائیں گی لیکن اگر یہ علم ہو کہ ہڈیاں ابھی باقی سخت اور مضبوط ہیں تو ایسی صورت میں قبر کے کھودنے میں اشکال ہے اس صورت میں احتیاط واجب یہی ہے کہ نبش قبر جائز نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۰ مسئلہ ۶)

نبش قبر کا مفہوم

○ مسئلہ ۸۲۲: "نبش قبر" اس وقت صادق آتا ہے جب کسی جسم کو قبر میں رکھ کر اسے مٹی کے اندر چھپا دیا جائے اور دفن کر دیا جائے پھر اس کے اوپر سے مٹی کو اس طرح سے ہٹایا جائے کہ میت ظاہر ہو جائے اور دیکھی جانے لگے اور نبش کا دارومدار میت کی ہتک حرمت یا عدم ہتک حرمت پر نہیں یعنی ایسا کرنا مطلقاً حرام ہے خواہ اس سے میت کی توہین ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو، کیونکہ نبش قبر کا اپنا ایک مفہوم ہے اور مومن کی ہتک حرمت کا جداگانہ مفہوم ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ مومن کی ہتک حرمت حرام ہے خواہ نبش قبر کے ذریعے ہو یا کسی اور وجہ سے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد ا ص ۳۳۰)

○ مسئلہ ۸۲۳: گزشتہ مسئلے کی روشنی میں اگر قبر کو کھولیں اور اس پر سے کچھ مٹی ہٹا کر قبر کو ظاہر کریں لیکن میت کا جسد ظاہر نہ ہونے پائے تو اسے "نبش قبر" نہیں کہا جائے گا۔

○ مسئلہ ۸۲۴: اسی طرح جب میت سرداب میں ہو اور سرداب میں ایک دوسری میت کو رکھنے کیلئے اس کا دروازہ کھولیں خاص کر اگر پہلی میت کا جسد ظاہر نہ ہو تو بھی نبش قبر شمار نہیں ہوگا۔

○ مسئلہ ۸۲۵: نیز ایسی صورت پیدا ہو جائے، مثلاً زمین میں میت کو دفن کرنا ممکن نہ ہو یا غلط نظریے کی بنیاد پر کہ ایسا کام بھی دفن کا ایک طریقہ ہے یا گناہ اور نافرمانی کرتے ہوئے میت کو زمین پر رکھ کر اس کے اطراف میں دیوار بنا کر اوپر سے کسی طرح سے ڈھانک دیا جائے یا میت کو پتھر یا اس قسم کے تابوت میں بند کر کے دفن کر دیا جائے تو میت کو زمین کے اوپر والی تعمیرات سے باہر نکالنا یا تابوت سے باہر نکالنا "نبش قبر" کے زمرے میں نہیں آتا۔ (تحریر جلد ا

ص ۸۴ مسئلہ ۱۳، عروہ جلد ا ص ۳۳۰ مسئلہ ۶)

○ مسئلہ ۸۲۶: اگر کسی کو اس بات کا علم نہ ہو کہ یہ قبر کسی مومن کی ہے یا کافر کی؟ اور قبر میں مدفون شخص کے مسلمان ہونے کے بارے میں کوئی علامت بھی موجود نہ ہو تو قبر کا کھولنا جائز ہے۔ لیکن احتیاط مستحب یہ ہے کہ جب تک میت کے گل سڑ ہو جانے کا علم نہ ہو جائے یا یہ علم نہ ہو جائے کہ یہ قبرستان کفار کا ہے اس وقت تک قبر کو نہ کھولا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۳۳ مسئلہ ۹)

چند استثنائی صورتیں:

۱: غصبی جگہ تدفین

○ مسئلہ ۸۲۷: اگر میت کو کسی غصبی جگہ پر دفن کر دیا گیا ہو اور اس زمین کا مالک میت کے اس جگہ میں رہنے پر راضی نہ ہو تو نبش قبر واجب ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ ص ۳۳۰ مسئلہ ۷، رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۹ مسئلہ ۶۴۳)

○ مسئلہ ۸۲۸: مذکورہ مسئلہ کی روشنی میں اصل جگہ غصبی ہو یا اس کی منفعت، اس سے غصبی ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

نوٹ: غصب منفعت یہ ہوتا ہے کہ زمین کا مالک، میت کے دفن رہنے پر اس شرط پر راضی ہوتا ہے کہ اس جگہ کا کرایہ دیا جائے مگر میت کے ورثاء یہ بھی نہ دیں۔

○ مسئلہ ۸۲۹: اسی طرح اس بات میں بھی فرق نہیں کہ غصب عدوانی -یعنی زبردستی- ہو یا غصب کے حکم یا موضوع کو نہ جانتے ہوں یا جاننے کے بعد فراموش کر دیں۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴ مسئلہ ۱۳، عروہ جلد ا ص ۳۳۰ مسئلہ ۷)

○ مسئلہ ۸۳۰: مالک زمین پر واجب نہیں ہے کہ میت کے اس جگہ میں رہنے پر راضی

بھی ہو جائے خواہ مفت میں ہو یا زمین کی قیمت یا معاوضہ لینے کی صورت میں خواہ زبردستی بھی اس میں دفن نہ کیا گیا ہو یا غصب کے مسئلہ کا علم نہ ہونے یا فراموش کر دینے کی وجہ سے تدفین عمل میں لائی گئی ہو۔

ان تمام صورتوں میں زمین کا مالک چاہے تو خود نبش قبر کر کے میت کو باہر نکال دے یا کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا حکم دے کہ اسے باہر نکال دے البتہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اسے ہر طرح سے راضی کیا جائے خواہ زمین کا معاوضہ دینے کی صورت میں ہو خصوصاً جب مالک زمین، میت کا وارث یا اس کا رشتہ دار ہو، یا میت کو غلطی سے اس جگہ دفن کیا گیا ہو۔ (تحریر جلد اص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد اص ۳۳۳ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۸۳۱: اگر کسی میت کو دوسری میت کی قبر میں-اس کے مٹی میں تبدیل ہونے سے پہلے-دفن کیا جائے تو جائز نہیں ہے کہ دوسری میت کو نبش قبر کر کے اس سے باہر نکالا جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۰ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۸۳۲: اگر کوئی شخص اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میت کو اس کی ملکیت میں دفن کیا جائے اور زمین کو اس کیلئے مباح کر دے تو اس کی کئی صورتیں اور مختلف احکام ہیں جو ذیل میں بیان کئے جاتے ہیں:

الف۔ اگر اجازت ''عقد لازمی'' کے ضمن میں ہو تو وہ اپنی اجازت کو کسی بھی صورت میں واپس نہیں لے سکتا، نہ دفن سے پہلے اور نہ ہی دفن کے بعد۔

ب۔ اگر اجازت ''عقد لازمی'' کے ضمن میں نہیں ہے تو میت کے دفن ہو جانے کے بعد اجازت کو واپس لینا جائز نہیں ہے خواہ معاوضہ کے بدلے ہو یا نہ ہو۔

ج: اگر اجازت ''عقد لازمی'' کے ضمن میں نہیں تو مالک دفن سے پہلے اپنی اجازت

واپس لے سکتا ہے حتی کہ اس وقت بھی واپس لے سکتا ہے جب میت کو قبر میں اتارا جا چکا ہو اور ابھی قبر کا منہ بند نہ کیا گیا ہو۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۳ مسئلہ ۱۱)

○ مسئلہ ۸۳۳: اگر میت کو کسی کی ملکیت میں اس کے مالک کی اجازت کے ساتھ دفن کر دیا گیا ہو مگر اتفاقاً کسی بھی سبب سے۔ خواہ کفن چور یا سیلاب یا کسی درندے کی وجہ سے۔ میت قبر سے باہر آجائے، مالک زمین پر واجب نہیں ہے کہ میت کے دوبارہ دفن ہونے پر راضی ہو اور اجازت دے کہ اسے وہیں پر دفن کیا جائے بلکہ وہ اپنی اجازت واپس لے سکتا ہے، لیکن اگر اجازت عقد لازمی کی صورت میں ہو تو پھر اسے واپس نہیں لے سکتا۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، جلد ۱ ص ۳۳۳ مسئلہ ۱۲)

۲: غصبی کفن کے ساتھ تدفین

○ مسئلہ ۸۳۴: اگر میت کا کفن غصبی ہو اور اس کا مالک کفن کے میت پر رہنے پر راضی نہ ہو اور میت کو دفن کیا جا چکا ہو تو بھی نبش قبر صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہے نیز دیگر احکام بھی آئندہ مسائل میں تفصیل سے بیان ہوں گے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۴ مسئلہ ۳، ص ۶۴ مسئلہ ۸، عروہ جلد ۱ ص ۲۳۰ مسئلہ ۷، ص ۲۸۴ مسئلہ ۵، رسالہ توضیح جلد ۱ ص ۳۶۹ مسئلہ ۶۴۳)

○ مسئلہ ۸۳۵: اگر میت نے خود ہی کفن کو غصب کیا ہو یا اسے چرایا ہو تو بھی نبش قبر جائز ہے خواہ اس سے اس کی ہتک حرمت بھی ہوتی ہو لیکن اگر کسی دوسرے نے غصب کیا ہو تو اگر قبر کا کھولنا کسی مشکل کا سبب بنے۔ مثلاً میت خراب ہو چکی ہے اسی وجہ سے اس کی ہتک حرمت ہوتی ہے یا اس کی بدبو کی وجہ یا اسے دوبارہ دفن کرنے میں زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے جس سے قبر کو کھولنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ پھر بھی نبش قبر میں اشکال ہے، احتیاط واجب کی بنا پر اسے نہیں

کھولنا چاہئے اور احتیاط واجب یہ ہے کہ کفن کا مالک اس کی قیمت لے کر راضی ہو جائے لیکن اگر نبش قبر مذکورہ امور میں سے کسی کا بھی سبب نہیں ہے تو پھر اس کا کھولنا واجب ہوگا۔ (تحریر جلد ا ص ۶۴ مسئلہ ۸، عروہ جلد ا ص ۲۸۴ مسئلہ ۵)

۳: میت کے ساتھ۔کفن کے علاوہ۔کسی غصبی مال کی تدفین

○ مسئلہ ۸۳۶: اگر میت کے ساتھ کفن کے علاوہ کوئی اور غصبی مال قبر میں چھوڑ دیں اور اس مال کا مالک اس پر راضی نہ ہو تو جائز ہے کہ قبر کو کھول کر اس سے وہ مال نکال لیا جائے حتی کہ اگر وہ مال خود میت کا بھی ہو لیکن اس کے مرنے کے بعد اس کی ملکیت سے خارج ہو کر ورثاء کو منتقل کرنا ہے اور وہ اس کے دفن کئے جانے پر راضی نہیں ہیں تو بھی قبر کو کھولنا جائز ہے سوائے دو صورتوں کے جو آنے والے مسئلے میں ذکر ہوں گی۔

○ مسئلہ ۸۳۷: گزشتہ مسئلہ میں مذکور حکم سے درج ذیل دو صورتیں مستثنیٰ ہیں:

الف: میت کا مختصر مال جیسے انگشتری وغیرہ یا اس قسم کی کوئی اور چیز میت کے ہمراہ دفن ہو جائے اور وارث اس کے قبر میں رہ جانے پر راضی نہ ہوں تو ایسی صورت میں ورثاء کیلئے نبش قبر کا جواز مشکل ہے، خاص کر جب مال کی مقدار اس قدر ہو کہ اس کے قبر میں رہ جانے سے کسی وارث کی حق تلفی نہ ہوتی ہو تو احتیاط واجب یہ ہے کہ قبر کو نہ کھولا جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴ م ۳، عروہ جلد ا ص ۳۳۰ مسئلہ ۷ رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۹ مسئلہ ۶۴۳)

ب: اگر میت نے وصیت کی ہو کہ اس کے ساتھ کوئی دعا یا قرآن مجید یا کوئی انگوٹھی قبر میں رکھی جائے اگر یہ چیز میت کی زندگی میں اس کے ایک تہائی (۱/۳) مال سے زیادہ نہ ہو تو وارثوں کو چاہئے کہ وصیت پر عمل کریں اور جائز نہیں ہے کہ دفن کے بعد قبر کو شگافتہ کر کے اس چیز کو

وہاں سے نکالیں، بلکہ اگر وہ چیز کسی بھی وجہ سے قبر سے باہر آجائے پھر بھی ان کیلئے اسے اٹھانا جائز نہیں ہے، بلکہ انہیں چاہئے کہ دوبارہ میت کے ہمراہ رکھ کر دفن کردیں، بشرطیکہ وہ چیز میت کے مال کے ۱/۳ حصہ سے زیادہ ہو اور ورثاء نے وصیت کو قبول نہ کیا ہو۔ (تحریر جلد اص ۸۴ مسئلہ ۳، عروہ جلد اص ۳۳۰ مسئلہ ۷، رسالہ توضیح جلد اص ۳۶۹ مسئلہ ۶۴۳)

○ مسئلہ ۸۳۸: اگر کسی کا مال میت کے ہمراہ قبر میں دفن ہو گیا ہو تو واجب نہیں ہے کہ مال کا مالک، میت کے ساتھ قبر میں اپنے اس مال کے رہنے پر راضی ہو جائے خواہ اسے اس کا معاوضہ بھی دیا جائے اگرچہ مال کو دفن زبردستی بھی نہ کیا گیا ہو یا لاعلمی یا فراموشی کی وجہ سے مال قبر میں رہ گیا ہو، بلکہ مال کا مالک خود قبر کو کھود کر مال کا باہر نکالے یا کسی دوسرے کو ایسا کرنے کا کہے بلکہ اگر اچھی خاصی مقدار میں ہو تو احتیاط واجب ہے کہ قبر کشائی کر کے اسے باہر نکالا جائے ورنہ بہتر بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ وہ اپنے مال کا معاوضہ قبول کر کے یا معاوضہ کے بغیر راضی ہو جائے اور قبر کشائی سے باز رہے۔ (عروہ جلد اص ۳۳۳ مسئلہ ۱۰)

۴: بغیر کفن کے تدفین

○ مسئلہ ۸۳۹: اگر کفن دینے کی استطاعت اور شرائط کفن کے پورا ہونے کے باوجود میت کو بغیر کفن کے دفنایا گیا ہو، یا کفن کیلئے ضروری شرائط نہ پائی گئی ہوں اور اس سے میت کو کفنایا گیا ہو۔ مثلاً کفن مردار جانور کے چمڑے کا ہو یا حرام گوشت جانور کے چمڑے کا ہو یا خالص ریشم سے تیار شدہ ہو۔ یا بعد میں معلوم ہو کہ میت کو کفن نہیں دیا گیا یا کفن میں معتبر شرائط نہیں پائی جاتیں تو اگر قبر کشائی مشکل ہو مثلاً میت خراب ہو چکی ہو یا اس کی بدبو کی وجہ سے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو جس سے میت کی تجہیز و تکفین مشکل ہو جائے یا مومن کی ہتک حرمت کا موجب ہو تو قبر

کشائی جائز نہیں ہے ورنہ جائز بلکہ واجب ہے۔ (تحریر جلدا ص ۸۴ مسئلہ ۸، عروہ جلدا ص ۳۳۱ ص ۲۸۴ م ۵)

○ مسئلہ ۸۴۰: اگر کفن نہیں مل سکا یا اس میں کفن کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں کہ جن کی وجہ سے میت کو کفن کے بغیر دفن کر دیا گیا یا مثلاً کفن ریشمی تھا اور اس کے ساتھ اُسے دفن کیا گیا اور دفن کرنے کے بعد کفن مل گیا یا شرائط پر پورا اترتا تھا ملا، تو احتیاط واجب کی بنا پر قبر کشائی جائز نہیں ہوگی۔ (تحریر جلدا ص ۸۴، ۸۵، عروہ جلدا ص ۳۳)

﴿۵: غسل کے بغیر تدفین﴾

○ مسئلہ ۸۴۱: غسل پر قدرت رکھنے کے باوجود اگر میت کو غسل دیئے بغیر دفن کر دیا جائے یا غسل دینا بھول جائیں یا تدفین کے بعد معلوم ہو کہ میت کے تینوں غسل یا ایک غسل باطل تھا، اگر قبر کشائی مذکورہ شرائط کی وجہ سے مشکل ہو تو جائز نہیں ہوگی ورنہ جائز بلکہ واجب ہوگی۔ (تحریر جلدا ص ۸۴ ص ۶۴ مسئلہ ۸، عروہ جلدا ص ۳۳۱، ص ۲۸۴ م ۵)

○ مسئلہ ۸۴۲: اگر شہید کے بارے میں عدم معلومات کی وجہ سے کسی شہید کو جو ہسپتال میں شہید ہوا ہے کو غسل و کفن کے بغیر دفن کر دیا گیا ہو اور دفن کرنے کے بعد مسئلہ کی طرف متوجہ ہوئے ہوں، اگر میت کو قبر سے نکال کر اسے غسل و کفن دینا ممکن ہو اور میت کی ہتک حرمت بھی نہ ہوتی ہو تو واجب ہے کہ اسے قبر سے نکال کر غسل و کفن دیں اور پھر دفن کریں۔ (استفتائات جلدا ص ۸۳ سوال ۲۰۶)

○ مسئلہ ۸۴۳: اگر کوئی شخص غلطی سے میت کو پہلے آب کافور سے پھر آب سدر (بیری) کے ساتھ غسل دے اور دفن کر دینے کے بعد متوجہ ہو کہ اس نے غلطی کی ہے اگر مدت

زیادہ نہ گزری ہو کہ میت خراب ہو چکی ہو اور قبر کشائی سے میت کی ہتک حرمت بھی نہ ہوتی ہو یا زندہ لوگوں کیلیے حرج اور مشقت کا سبب بھی نہ ہو تو صحیح غسل دینے کیلیے قبر کشائی لازم ہے۔ (استفتائات جلد ا ص ۸۴ سوال ۲۱۱)

○ مسئلہ ۸۴۴: اگر کسی مجبوری کی وجہ سے میت کو غسل دیئے بغیر دفن کر دیں،، مثلاً پانی نہیں ملا کہ کافور کو ملاتے یا پانی میں ملانے کیلیے کافور نہیں ملا، اتفاق سے دفن کرنے کے بعد مشکل حل ہو جائے اور مجبوری دور ہو گئی ہو تو احتیاط واجب کی بنا پر قبر کشائی جائز نہیں، بلکہ اگر پانی نہ مل سکنے کی وجہ سے میت کو تیمم دیا گیا یا سدر یا کافور نہ ملنے کی وجہ سے بدلے میں خالص پانی سے غسل دیا گیا اور دفن کر دیا گیا تو بھی مسلم طور پر قبر کشائی جائز نہیں۔ یہ احتیاط واجب سے بھی بالا تر ہے۔ اگر چہ دفن کر دینے کے بعد پانی مل جائے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۵ مسئلہ ۳ جلد ا ص ۳۳۱)

۶: حنوط کے بغیر تدفین

○ مسئلہ ۸۴۵: اگر قدرت رکھنے کے باوجود میت کو حنوط نہیں کیا گیا یعنی اس کے ساتوں اعضائے سجدہ پر کافور نہیں ملا گیا تو مذکورہ شرائط کی وجہ سے اگر قبر کشائی مشکل ہو تو جائز نہیں ہے لیکن اگر کوئی مشکل درپیش نہ ہو تو نبش قبر جائز ہے اور اگر مجبوری کی وجہ سے اور کافور نہ ملنے کی بنا پر میت کو حنوط کے بغیر دفن کر دیا گیا اور دفن کرنے کے بعد کافور مل گیا تو قبر کشائی میں اشکال ہے اور احتیاط واجب کی بنا پر جائز نہیں ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۴، ۸۵ مسئلہ ۳)

ایک اہم نکتہ

○ مسئلہ ۸۴۶: اگر میت کو نماز پڑھے بغیر دفن کر دیا جائے یا دفن کے بعد معلوم ہو کہ اس پر نماز نہیں پڑھی گئی تھی یا پڑھی ہوئی نماز باطل تھی تو ان میں سے کسی بھی حالت میں قبر کشائی

جائز نہیں بلکہ قبر کے کنارے روبقبلہ ہو کر اس پر نماز پڑھی جائے۔ (تحریر جلد اص ۸۵ م ۳ ص ۶۴ مسئلہ ۸، عروہ جلد اص ۳۳۱)

۷: قبلہ رخ کئے بغیر تدفین

○ مسئلہ ۸۴۷: میت کو روبقبلہ کئے بغیر دفن کر دیا جائے اگرچہ بھول کر ایسا کیا جائے یا حکم اور موضوع کو نہ جانتے ہوئے، تو اس کا حکم بعینہ وہی ہے جو غسل یا کفن کے بغیر دفن کرنے کا حکم ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۳۱)

نوٹ: اس بارے میں نبش قبر کے چوتھے اور پانچویں استثنائی امور کو ملاحظہ کیا جائے۔

○ مسئلہ ۸۴۸: میت سے جدا شدہ بعض اعضاء کو اس کے ساتھ قبر میں دفن کرنے کیلئے قبر کشائی جائز نہیں، احتیاط واجب یہ ہے کہ ان اعضاء کو قبر میں اس طرح دفن کریں کہ میت کا بدن ظاہر نہ ہو اور دکھائی نہ دے۔ (عروہ جلد اص ۳۳۱ مسئلہ ۴)

۸: اثبات حق

○ مسئلہ ۸۴۹: ہر گاہ کسی حق کے ثابت کرنے کا دارومدار میت کے جسم کو دیکھنے پر ہو تو قبر کشائی جائز ہے۔ (تحریر جلد اص ۸۵، عروہ جلد اص ۳۳۱)

۹: نامناسب جگہ پر تدفین

○ مسئلہ ۸۵۰: اگر میت کو کسی ایسی جگہ پر دفن کیا جائے جو اس کی شان کے مطابق نہیں اور مومن میت کے شایان شان نہیں ہے اور اس کی ہتک حرمت کا سبب ہے مثلاً اسے کفار کے مخصوص گورستان یا کسی کافر کے ساتھ دفن کیا گیا یا گندگی ڈالنے اور کثافتوں اور نجاستوں کے ڈالنے کی جگہ پر یا اس طرح کے کسی دوسرے مقام پر اسے دفن کیا گیا ہو کہ جہاں پر مومن میت کی

ہتک حرمت ہو رہی ہو تو قبر کشائی جائز ہے خواہ ایسا کام نافرمانی کی وجہ سے اور جان بوجھ کر کیا جائے یا حکم کو فراموش کر کے دفن کیا جائے خصوصاً جب مومن میت کا کفار کے قبرستان میں مدفون ہونے سے اس کی توہین و تذلیل ہو رہی ہو تو ایسی صورت میں قبر کشائی کر کے میت کو وہاں سے نکال کر کسی دوسری جگہ لے جانا واجب ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۵،۸۰ مسئلہ ۹، عروہ جلد ا ص ۳۳۱، ۳۱۸ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۸۵۱: اگر کفار اور ان کی اولاد مسلمانوں کے مخصوص قبرستان میں دفنائے جائیں تو ان کی قبر کشائی واجب ہے خاص کر اگر ان کا مسلمانوں کے قبرستان میں رہنا مسلمانوں کی ہتک حرمت کا موجب ہو یا قبرستان وقف ہی صرف مسلمانوں کیلئے ہو۔ (تحریر جلد ا ص ۸۰ مسئلہ ۹، عروہ جلد ا ص ۳۱۸ مسئلہ ۱۰)

○ مسئلہ ۸۵۲: اگر کسی اسلامی شہر میں رہائشی علاقوں سے کہیں دور کوئی ایسی میت مل جائے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ آیا یہ کسی مسلمان کی میت ہے یا نہ؟ اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا اور ایک عرصہ کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تو کافر کی میت تھی تو اسے وہاں سے باہر نکالا جا سکتا ہے بلکہ بعض صورتوں میں ایسا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (استفتاءات جلد ا ص ۸۸ سوال ۲۲۲، ۲۲۳)

۱۰: میت کی وصیت

○ مسئلہ ۸۵۳: اگر میت نے اپنی زندگی میں دفن سے پہلے وصیت کی ہو کہ اس کے جنازے کو کسی معصوم کے مقدس روضے یا خاص مقدس مقام پر لے جا کر دفن کیا جائے لیکن اس کے مرنے کے بعد جان بوجھ کر یا جانے بوجھے بغیر فراموشی یا لاعلمی کی وجہ سے وصیت کی مخالفت

کرتے ہوئے اسے کسی دوسری جگہ پر دفن کر دیا گیا تو صرف ایسی صورت میں کہ میت خراب نہ ہوگئی ہو یا اسے اس قبر سے منتقل کر کے مقدس مقام تک لیجانے تک بھی اس کے خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور نہ ہی مومن کی ہتک وحرمت ہوتی ہو اور نہ ہی مومنین کی اذیت اور ایذا رسائی کا موجب ہو تو واجب ہے کہ قبر کشائی کر کے اسے مقدس مقام تک لے جا کر دفن کیا جائے لیکن اگر مرنے والے نے بالکل ہی وصیت نہیں کی یا وصیت کی ہو کہ اس کی میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کشائی کر کے فلاں مقدس مقام پر دفن کیا جائے تو احتیاط واجب کی بنا پر قبر کشائی جائز نہیں ہے (تحریر جلد اص ۸۵عروہ جلد اص ۳۳۱،۳۳۲)

○ مسئلہ ۸۵۴: اگر میت نے وصیت کی ہو کہ اسے فلاں مخصوص جگہ پر دفن کیا جائے لیکن دفن کرنے والوں نے جان بوجھ کر اور حکم عدولی کرتے ہوئے یا مسئلہ کو نہ سمجھنے کی بنا پر یا وصیت سے بے خبری یا وصیت کو بھول جانے کی وجہ سے میت کو وہاں دفن کرنے کی بجائے کسی اور جگہ دفنا دیا تو ایسی صورت میں قبر کشائی مشکل ہے بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر جائز نہیں۔ (عروہ جلد اص ۳۳۲)

۱۱: ولی کی اجازت کے بغیر تدفین

○ مسئلہ ۸۵۵: اگر میت کو اس کے ولی کی اجازت کے بغیر کسی جگہ دفن کر دیا جائے جبکہ ولی کا نظریہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ تھا اگر اس بارے میں ولی میت کی خاص عقلائی غرض ہو تو پھر قبر کشائی جائز ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۳۲)

۱۲: قبر کو بے جا اکھاڑے جانے کا خوف

○ مسئلہ ۸۵۶: اگر اس بات کا خوف ہو کہ میت کا بدن کسی درندے یا سیلاب یا دشمن

وغیرہ کے ذریعہ قبر سے باہر نکالا جائے گا تو بھی قبر کشائی جائز ہوگی اور میت کو وہاں سے نکال کر کسی محفوظ جگہ دفن کیا جائے گا۔ (تحریر جلد ا ص ۸۵، عروہ جلد ا ص ۳۳۲)

۱۳: خاص اہم ضرورت کیلئے قبر کشائی

○ مسئلہ ۸۵۷: اگر قبر کشائی کی ضرورت کسی خاص اہم امر کی وجہ سے پیش آجائے تو ایسی صورت میں قبر کشائی جائز ہوگی۔

البتہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہر اس جگہ پر جہاں کسی شرعی ضرورت کا رجحان ہو اور میت کی ہتک حرمت کا بھی موجب نہ ہو اور لوگوں کی اذیت اور ایذا رسانی کا سبب بھی نہ بنے قبر کشائی جائز ہو، بلکہ احتیاط واجب کی بنا پر جو کچھ ہو چکا ہے اسی پر اکتفا کیا جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۳۲)

○ مسئلہ ۸۵۸: اگر میت کو کسی ایسی جگہ پر دفن کیا جائے جس کے متعلق معلوم نہ ہو کہ آیا یہ عمومی قبرستان ہے یا کسی کی ذاتی ملکیت ہے اور بوقت تدفین کوئی اسے دفن کرنے سے مانع بھی نہیں ہوا تو اس کے رشتہ داروں کو یہ حق حاصل نہیں کہ کوچ کے بہانے اس جگہ سے کسی اور جگہ دفن کرنے کیلئے اس کی قبر کشائی کریں اور میت کو ادھر لے جائیں جہاں خود رہتے ہیں۔ (استفتاءات جلد ا ص ۸۹ سوال ۲۲۸)

انہدام قبور

○ مسئلہ ۸۵۹: انبیاء عظام، معصومینؑ، ائمہ و اوصیاء کرام علیہم السلام کی قبور متبرکہ و آثار صالحہ کا مطلقاً انہدام جائز نہیں، جبکہ شہداء و صالحین اور علماء و امام زادگان اور اولاد ائمہ علیہم السلام کے مقبرے اگر مرجع خلائق اور پناہ گاہ حاجتمندان قرار پا چکے ہوں تو بھی ان کا انہدام جائز نہیں۔

○ مسئلہ ۸۶۰: مذکورہ صورتوں کے علاوہ اگر قبر کا انہدام مشکل صورت اختیار کر جائے

-مثلاً آثار قبر کسی بانی کی ملکیت ہوں یا زمین مباح ہو لیکن میت کا ولی اسے میت کی تدفین کیلئے سنبھالے ہوئے ہو -تو بھی آثار قبور کا مٹانا اور ان کا انہدام جائز نہیں۔

لیکن اگر کسی قسم کی دشواری اور مشکل درپیش نہ ہو جو سابقہ مسائل میں بیان ہو چکی ہے تو پھر انہدام قبور جائز ہے بالخصوص اگر ان قبروں کے آثار ونشانات کسی ایسے قبرستان میں ہوں جو عامۃ المسلمین کیلئے وقف ہے اور عوام الناس کو اس کی ضرورت بھی ہے لیکن وہ آثار اس سے مانع ہو رہے ہوں یا قبرستان وقف نہ ہو مگر مباح زمین میں ہو تو ایسے آثار کو مٹایا جا سکتا ہے لیکن احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اگر ضرورت نہ ہو خصوصاً جب زمین مباح ہو اور وقف بھی نہ ہو تو بوسیدہ قبروں کو نہ مٹایا جائے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۸۵، عروہ جلد ۱ ص ۳۳۲ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۸۶۱: جن مذکورہ صورتوں میں آثار قبر مٹانے اور قبور کو منہدم کرنے کی اجازت ہے اگر مسلمانوں کا ولی امر وحاکم شریعت موجود ہو تو وہ ایسا کرنے کا حکم دے گا اور بعد میں اس پر عمل درآمد کیا جائے گا اور اس کی عدم موجودگی میں خود مسلمان ایسا کر سکتے ہیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۳۲ مسئلہ ۸)

○ مسئلہ ۸۶۲: اگر باپ اور بیٹا ٹریفک کے ایک ہی حادثے میں ہلاک ہو جائیں اور انہیں علیحدہ علیحدہ قبروں میں دفن کے بعد قبر کے اوپر رکھی جانے والی بڑی پتھر کی سلوں کو غلط فہمی کی بنا پر بیٹے کی قبر پر باپ کی اور باپ کی قبر پر بیٹے کی سل رکھ دی جائے تو ان سلوں کو اٹھا کر انکی صحیح جگہوں پر رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (استفتائات جلد ۱ ص ۸۸ سوال ۲۲۴)

فصل بیست و یکم (۲۱)

زیارت قبور

احادیث کی رہنمائی:

ا۔ محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''آیا ہم مرنے والوں کی زیارت کر سکتے ہیں؟'' امامؑ نے فرمایا: ''بالکل!'' میں نے عرض کیا: ''آیا اپنے ہاں وہ ہمارے آنے جانے سے باخبر ہوتے ہیں؟'' تو فرمایا: ''اِیْ وَاللّٰہِ! اِنَّھُمْ لَیَعْلَمُوْنَ بِکُمْ وَیَفْرَحُوْنَ بِکُمْ وَیَسْتَأْنِسُوْنَ اِلَیْکُمْ'' ہاں خدا کی قسم! یقیناً وہ تمہارے وہاں جانے سے آگاہ ہوتے ہیں تمہاری وجہ سے خوش ہوتے ہیں اور تمہارے ساتھ مانوس ہو کر سکون حاصل کرتے ہیں۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ص ۸۷۸ روایت۲)

۲۔ ایک اور روایت میں حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رسالتمآب نے مجھ سے فرمایا: ''یَا اَبَاذَرٍّ! اُوْصِیْکَ فَاحْفَظْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَنْفَعُکَ بِہٖ جَاوِرِ الْقُبُوْرِ تَذْکُرْ بِھَا الْاٰخِرَۃَ وَزُرْھَا اَحْیَانًا بِالنَّھَارِ وَلَا تَزُرْھَا بِالَّیْلِ'' اے ابوذرؓ! میں تمہیں ایک بات کی وصیت کرتا ہوں اسے پلے باندھ لو۔ اس اور پر عمل کرو۔ امید ہے کہ خداوند عالم تمہیں اس کے ذریعہ سے فائدہ دے گا قبرستان کی ہمسائیگی اختیار کرو تاکہ اس طرح سے تم آخرت کو یاد رکھو گے اور کبھی کبھی دن کے وقت ان کی زیارت کو چلے جایا کرو رات کے وقت نہیں۔ (مستدرک

الوسائل جلد۲ص ۳۶۳ روایت ۲۱۹۶)

۳۔اسی طرح ایک اور روایت میں ہے امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے (مومن) بھائی کی قبر کے کنارے جا کر اور اس کی قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ قدر پڑھے تو ''اٰمِنَ مِنَ الْفَزَعِ الْاَکْبَرِ اَوْیَوْمَ الْفَزَع'' قیامت کے دن کی عظیم ترین ہولناکیوں اور وحشتوں سے محفوظ رہے گا۔یا فرمایا قیامت کے ہنگامہ خیز دن محفوظ رہے گا''۔(وسائل الشیعہ جلد۲ص ۸۸۱ روایت ۱)

۴۔ایک اور روایت میں آپ ہی سے منقول ہے کہ جو بندہ بھی کسی مومن کی قبر کی زیارت کرے اور سات مرتبہ سورہ قدر کی تلاوت کرے ''غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ وَلِصَاحِبِ الْقَبْرِ'' خدا اسے بھی بخش دیتا ہے اور صاحب قبر کو بھی۔(وسائل الشیعہ جلد۲ص ۸۸۱ روایت ۵)

۵۔کتاب ''صحیفہ الرضا'' میں ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام جناب رسول خدا سے روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ''جو شخص قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ سورہ توحید۔قل ھو اللہ احد۔کی تلاوت کرے اور اس کا ثواب مُردوں کو پہنچائے تو ''اُعْطِیَ مِنَ الْاَجْرِ بِعَدَدِ الْاَمْوَاتِ'' تمام مُردوں کی تعداد کے برابر اسے ثواب ملے گا''۔(مستدرک الوسائل جلد۲ص ۴۸۳ روایت ۲۵۲۱)

۶۔ایک اور روایت میں ہے کہ: ''جب بندہ اپنا ہاتھ قبر پر رکھ کر کہتا ہے: ''اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ فَاِنَّہٗ اِفْتَقَرَ اِلَیْکَ'' خداوندا! تو اسے بخش دے کیونکہ وہ تیرا محتاج ہے۔

اور سورہ فاتحہ ایک مرتبہ اور سورہ توحید کو گیارہ مرتبہ پڑھے تو:

''نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَ ذٰلِکَ الْمَیِّتِ وَوَسَّعَ عَلَیْہِ قَبْرَہٗ مُدَّ بَصَرِہٖ وَرَجَعَ ھٰذَا الدَّاعِیْ مِنْ رَأْسِ الْقَبْرِ مَغْفُوْرًا لَہُ الذُّنُوْبُ فَاِنْ مَاتَ فِیْ یَوْمِہٖ اِلٰی مَأۃَ یَوْمٍ مَاتَ

شَہِیْدًا وَلَہُ ثَوَابُ الشُّھَدَآءِ فَاِنَّ اللّٰہ تعالٰی یُحِبُّ الْعَبْدَ النَّاصِحَ لِاَھْلِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ نَصَحَھُمْ بِالدُّعَاءِ وَالصَّدَقَةِ اَوْجَبَ الْجَنَّةَ بِغَیْرِ حِسَابٍ ''خداوند عالم اس میت کی قبر کو منور فرمائے گا اور تا حد نگاہ اس کو کشادہ کردے گا اور یہ دعا کرنے والا قبر کے سر سے اس حالت میں واپس لوٹے گا کہ اس کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہوں گے اگر اس دن سے لے کر سو دنوں تک کے عرصے میں مرے گا تو شہید مرے گا اور اس کے لئے شہداء کا ثواب ہوگا کیونکہ خداوند عالم اہل قبور کے خیر خواہ بندے سے محبت کرتا ہے پس جو شخص دعا اور صدقہ کے ذریعے ان سے خیر خواہی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر بغیر حساب کتاب کے بہشت واجب کر دیتا ہے۔ (مستدرک الوسائل جلد ۲ ص ۴۸۳ روایت ۲۵۲۳)

احکام زیارت

مسئلہ ۸۶۳: قبور اموات مومنین کی زیارت، ان پر سلام بھیجنا، ان کیلئے قرآن مجید پڑھنا، ان کیلئے رحمت اور مغفرت طلب کرنا ہر زمانے اور ہر حالت میں مستحب ہے خصوصی طور پر پیر اور جمعرات کے دنوں میں اور بالخصوص جمعرات کے دن عصر کے وقت اور ہفتہ کے دن صبح کے وقت مستحب موکد ہے۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۵ مسئلہ ۳۵)

نوٹ: مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۳۱۷ میں ہے ''مومنین میں سے جو لوگ دینی لحاظ سے صاحب عزت و شرافت ہیں جیسے انبیاء اوصیاء و ائمہ علیہم السلام نیز علماء اور صالحین اور نیک لوگ، ذریت پیغمبرؐ اور ان حضرات کے برگزیدہ اصحاب اور ائمہ علیہم السلام کی برگزیدہ ہستیاں جیسے سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، حذیفہ، جابر، قنبر، میثم، کمیل، زرارہ اور اس قبیل کے دوسرے حضرات (رضوان اللہ علیہم اجمعین) مستحب موکد ہے اور اولاد رسولؐ میں سے جن باعظمت ہستیوں کی

زیارت کی احادیث و روایات میں زیادہ تاکید کی گئی ہے خاص کر ان کی زیارت مستحب موکد ہے''۔(مزید وضاحت کیلئے ملاحظہ ہو مرأۃ الکمال)

○ مسئلہ۸۶۴: زیارت اموات صرف مَردوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں عورتوں کے لئے بھی زیارت مستحب ہے بشرطیکہ وہاں پر بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں اور صبر و تحمل کے ساتھ زیارت کریں۔(عروہ جلد۱ص ۳۲۵ مسئلہ ۳۵)

نوٹ: مرأۃ الکمال جلد۳ص ۳۱۶ میں ہے کہ:''مومنین کی قبور کی زیارت رات کو مکروہ ہے......لیکن معصومین علیہم السلام کے مزارات کی زیارت رات دن جائز ہے''۔

آداب زیارت

نوٹ: قبور مومنین کی زیارت کے وقت ان مکروہات کا خاص خیال رکھا جائے جن کا قبرستان کے ساتھ تعلق ہے اور''دفن کے مکروہات''میں اسے بیان کیا جاچکا ہے۔تحریر ج۱ص ۸۲ زیارت کے خاص آداب اور مخصوص دعائیں ہیں جو کتابوں میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں، ان میں سے چند ایک صورتیں ہم ذیل میں بیان کریں گے۔(تحریر جلد۱ص۸۲)

(ازمترجم: اس سلسلے میں ہماری ترجمہ کردہ کتاب''باقیات الصالحات''کے ساتھ مفاتیح الجنان مترجم اردو کا مطالعہ فرمائیں)

○ مسئلہ۸۶۵: مرنے والوں کو مندرجہ ذیل طریقے سے سلام کرنا مستحب ہے:

''اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَرَحِمَ اللّٰهُ الْمُتَقَدِّمِیْنَ مِنْکُمْ وَالْمُتَاخِرِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰهُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ''سلام ہو اہل دیار مومنین پر، خداوند عالم تمہارے پہلے آنے والوں کو بھی اور بعد میں آنے والوں پر رحم کرے اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے ساتھ آ ملنے والے

ہیں۔ (عروہ ج ۱ ص ۳۲۵)

○ مسئلہ ۸۲۶: اسی طرح مستحب ہے کہ کہے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ اَهْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (يَا اَهْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) كَيْفَ وَجَدْتُّمْ قَوْلَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مِنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ يَا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بِحَقِّ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِغْفِرْ لِمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاحْشُرْنَا فِي زُمْرَةِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهُ "یعنی بسم اللہ الرحمٰن سلام ہو تم پر اے لا الہ الا اللہ والو! لا الہ الا اللہ کے کلمہ کو تم نے کیسا پایا؟ اے معبود کہ جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس حق کی وجہ سے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، ان تمام لوگوں کو بخش دے جو لا الہ الا اللہ کہتے ہیں اور ہم کو بھی ان لوگوں کے گروہ میں محشور فرما جو "لا الہ الا اللہ محمد رسول علی ولی اللہ" کہتے ہیں۔ (عروہ جلد ۱ ص ۳۲۵، ۳۲۶)

اس طرح مستحب ہے کہ کہے: "اَلسَّلَامُ عَلٰى اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا فَرَطٌ وَاَنَا—نَحْنُ— اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ" سلام ہو تمام سرزمین میں موجود مومنوں اور مسلمانوں پر، تم لوگ ہم سے پہلے جا چکے ہو اور بالیقین ہم بھی انشاء اللہ آملنے والے ہیں"۔ (مرآۃ الکمال جلد ۳ ص ۳۱۴ منقول از کامل الزیارات ص ۳۲۱ باب ۱۰۵)

نیز یہ بھی ایک قسم کا سلام ہے، کہے: "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنْ قَوْمٍ مُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ رَحِمَ اللّٰهُ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْكُمْ وَالْمُتَاَخِّرِيْنَ وَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ" اے تمام سرزمینوں میں رہنے والے مومنین! تم پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، تم لوگ ہم سے پہلے جا چکے ہو اور ہم تمہاری اتباع میں تمہارے پیچھے آ رہے ہیں، خدا تم میں سے پہلے جانیوالوں اور بعد میں جانے والوں پر رحمت فرمائے یقیناً ہم سب خدا ہی کیلئے ہیں اور اسی خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

(مراۃ الکمال جلد۳ص ۳۱۴ منقول از قرب الاسناد ص ۵۸)

اسی طرح مندرجہ ذیل دعائے ماثورہ کو بھی پڑھے:

''اَللّٰھُمَّ جَافِ الاَرْضَ عَنْ-مِنْ- جُنُوْبِھِمْ وَصَاعِدْ اِلَیْکَ اَرْوَاحَھُمْ وَلَقِّھِمْ مِنْکَ رِضْوَانًا وَاَسْکِنْ اِلَیْھِمْ مِنْ رَّحْمَتِکَ مَاتَصِلُ بِہٖ وَحْدَتَھُمْ وَتُؤْنِسُ بِہٖ وَحْشَتَھُمْ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْیٍٔ قَدِیْرٌ'' خدایا! زمین کو ان کے پہلوؤں سے کشادہ کردے (ان کی جگہ کو وسیع فرما) اور ان کی روحوں کو اپنی طرف اٹھالے، اپنی طرف سے انہیں خوشنودی عطا فرما، اور انہیں اپنی رحمت سے اس طرح بہرہ مند فرما کر ان کی تنہائی کو اپنے ساتھ ملاقات کے پیوند میں تبدیل کردے اور احساس وحشت وتنہائی میں ان کا مونس وغمخوار بنادے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (مراۃ الکمال جلد۳ص ۳۱۴ منقول از کتاب فلاح السائل ص ۸۲ فصل ۱۳)

نیز روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ قبرستان سے گزرتے وقت پڑھنے کی بہترین دعا یہ ہے ''اَللّٰھُمَّ وَلِّھِم مَاتَوَلَّوْا وَاحْشُرْھُمْ مَعَ مَنْ اَحَبُّوْا'' خداوندا! انہیں ان کے اپنے سرپرستوں کے ہاں ٹھکانہ عطا فرما اور ان کے ساتھ محشور فرما جن کو یہ دوست رکھتے ہیں۔ (مراۃ الکمال جلد۳ ص۳۱۴ منقول از مستدرک الوسائل جلد ا ص ۱۳۱ باب ۴۹ نمبر ۴)

○ مسئلہ ۸۶۷: قبر پر ہاتھ رکھنا مستحب ہے۔ جیسا کہ تفصیلی طور پر ''دفن کے آداب اور مستحبات'' فصل شانزدہم (۱۶) میں گزر چکا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

○ مسئلہ ۸۶۸: زیارت کی حالت میں قبلہ رخ ہونا مستحب ہے۔

○ مسئلہ ۸۶۹: زیارت کی حالت میں بیٹھنا مستحب ہے البتہ کھڑا ہونا بھی جائز ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

نوٹ: احتمال یہ ہے کہ سورہ قدر سات مرتبہ، سورہ حمد، معوذتین اور آیت الکرسی تین تین

بار بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

○ مسئلہ ۸۷۰: سات بار سورہ قدر کا پڑھنا مستحب ہے۔ (تحریر ج ا ص ۸۲، عروہ ج ا ص ۳۲۵)

○ مسئلہ ۸۷۱: میت کیلئے دعا اور طلب مغفرت کرنا مستحب ہے جس طرح کہ اسی کتاب کی فصل شانزدہم کے "دفن کے آداب و مستحبات" میں بیان ہو چکا ہے۔ (تحریر جلد ا ص ۸۲، عروہ جلد ا ص ۳۲۴)

○ مسئلہ ۸۷۲: سورہ حمد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس اور آیت الکرسی کو تین تین بار پڑھنا مستحب ہے۔

○ مسئلہ ۸۷۳: سورہ یٰسین کا پڑھنا بھی مستحب ہے۔ (عروہ جلد ا ص ۳۲۵)

○ مسئلہ ۸۷۴: مستحب ہے کہ انسان میت کیلئے قرآن پڑھے۔ (رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۳)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حکم عمومی ہے چاہے بوقت زیارت ہو یا زیارت کے علاوہ ہو۔

علامہ مامقانی نے مذکورہ صورتوں کے علاوہ بھی روایات سے استفادہ کرتے ہوئے اہل قبور کی زیارت کے ضمن میں اور بھی بہت سے مستحبات کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً:

الف: قرآن مجید کی تلاوت خواہ ایک آیت ہی ہو۔

ب: سورہ توحید کی تلاوت گیارہ مرتبہ۔

ج: آیت الکرسی کی تلاوت، مطلقاً چاہے جتنے بار ہو سکے۔

د: سورہ ملک کی تلاوت۔

آخر میں فرماتے ہیں: "میرے خیال میں میت کیلئے جو یہ عام مشہور ہے کہ سورہ فاتحہ

اور سورہ توحید کی تلاوت کی جائے اس کی اصل بنیاد اس بات پر ہے کہ چونکہ سورہ حمد کی تلاوت کا ثواب قرآن مجید کی دو تہائی (۲/۳) تلاوت کے ثواب کے برابر ہے اور سورہ توحید کا ثواب ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے، مجموعی طور پر ختم قرآن کا ثواب حاصل ہو جاتا ہے"۔ (مرآۃ الکمال جلد۳ص۳۱۶)

○ مسئلہ ۸۷۵: والدین کی قبر کے پاس خداوند عالم سے حاجات طلب کرنا مستحب ہے۔ (عروہ جلد اص ۳۲۶، رسالہ توضیح جلد اص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۳)

○......☆......☆......○......☆......☆......○......☆

فصل بیست ودوم (۲۲)

اظہار تشکر - اور - ادائے حقوق

روایات کی رہنمائی میں:

ا۔ روایت میں ہے کہ کسی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا: ''آیا ہم میت کیلئے نمازیں پڑھیں؟'' فرمایا: ''ہاں، حَتّٰی اِنَّہُ لَیَکُوْنُ فِی ضِیقٍ فَیُوَسِّعُ اللّٰہُ عَلَیْہِ ذٰلِکَ الضِّیقَ ثُمَّ یُؤْتٰی فَیُقَالُ لَہُ: خُفِّفَ عَنْکَ ھٰذَا الضِّیقُ بِصَلَاۃِ فُلَانٍ اَخِیْکَ عَنْکَ '' حتی کہ بعض اوقات میت گھٹن اور تنگی میں واقع ہوتی ہے، تو خداوند اس نماز کی وجہ سے اس کی تنگی کو برطرف کر دیتا ہے، پھر اس کو لایا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ تیری یہ تنگی تیرے فلاں دینی بھائی کی نماز کی وجہ سے خفیف ہوئی ہے جو اس نے تیری نیابت میں ادا کی ہے۔

راوی کہتا ہے، میں نے عرض کیا: ''آیا میں دو رکعت نماز دو آدمیوں کیلئے پڑھ سکتا ہوں؟'' حضرتؑ نے فرمایا: ''ہاں پڑھ سکتے ہو!''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص ۶۵۵ روایت ۱)

۲۔ امام علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ:

''اِنَّ الْمَیِّتَ لَیَفْرَحُ بِالتَّرَحُّمِ عَلَیْہِ وَالْاِسْتِغْفَارِ لَہُ کَمَا یَفْرَحُ الْحَیُّ بِالْھَدِیَّۃِ تُھْدٰی اِلَیْہِ ''یقین جانو جس طرح زندہ شخص تحفہ تحائف ملنے سے خوش ہوتا ہے اسی طرح مرنے و ۔ ی رحمت طلبی اور استغفار کی وجہ سے خوش ہوتا ہے جو اس کیلئے ایک تحفہ ہوتا ہے۔

(ایضاً روایت ۲)

۳۔ روایت میں ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: حضرت رسول خداؐ سے سوال کیا گیا کہ: ''انسان پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟'' تو آپؐ نے فرمایا: ''والدین کا'' اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا: ''کبھی انسان اپنے والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہے مگران کے مرنے کے بعد ان کیلئے استغفار نہیں کرتا اور ان کے بارے میں نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے ''وَاِنَّ الرَّجُلَ یَکُوْنَ عَاقًّا لهما فِی حَیَاتِهِمَا فَاِذَا مَاتَا اَکْثَرَ الْاِسْتِغْفَارَ لَهُمَا فَکُتِبَ بَارًّا'' اور کبھی انسان ان کی زندگی میں تو ان کا نافرمان ہوتا ہے مگر ان کے مرنے کے بعد ان کیلئے بہت زیادہ استغفار کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نیکوکار لکھا جاتا ہے''۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ ص۱۱۲ روایت ۱۵۶۸)

۴۔ معاویہ بن عمار کہتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: ''وہ کونسی چیزیں ہیں، انسان مرنے کے بعد ان سے جا ملے گا؟'' فرمایا: ''وہ شیوہ اور طریقہ کار ہے جس کی بنیاد انسان نے اپنی زندگی میں رکھی ہے اور مرنے کے بعد اس پر عمل درآمد ہوتا رہا تو جتنا جزا اس پر عمل کرنے والوں کو ملے گی اتنا ہی اس کی بنیاد رکھنے والوں کو بھی ملے گی اور عمل کرنے والوں کی جزا سے بھی کچھ کم نہیں ہوگا۔

دوسرا وہ صدقہ جاریہ ہے جو انسان کے مرنے کے بعد بھی برابر جاری وساری ہے اور لوگ اس سے فیض یاب ہو رہے ہوتے ہیں اور تیسرے انسان کی نیک اولاد ہے جو اپنے والدین کے مرنے کے بعد بھی ان کیلئے دعائے خیر کرتی ہے ان کیلئے حج بجالاتی ہے، صدقہ دیتی ہے، غلام آزاد کرتی ہے اور ان کی نیابت میں نمازیں پڑھتی اور روزے رکھتی ہے''۔

میں نے عرض کیا؟: ''تو کیا میں اپنے حج میں بھی انہیں شریک کر سکتا ہوں؟'' فرمایا: ''ضرور!!''۔ (وسائل الشیعہ جلد۲ ص۶۵۶ روایت ۶)

۵۔عمر بن یزید کہتے ہیں کہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہررات متواتر دو رکعت نماز اپنے فرزند کی طرف سے پڑھا کرتے تھے اور روزانہ دن کو اپنے والدین کیلئے دو رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے اور ان دونوں رکعتوں میں سورہ ''سورہ انا انزلناہ......'' اور سورہ ''انا اعطینا ک الکوثر'' پڑھا کرتے تھے۔(وسائل الشیعہ جلد۲ص ۶۵۶ روایت ۷)

۶۔ایک روایت میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ فرماتے ہیں کہ: ''لَاتَنْسُوا مَوْتَاكُمْ فِيْ قُبُوْرِهِمْ وَمَوْتَاكُمْ يَرْجُونَ اِحْسَانَكُمْ وَمَوْتَاكُمْ مَحْبُوْسُوْنَ يَرْغَبُوْنَ فِي اَعْمَالِكُمْ الْبِرَّ وَهُمْ لَايَقْدِرُوْنَ اَهْدُوا اِلٰى مَوْتَاكُمُ الصَّدَقَةَ وَالدُّعَاءَ ''تم اپنے مردہ اہل قبور رشتہ داروں کو فراموش نہ کرو، حالانکہ وہ تمہاری نیکی اور احسان کے امیدوار ہیں وہ زندانوں میں قید ہیں ان کی خواہشیں ہوتی ہیں کہ تم ان کیلئے نیک کام بجالاؤ اور وہ خود یہ کام انجام دینے پر قادر نہیں ہیں، پس تم اپنے مُردوں کے لئے صدقہ دیا کرو اور دعا ہدیہ کیا کرو۔(مستدرک الوسائل جلد۲ص ۱۱۴ روایت ۱۵۷۴)

۷۔نیز روایت میں ہے کہ حضرت رسول خداؐ نے فرمایا: ''جو کچھ تم میت کیلئے صدقہ دیتے ہو، اسے فرشتہ نور کے ایک طبق میں سجا کر کہ جس کا نور سات آسمانوں تک جا پہنچتا ہے، قبر کے کنارے لے آتا ہے اور صدا دیتا ہے: ''اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَااَهْلَ الْقُبُوْرِ اَهْلُكُمْ اَهْدىٰ اِلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْهَدِيَّةِ '' اے اہل قبور تم سب پر سلام ہو، تمہارے متعلقین نے تمہارے لئے یہ ہدیہ بھیجا ہے، جسے میت اپنی قبر کے اندر لے جاتی ہے ''وَتُوَسَّعُ عَلَيْهِ مَضَاجِعُهُ '' اس کی وجہ سے اس کا ٹھکانہ اور مرقد وسیع ہو جاتی ہے۔

پھر حضرتؐ نے فرمایا؟: ''اَلَا مَنْ اَعْطَفَ الْمَيِّتَ بِصَدَقَةٍ فَلَهُ عِنْدَاللّٰهِ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُحُدٍ وَيَكُوْنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيْ ظِلِّ عَرْشِ اللّٰهِ يَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّ الْعَرْشِ

ـَ ـٌ وَمَيِّتٌ نَجِيَابِهٰذِهِ الصَّدَقَةِ " آگاہ رہو! جو شخص صدقہ دے کر مرنے والے پر مہربانی ے گا اسے کوہ احد کے برابر ثواب ملے گا، اور قیامت کے دن عرش خداوندی کے زیرِ سایہ ہوگا دن اس کے سائے کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا چنانچہ اس طرح سے دونوں لوگ - زندہ اور مردہ بھی - اسی صدقہ کے طفیل نجات پا جائیں گے۔ (مستدرک الوسائل جلد۲ ص ۱۱۴ ایت ۱۵۷۷)

میت کیلئے عبادتی اعمال بجالانے کے طریقے

○ مسئلہ ۸۷۶: میت کے لئے عبادتی اعمال - کہ جن کے بجالانے سے مرنے والا ی الذمہ ہوجاتا ہے اور کوئی ادائیگی اس کے ذمہ باقی نہیں رہتی - کے مندرجہ ذیل طریقے ہیں:

الف: عبادتی اعمال مثلاً ان نماز اور روزں کی قضا جو مرنے والے نے انجام نہیں دیئے کی نیابت میں بجالائی جائے۔

ب: عبادتی اعمال کو میت کی نیابت میں اجرت لئے بغیر بطور رضا کارانہ بجالایا جائے۔

ج: اعمال خیر بجالائے جائیں اور ان کا ثواب میت کو ہدیہ کیا جائے۔ (تحریر جلد۱ ۲۰۶، عروہ جلد۱ ص ۵۸۲)

○ مسئلہ ۸۷۷: اگر کوئی عمل میت پر واجب تھا اور میت نے اسے اپنی زندگی میں انجام دیا وہ ابھی تک اس پر واجب ہے، اگر اسے بجالا کر اس کا ثواب میت کو ہدیہ کیا جائے تو یہ فی نہیں ہوگا، بلکہ عمل انجام دینے والا خود کو میت کی جگہ پر فرض کرے اور عمل اسی کی نیابت میں م دے خواہ وہ اجیر بن کر خواہ رضا کارانہ طور پر بجالائے، دونوں صورتوں میں اسے میت کی بت کرنی چاہیئے۔

بنابریں اگر اس کی نیت صرف یہ ہو کہ جو عمل میت کے ذمہ ہے میں اسے انجام دے رہا ہوں اور اس کے نائب ہونے کا قصد نہ کرے اور خود کو اس کی جگہ فرض نہ کرے تو پھر ایسی عبادت میں اشکال ہوگا اور احتیاط واجب کی بنا پر کافی نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۲۰۶، عروہ جلد اص ۵۸۲ مسئلہ ا، رسالہ توضیح جلد اص ۸۶۰ مسئلہ ۱۵۳۷)

○ مسئلہ ۸۷۸: زندہ لوگوں کی نیابت میں اعمال انجام دینا - خواہ اجرت لے کر خواہ رضا کارانہ - جائز نہیں ہے، خواہ زندہ افراد خود ان کے انجام دینے پر قادر نہ ہوں، البتہ صرف ایک صورت ہے حج کی جب مستطیع شخص خود اس کے براہ راست انجام دینے سے عاجز ہو اس کی طرف سے نیابت دونوں صورتوں میں جائز ہے۔

○ مسئلہ ۸۷۹: بعض مستحب اعمال مثلاً زیارات پیغمبر اکرمؐ وائمہ اطہار علیہم السلام زندوں کی نیابت میں بھی انجام دینا جائز ہے خواہ اجرت لے کر جائیں خواہ بغیر اجرت کے اور رضا کارانہ بجالائیں۔ (عروہ جلد اص ۵۸۲، رسالہ توضیح جلد اص ۸۵۹ مسئلہ ۱۵۳۴)

○ مسئلہ ۸۸۰: مستحب ہے کہ انسان ثواب سمجھ کر اپنے عزیزوں رشتہ داروں، دوستوں اور دوسرے لوگوں کی طرف سے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر چکے ہوں، اسی طرح حضرات معصومین علیہم السلام کی نیابت میں بھی خواہ وہ ظاہری حیات میں ہوں یا وصال فرما چکے ہوں، حج یا صرف طواف بجالائے البتہ اگر عزیز رشتہ دار زندہ ہونے کی صورت میں مکہ میں موجود نہ ہوں اگر ہوں بھی تو معذور ہوں تو ان کی نیابت صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ (تحریر جلد اص ۳۶۸ مسئلہ ۲، ص ۳۷۶ مسئلہ ۱۴، عروہ جلد ۲ ص ۳۵۰ مسئلہ ۳، ص ۳۴۸ مسئلہ ۱۶)

○ مسئلہ ۸۸۱: جائز ہے کہ انسان مستحبی اعمال انجام دے کر اس کا ثواب زندوں کو ہدیہ کرے جس طرح مُردوں کو ہدیہ کرنا جائز ہے۔ (عروہ جلد اص ۵۸۲، رسالہ توضیح ج اص ۸۵۹ م ۱۵۳۴)

○ مسئلہ۸۸۲: جائز ہے کہ انسان حج کا ثواب کسی دوسرے کو ہدیہ کرے خواہ حج مکمل لینے کے بعد یہ تہیہ کرے یا شروع ہی سے اس کی یہی نیت ہو۔(تحریر جلد۱ص ۳۶۸ مسئلہ۶، وہ جلد۲ص ۳۵۱ مسئلہ۱۲)

﴿مالی واجبات کے اخراجات﴾

○ مسئلہ۸۸۳: جیسا کہ فصل سوم میں گزر چکا ہے کہ جس شخص کے ذمہ کوئی واجب ہو نماز اور روزہ وغیرہ یا مالی واجبات جیسے زکوۃ، خمس، مظالم، کفارات وغیرہ تو اس پر واجب ہے وصیت کرے کہ ان امور کی بجا آوری کیلئے کسی کو اجیر مقرر کیا جائے لیکن جس شخص کا ولی اور بڑا موجود ہو اور اسے اس کے بجالانے پر اطمینان بھی ہو (تو پھر وصیت کرنے کی ضرورت نہیں)۔(تحریر جلد۱ص ۲۰۷ مسئلہ۱، عروہ جلد۱ص ۵۸۳ مسئلہ۳)

○ مسئلہ۸۸۴: میت کے وصی پر واجب ہے کہ مالی واجبات - مثلاً زکوۃ، خمس، مظالم رکفارات وغیرہ، یا حج واجب خواہ حج نذری ہو اور مرنے والے نے اپنے اوپر قرار دیا ہو- کے اجات میت کے اصل ترکہ سے ہی اٹھائیں۔

لیکن بدنی واجبات مثلاً نماز، روزہ کی ادائیگی کیلئے اخراجات کو اصل مال سے نہیں بلکہ کے ثلث (۱/۳) مال سے اٹھایا جائے۔(تحریر جلد۱ص ۲۰۷ مسئلہ۱۴، عروہ جلد۱ص ۵۸۴ ۳،۴۔رسالہ توضیح جلد۲ص ۵۸۴)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل جلد۱ص ۵۸۴ مسئلہ۲۷۱۹ کا متن یوں ہے:

”جو حج میت پر واجب ہے اور جن قرضوں اور دوسرے حقوق مثلاً خمس، زکواۃ اور مظالم ادائیگی اس پر واجب ہے، ان سب کیلئے اخراجات میت کے اصل مال سے اٹھائے جائیں

گے خواہ ان کیلئے اس نے وصیت نہ بھی کی ہو"۔

نیز رسالہ کے ایک اور مقام (جلد۱ص۵۸۴ مسئلہ۲۷۲۰) پر ہے: "اگر میت کا مال، اس پر قرض، حج واجب اور حقوق مثلاً خمس وزکوٰۃ اور مظالم وغیرہ جو اس پر واجب ہیں، سے زیادہ ہو اور میت نے ان کی ادائیگی کی وصیت بھی کی ہو کہ اس کے مال سے ایک تہائی (۱/۳) یا اس کا کچھ حصہ انہی امور پر خرچ کیا جائے تو ایسی صورت میں اس کی وصیت پر عمل کیا جائے گا اور اگر وصیت نہیں کی تو جو باقی بچ رہے گا وہ ورثاء کا مال ہوگا"۔

○ مسئلہ۸۸۵: مالی واجبات کا حساب کر کے، ان کے اخراجات کو میت کے اصل ترکہ سے اٹھانا واجب ہوگا ہر چند کہ مرنے والے نے اس کی وصیت نہ بھی کی ہو، لہٰذا اگر معلوم ہو جائے کہ کچھ مالی واجبات میت کے ذمہ تھے تو واجب ہے کہ اس کے ترکہ سے ادا کیے جائیں، خواہ میت نے اس کی وصیت نہ کی ہو، اور اگر مرنے والا کہے کہ مالی واجبات اس کے ذمہ ہیں تو اس کی باتوں پر عمل کیا جائے اور انہیں اس کے اصل ترکہ سے ادا کیا جائے، اور اگر اس نے وصیت کی ہے کہ انہیں اس کے تہائی مال سے ادا کیا جائے تو پھر ایسا ہی کیا جائے گا لیکن اگر تہائی مال اس حد تک نہیں پہنچتا اور کافی نہیں ہوتا تو باقی کو اصل مال سے اٹھایا جائے گا۔

رہے دوسرے واجبات یعنی نماز، روزہ وغیرہ تو اگر میت نے ان کے بارے میں وصیت کی ہے تو اس کے تہائی مال سے ادا کیے جائیں گے البتہ اگر ورثاء اجازت دیں تو میت کے اصل مال سے بھی ادا کیے جا سکتے ہیں۔ (تحریر جلد۱ص۲۰۷ مسئلہ۱، عروہ جلد۱ص۵۸۴ مسئلہ۴)

○ مسئلہ۸۸۶: اگر گزشتہ مسائل کے مطابق عمل کیا جائے جبکہ میت کا ولی اور بڑا بیٹا بھی موجود ہو تو پھر نماز روزوں کی قضا ولی اور بڑے بیٹے سے ساقط ہو جاتی ہے لیکن اگر میت نے نماز روزوں وغیرہ کی قضا کیلئے وصیت کی ہو اور اس کا کوئی مال اور ترکہ بھی نہ ہو تو وصی اور وارث پر

واجب نہیں ہے کہ اپنے مال سے اس کی وصیت پر عمل کریں یا خود اپنے ذمہ لے کر انہیں انجام دیں، سوائے ان نماز، روزوں کی قضا کے جو میت کے ولی اور اس کے بڑے بیٹے پر واجب ہوتی ہے خواہ اسے وہ بذات خود انجام دے یا کسی کو اجیر بنا کر اپنے مال سے اس کی ادائیگی کرے، خواہ مرنے والے نے اس بات کی وصیت نہ بھی کی ہو (ان احکام کی مزید تفصیل آئندہ مسائل میں بیان ہوگی) البتہ اگر میت کا کوئی ترکہ نہیں تھا، لیکن اس نے یہ وصیت کی کہ اس کی اولاد-خواہ بیٹا ہو یا بیٹی-نماز، روزے اور اس طرح کے دوسرے اعمال کی قضا بجالائیں یا حتیٰ کہ اگر کوئی اس کا بڑا بیٹا اور ولی نہیں ہے اسے وصیت کرے کہ یہ چیزیں بجالائیں تو احتیاط واجب یہ ہے کہ اگر واجب امور بہت زیادہ نہیں ہیں کہ جن کی انجام دہی کیلئے کافی مشقت اور زحمت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تو اولاد کو براہ راست اور کسی کو اجیر بنائے بغیر خود ہی انجام دینا چاہئے۔

لیکن اگر اولاد نہیں ہے اور وہ لوگ ہیں جن پر میت کی اطاعت واجب نہیں ہے تو ان پر کچھ واجب نہیں ہے اور اگر اولاد خود بھی انجام نہیں دے سکتی تو ان پر واجب نہیں ہے کہ کسی کو اجیر بنائیں اسی طرح اگر مرنے والا وصیت کرے کہ اس کی اولاد اس کے مال سے کسی کو اجیر بنا کر واجبات ادا کرے خود براہ راست انجام نہ دے تو بھی اولاد پر واجب نہیں ہے کہ کسی کو اجیر بنائے (تحریر جلد اص ۲۰۷ مسئلہ ا، عروہ جلد اص ۵۸۴ مسئلہ ۵)

﴿نماز اور روزے کی قضا﴾

○ مسئلہ ۸۸۷: میت کے ولی پر جو کہ یہاں پر اس کا بڑا بیٹا مراد ہے، واجب ہے کہ جو نماز اور روزے اس کے باپ سے فوت ہو گئے ہیں، ان کی قضا بجالائے۔ (تحریر جلد اص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶ اص ۲۷۳ مسئلہ ۱۳، عروہ جلد اص ۵۹۱)

○ مسئلہ۸۸۸: باپ کے نماز روزے کسی عذر کی وجہ سے فوت ہوئے ہوں مثلاً نیند، فراموشی یا اس قسم کے امور، یا جان بوجھ کر اس نے خود ہی چھوڑے ہوں سب کی قضاء اس پر واجب ہے حتی کہ احتیاط واجب کی بنا پر جو اس نے سرکشی اور خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے بھی چھوڑے ہوں انہیں بھی بجا لائے۔ (تحریر جلد ا ص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد ا ص ۵۹۱ جلد۲ص ۶۱ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ۸۸۹: مرنے والا جن نماز روزوں کی قضا بجالا سکتا تھا لیکن ان کی قضا بجا نہیں لایا تو میت کے ولی پر مسلم طور پر ان کی قضا کی بجا آوری واجب ہے بلکہ ان تمام نمازوں کی قضا بھی احتیاط واجب کی بنا پر واجب ہے، جن کی قضا مرنے والا بجا نہیں لا سکتا تھا۔ (عروہ جلد ا ص ۵۹۲)

○ مسئلہ۸۹۰: اگر مرنے والے نے بیماری کی وجہ سے روزے نہیں رکھے اور بعد میں ان کی قضاء بجالانے کی بھی اس میں قدرت پیدا ہوگئی لیکن بجا نہیں لایا بلکہ سستی کی وجہ سے انہیں چھوڑ دیا تو ان کی قضا مسلم طور پر ولی پر واجب ہے، لیکن اگر اس میں قضا کے بجالانے کی قدرت پیدا نہیں ہوئی جس کی وجہ سے وہ بجا نہیں لا سکا تو ان کی قضا واجب نہیں ہے اور اگر سفر کی وجہ سے اس سے روزے رہ گئے اور بعد میں بالکل ان کی قضا بجالانے کی قدرت پیدا نہیں کر سکا تو احتیاط واجب کی بنا پر ان کی قضا بجالائے اور سفر کے علاوہ کسی اور عذر شرعی کی وجہ سے رہ جانے والے روزوں کی قضا بجالانے کیلئے ادائیگی کی قدرت معتبر ہے، لہٰذا جن صورتوں میں مرنے والے کی زندگی میں بجالانے کیلئے قدرت پیدا ہوگئی تھی اور بجا نہیں لایا تو ولی پر ان کی قضا واجب ہے اگر قدرت پیدا نہیں کی تھی تو قضا واجب نہیں ہے۔

بہر حال ان روزوں کیہ قضا واجب ہے کہ جن کا فوت ہونا قضا کا موجب بنے لہٰذا

روزہ اگر کسی عذر کی وجہ سے فوت ہوا اور انسان اسی ماہ رمضان ہی میں فوت ہو گیا یا بیمار ہو گیا ور بیماری اگلے ماہ رمضان تک جاری رہی تو بھی اس کی قضا ولی پر واجب نہیں ہے کیونکہ ایسی صورت میں اس سے روزے کی قضا ساقط ہو جائے گی، نیز اس بات میں بھی فرق نہیں ہے کہ جن صورتوں میں میت نے روزے چھوڑے ہیں ان کا صدقہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ ہر چند احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اگر مرنے والے کے ورثا راضی ہوں تو صدقہ بھی دیا جائے اور روزوں کی قضا بھی بجا لائی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۵۹۲، تحریر جلد ا ص ۲۷۳ مسئلہ ۱۳، رسالہ توضیح جلد ا ص ۷۸۹ مسئلہ ۱۳۹۰، ص ۹۸۷ مسئلہ ۱۷۱۲)

نوٹ رسالہ توضیح المسائل میں ہے کہ: ''اگر باپ نے نماز روزے بجا نہیں لائے اور اس نے ایسا خدا کی نافرمانی اور معصیت کی وجہ سے نہیں کیا اور ان کی وہ قضا بھی بجا لا سکتا تھا، لیکن نہیں بجا لائی تو بڑے بیٹے پر واجب ہے کہ اس کے مرنے کے بعد ان کی قضا بجا لائے یا کسی کو ان کی قضا بجا لانے کیلئے اجیر مقرر کرے بلکہ اگر نافرمانی کی وجہ سے بھی ترک ہو گئے ہوں تو بھی واجب ہے کہ اس صورت پر عمل کرے نیز جو روزے اس نے سفر میں نہیں رکھے تھے اگر چہ ان کی قضا کی بھی اس میں قدرت نہیں تھی تو بھی بڑے بیٹے پر واجب ہے کہ خود ان کی قضا بجا لائے یا کسی کو اس کیلئے اجیر مقرر کرے۔

○ مسئلہ ۸۹۱: نماز روزوں کی قضا کیلئے ماں کو باپ کے ساتھ نہیں ملایا جا سکتا لہٰذا اس کی نماز، روزوں کی قضا بڑے بیٹے پر واجب نہیں اگر چہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اس کی طرف سے بھی نماز، روزوں کی قضا بجا لائی جائے۔ (عروہ جلد ا ص ۵۹۱، تحریر جلد ا ص ۲۰۶ م ۱۶)

○ مسئلہ ۸۹۲: جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ یہاں پر میت کے ولی سے مراد اد کا بڑا بیٹا ہے، لہٰذا نماز روزوں کی قضا میت کی بیٹی پر واجب نہیں ہے خواہ مرنے والے کا بیٹا نہ بھی ہو۔

نیز بڑے بیٹے کے علاوہ دوسرے بیٹوں پر بھی نہیں ہوگی، اسی طرح باپ، بھائی، چچا، ماموں اور دیگر رشتہ داروں پر حتی کہ ان کے کسی بھی مرد پر واجب نہیں ہوگی اگر چہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ اگر میت کا بڑا بیٹا موجود نہیں تو مذکورہ افراد وراثت کے طبقات کی ترتیب کے تحت میت کے نماز اور روزوں کی قضا اپنے ذمہ لیں، بلکہ احتیاط مستحب کی بنا پر بہتر ہے کہ بڑا بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اس سے چھوٹا بیٹا وہ نہ ہو تو اس سے بھی چھوٹا بیٹا اسی طرح بالترتیب سب سے چھوٹا قضا بجالائے اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں ہر طبقہ کے مطابق خواتین اس کام کو انجام دیں حتی کہ زن وشوہر بھی یہ کام انجام دے سکتے ہیں۔ (تحریر جلد ۱ ص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد ۱ ص ۵۹۲، جلد ۲ ص ۶۲ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۸۹۳: اگر میت نے نماز اور روزے انجام دیئے ہوں لیکن معلوم ہو کہ یہ نماز، روزے بعض شرائط کے چھوڑنے سے باطل ہو گئے تھے تب بھی میت کا ولی انہیں انجام دے (تحریر جلد ۱ ص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد ۲ ص ۶۲ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۸۹۴: باپ کے صرف ان نماز، روزوں کی قضا بڑے بیٹے پر واجب ہوگی جو خود اس کے اپنے روزے، نمازیں قضا کئے ہوئے ہوں، لہٰذا اگر مرنے والے نے دوسروں کی نماز روزے اجارے پر لئے ہوئے ہوں اور انہیں ادا کئے بغیر اس دنیا سے رخصت ہو جائے تو ان کی قضا بڑے لڑکے پر واجب نہیں ہوگی یا خود مُرنے والا جبکہ اپنے باپ کا بڑا بیٹا اور ولی تھا اور اس پر ولی ہونے کے ناتے باپ کی نماز، روزوں کی قضا واجب تھی لیکن وہ بجا نہیں لایا تو بھی ان کی قضا دوسرے ولی پر واجب نہیں ہے۔ (تحریر جلد ۱ ص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد ۱ ص ۵۹۲ مسئلہ ۱)

○ مسئلہ ۸۹۵: جن نمازوں کا میت کے ولی پر بجالانا واجب ہے وہ صرف نماز پنجگانہ ہی میں محدود نہیں ہیں بلکہ نذر کی وجہ سے جو میت پر واجب تھی۔ چاہے موقت و معین ہی تھی۔ اور

کسی عذر کی وجہ سے اسے ادا نہیں کیا جا سکا، ان کی قضا بھی ولی پر واجب ہوگی اسی طرح صرف ماہ رمضان کے روزوں ہی کی قضا اس کے ذمہ نہیں ہوگی بلکہ تمام واجبی روزوں کی ادائیگی واجب ہوگی جو میت سے چھوٹ گئے تھے۔ (عروہ جلد اص ۵۹۵ مسئلہ ۱۸، جلد ۲ ص ۶۳ مسئلہ ۲۶، رسالہ توضیح جلد اص ۹۸۷ مسئلہ ۱۷۱۳)

نوٹ: اگر باپ نے رمضان المبارک کے روزوں کے علاوہ نذر کے روزے بھی نہیں رکھے تو بھی ان کی قضا بڑے بیٹے کے ذمہ ہے۔

○ مسئلہ ۸۹۶: آیا اتنا کچھ کافی ہے کہ مرنے والا اپنے ولی سے کہے کہ مجھ سے اس قدر نماز روزے عذر کی وجہ سے قضا ہو گئے ہیں لہٰذا ولی میت کو بھی اتنا ہی نماز روزوں کی قضا بجا لانی چاہئے؟ اس میں اشکال ہے لیکن احتیاط واجب کی بنا پر ولی صرف انہی کی قضا بجا لائے جن کے بارے مرنے والے نے بتایا ہے۔ (عروہ جلد اص ۵۹۵ مسئلہ ۱۹)

○ مسئلہ ۸۹۷: میت کے ولی پر واجب نہیں ہے کہ ان نماز روزوں کی قضا خود براہ راست بجا لائے بلکہ وہ کسی کو اپنے پاس سے رقم ادا کر کے ان کا اجیر بھی بنا سکتا ہے، اس وقت اجیر کا فرض بنتا ہے کہ وہ میت کی نیابت کی نیت سے۔ نہ کہ ولی کی نیابت کی نیت سے۔ ان کی قضا بجا لائے اگر ولی میت نے کسی کو اجیر تو بنایا لیکن اس نے اپنا فریضہ انجام نہ دیا، اگر دیا بھی تو باطل تھا ایسی صورت میں ولی سے یہ فریضہ ساقط نہیں ہوگا۔ (تحریر جلد اص ۲۰۶ مسئلہ ۱۶، عروہ جلد اص ۵۹۴ م ۱۱ ص ۵۹۶ م ۲۵)

○ مسئلہ ۸۹۸: اگر مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ اس کے قضا شدہ نماز، روزے بجا لائے جائیں جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ صرف اس صورت میں میت کے ولی ساقط ہوں گے کہ کسی نے اجیر ہو کر انہیں صحیح طور انجام دیا ہو، ورنہ خود ولی پر واجب ہے۔ (عروہ جلد اص ۵۹۴ مسئلہ ۱۰، جلد ۲ ص ۶۳ مسئلہ ۲۴، رسالہ توضیح جلد اص ۱۹۷ م ۱۳۹۴)

نوٹ: رسالہ توضیح المسائل کا متن اس طرح ہے: ''اگر میت نے وصیت کی ہو کہ اس کے نماز، روزوں کیلئے اجیر مقرر کیا جائے گا اگر اجیر نے انہیں صحیح طریقے سے انجام دیدیا تو بڑے بیٹے پر کچھ فرض نہیں ہوگا''۔ نیز رسالہ توضیح المسائل جلد ا ص ۸۶۱ مسئلہ ۱۵۳۹ میں ہے: ''جو شخص کسی دوسرے آدمی کو اجیر مقرر کردے اور اسے معلوم ہو جائے کہ اس نے عمل انجام نہیں دیا یا غلط انجام دیا ہے تو اسے دوبارہ اجیر مقرر کرنا پڑے گا''۔

○ مسئلہ ۸۹۹: اگر کسی نے نیکی کا کام سمجھتے ہوئے اجرت لئے بغیر کسی میت کے نماز، روزے انجام دیدیئے ہوں تو ولی میت سے یہ قضا ساقط ہو جائے گی۔ (عروہ جلد ا ص ۵۹۴ م ۱۲)

○ مسئلہ ۹۰۰: اگر مرنے والے کا ولی اور بڑا بیٹا نہیں تھا یا تھا تو سہی لیکن میت کے نماز، روزے ادا کرنے سے پہلے مرگیا، یا ادا تو کئے مگر بعد میں معلوم ہوا کہ صحیح انجام نہیں دیئے ایسی صورت میں اگر میت نے وصیت نہ کی ہو تو واجب نہیں ہے کہ میت کے نماز روزے بجالانے کیلئے اجیر مقرر کیا جائے اور وصیت کی صورت میں واجب ہوگا کہ کسی کو اجیر مقرر کیا جائے اور اس کے اخراجات میت کے باقیماندہ مال کے ۱/۳ حصہ سے لئے جائیں۔ (عروہ جلد ا ص ۵۹۵ مسئلہ ۲۱)

○ مسئلہ ۹۰۱: مستحب ہے کہ میت کیلئے قرآن پڑھا جائے۔ (رسالہ توضیح جلد ا ص ۳۶۷ مسئلہ ۶۳۳)

نوٹ: مرآۃ الکمال میں بھی ہے کہ: الف: ''مستحب ہے کہ انسان میت کی نیابت میں نماز، روزہ اور حج بجالائے اور صدقہ دے اور نیکی کے دوسرے کام سرانجام دے''۔ (جلد ۳ ص ۵۵۴)

ب: ''میت کیلئے دعا کرنا، اس کیلئے رحمت و مغفرت طلب کرنا مستحب ہے''۔ (ایضاً)

ج: ''ماں باپ کے حق میں نیک اور خیر کے کام انجام دینا، صدقہ دینا، نماز پڑھنا اور روزے رکھنا وغیرہ مستحب مؤکد ہیں یہاں تک کہ ماں باپ کے حق میں استغفار ترک کردینا مکروہ

ہے''۔(ایضاص ۵۵۶)

باپ کے لئے بیٹے کی نماز

د: حسن بن فضل طبرسی اپنی کتاب ''مکارم الاخلاق'' میں فرماتے ہیں کہ: ماں باپ کیلئے بیٹا یوں نماز پڑھے۔ یہ نماز دو رکعت ہے پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ پڑھے: ''رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ'' خداوندا! مجھے، میرے والدین کو اور تمام مومنین کو بخش دے جس دن کہ مخلوق کا حساب برپا ہوگا (سورہ ابراہیم/۴۱) اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ پڑھے: ''رَبَّنَا اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ'' اے ہمارے رب! تو مجھے میرے والدین اور ہر اس شخص کو بخش دے جو مومن بن کر میرے گھر میں داخل ہوتا ہے اور تمام مومنین و مومنات کو بخش دے (نوح/۲۸) اور سلام کے بعد دس مرتبہ کہے: ''رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا'' پروردگارا! تو میرے والدین کو اسی طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری تربیت کی ہے۔(بنی اسرائیل/۲۴) (مستدرک الوسائل جلد ۱ص ۱۱۳ روایت ۱۵۷۲)

ھ: اسی طرح کی ایک اور نماز ہے، یہ نماز بھی دو رکعت ہے، ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بیس مرتبہ یہ پڑھا جائے: ''رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا'' (بنی اسرائیل/۲۴) جب سلام کے بعد نماز ختم ہو جائے تو سجدے میں جا کر اسی آیت کو دس مرتبہ پڑھیں۔(مستدرک الوسائل جلد ۲ص ۱۱۳ روایت ۱۵۷۲)

بیٹے کے لئے باپ کی نماز

و: مرحوم طبرسیؒ نے مکارم الاخلاق میں لکھا ہے کہ بیٹے کیلئے باپ کی نماز چار رکعتیں ہیں

جس کی ترتیب یہ ہے:

پہلی رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ یہ پڑھیں:

''رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَیۡنِ لَکَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِنَا اُمَّۃً مُّسۡلِمَۃً لَّکَ وَاَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبۡ عَلَیۡنَا اِنَّکَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ'' پروردگارا! تو ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار قرار دے اور ہماری نسل اور اولاد میں سے اپنا فرمانبردار قرار دے ہمیں ہمارے مناسک دکھا دے، ہماری توبہ قبول فرما بے شک تو توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ (بقرہ/۱۲۸)

دوسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ پڑھیں:

''رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ رَبَّنَا وَتَقَبَّلۡ دُعَآءِ ۔ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ'' پروردگارا! تو مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا، پروردگارا! تو میری دعا کو قبول فرما! پالنے والے! تو مجھے میرے والدین اور تمام مومنین کو بخش دے جس دن حساب برپا ہوگا۔ (ابراہیم/۴۰، ۴۱)

تیسری رکعت میں سورہ حمد کے بعد دس مرتبہ پڑھیں:

''رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّۃَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا'' اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ہماری ازواج اور اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقی لوگوں کا پیشوا قرار دے۔ (فرقان/۷۴)

چوتھی رکعت میں سورہ حمد کے بعد پڑھیں:

''رَبِّ اَوۡزِعۡنِیۡۤ اَنۡ اَشۡکُرَ نِعۡمَتَکَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡکَ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ'' پروردگارا! تو میرے دل میں یہ بات ڈال دے کہ میں تیری نعمتوں کا شکر ادا

کروں جو نعمتیں تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں اور ایسے نیک اور شائستہ کارنامے انجام دوں جن سے تو خوش ہو جائے، میرے لئے میری اولاد کو لائق اور شائستہ بنا دے، یقیناً میں تیری بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں اور میں تیرے آگے سر جھکانے والوں میں سے ہوں۔ (احقاف/۱۵) جب نماز کو سلام کے ساتھ مکمل کرلیں تو دس مرتبہ کہیں "رَبَّنَا هَبْ لَنَا...... تا آخر" فرقان/۷۴ (مستدرک الوسائل کتاب الصلوٰۃ "بقیۃ الصلوٰۃ المندوبۃ" باب ۳۶)

التماس دعا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اولاً و آخراً و ظاهراً و باطناً و صلی اللّٰه عَلٰی محمدٍ و آله الطیبین واللعن علی اعدائهم اجمعین" کتاب ہذا کا ترجمہ بتاریخ ۱۱/ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ مطابق 20 مئی 2005ء بروز جمعہ بوقت پانچ بجے عصر بمقام لاہور اپنے اختتام کو پہنچا۔

والاحقر: محمد علی فاضل پرنسپل جامعہ امام جعفر صادق علیہ السلام راجن پور

اختتام کمپوزنگ 25 مئی 2005 بروز بدھ بوقت 12:50 بمقام لاہور "شیخ علی رضا فاضل"

عصر حاضر کی مایہ ناز تفسیر

تفسیر نور

مؤلف : حجۃ الاسلام والمسلمین آقائی محسن قرائتی مدظلہ

مترجم : حجۃ الاسلام مولانا محمد علی فاضل

جسے اسلامی جمہوریہ ایران کی طرف سے

"کتاب سال" کا اعزاز ملا ہے

اور اس کی مقبولیت کا گراف روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔

آج ہی طلب فرمائیں۔

ملنے کا پتہ

صادق آل محمدؐ پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر 5179 لاہور

فون نمبر 0333-4754975